الدُّرَّةُ الثَّمِيْنَةُ فِيْ اَخْبَارِ الْمَدِيْنَةِ

کا اُردو ترجمہ بنام

تاریخ و فضائلِ مدینہ طیبہ

مصنف

شیخ الاسلام امام ابو عبد اللہ محمد بن محمود ابن نجار بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۶۴۳ھ

مترجم

علامہ مفتی محمد اللہ بخش تونسوی قادری

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور

خطیب جامع مسجد سید الکونین۔ (99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

مکتبہ کریمیہ

جامع مسجد سید الکونین۔ (99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

اَلدُّرَّةُ الثَّمِینَةُ فِی اَخبَارِ المَدِینَةِ

کا اُردو ترجمہ بنام

تاریخ وفضائلِ مدینہ طیّبہ

مصنف

شیخ الاسلام امام ابوعبداللہ محمد بن محمود ابن نجار بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۶۴۳ھ

مترجم

علامہ مفتی محمد اللہ بخش تونسوی قادری

استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور

خطیب جامع مسجد سید الکونین۔ (99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

محمدیہ لائبریری
رقم التسلسل
جامعہ اسلامیہ لاہور

مکتبہ کرمیہ

جامع مسجد سید الکونین۔ (99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

{جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں}

☆ نام کتاب الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ

☆ تصنیف امام محمد بن محمود ابن نجار بغدادی رحمہ اللہ

☆ ترجمہ تاریخ وفضائلِ مدینہ طیبہ

☆ مترجم علامہ مفتی محمد اللہ بخش تونسوی قادری

0333-4504953

☆ تصحیح حافظ محمد شرافت حسین تونسوی

☆ حروف سازی محمد عمران عنصر

☆ زیرِ اہتمام حاجی محمد عبد الرشید فاروقی صاحب اطال اللہ عمرہ

☆ ناشر مکتبہ کریمیہ۔(99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

☆ اشاعت مارچ 2018ء

☆ قیمت: 500 روپے

ملنے کا پتہ

☆ جامع مسجد سید الکونین۔(99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور 0333-4504953

☆ نعیمیہ بک سٹال اُردو بازار لاہور

☆ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ اہلسنت اُردو بازار لاہور

☆ سیالوی پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور

☆ مکتبہ ریاض الجنہ اُردو بازار لاہور

☆ جامع مسجد قباء (A.1) پی آئی اے سوسائٹی لاہور 0300-4716940

☆ جامع مسجد قباء D بلاک نواب ٹاؤن لاہور 0334-5010475

☆ قاری حافظ محمد عدنان امام جامع مسجد سید الکونین 0334.9856273

حسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
01	تقریظ جمیل: استاذ العلماء شیخ الحدیث الحاج حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب حفظہ اللہ ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ	22
02	تقریظ جمیل: استاذ العلماء علامہ قاری احمد رضا سیالوی حفظہ اللہ نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہو	23
03	تقریظ جمیل: استاذ العلماء علامہ مولانا دل محمد چشتی صاحب حفظہ اللہ مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	24
04	نشان منزل: استاذ العلماء علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری حفظہ اللہ سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	25
05	تقریظ جمیل: مفکر اسلام علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری حفظہ اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ لاہور	30
06	سرنامۂ کلام ☆☆☆ از مترجم غفرلہ:	32
07	امام مالک رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ سے ادب	36
08	کعبہ معظمہ سے حجرۂ طیبہ افضل ہے	37
09	زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والے کیلئے بشارتِ عظمیٰ	37
10	زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات حج میں سے ہے	39
11	مدینہ طیبہ کے اسماءِ شریفہ	39
12	ذرا ایک نظر ادھر بھی	42

13	تنبیہ بلیغ	50
14	تذکرہ مصنف کتاب	51
15	نام ونسب	51
16	تاریخ پیدائش	51
17	تحصیل علم	51
18	طلبِ علم کے لئے سفر	51
19	دینی مدارس میں تدریس	52
20	تلامذہ	52
21	وفات	52
22	مؤرخین ومحدثین کے آپ کے بارے میں کلمات تحسین	53
23	تصنیفات وتالیفات	53
24	عرضِ حال ازمترجم غفرلہ	56
25	ترجمہ کی تاخیر کا سبب	56
26	اسلوبِ کتاب	56
27	خصوصیاتِ ترجمہ	57
28	مقامِ تشکر وامتنان	57
29	آغازِ کتاب ازحضرت مصنف رحمہ اللہ	60
30	سببِ تالیف	60
31	بابِ اوّل	63
32	مدینہ طیبہ کے اسمائے مبارکہ اوراس کے اولین رہائش پذیر لوگوں کا تذکرہ	63

33	مدینہ طیبہ کی ہریالیاں	64
34	مدینہ طیبہ میں قوم ''صعل'' اور قوم ''فالح'' کے آباد ہونے کا تذکرہ	64
35	مدینہ طیبہ میں قوم ''عمالقہ'' کا آباد ہونا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ان سے جہاد کرنا	65
36	حجاز مقدس میں یہودیوں کے آباد ہونے کا بیان	65
37	تورات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہرِ مدینہ کا ذکرِ خیر	66
38	قبیلہ اہل التہمہ کے آباد ہونے کا ذکر	67
39	کچھ عرب قبائل کا یہود کے پاس آ کر آباد ہونے کا بیان	67
40	مدینہ طیبہ میں موجود قدیمی قلعوں کا ذکر	68
41	قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کا مدینہ منورہ میں آباد ہونے کا بیان	68
42	قبیلہ اوس اور خزرج کا مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے اموال پر قبضہ	71
43	قبیلہ اوس و خزرج کا مدینہ طیبہ پر غلبہ حاصل کرنا اور یہودیوں کی شکست کا ذکر	72
44	غسان کے بادشاہ ابوجبیلہ کی مدینہ طیبہ آمد اور یہودیوں کے سرغنوں کا قتل	72
45	دوسرا باب: مدینہ طیبہ کے فتح ہونے کا ذکر	74
46	سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبیلہ اوس اور خزرج سے ملاقات	74
47	قبیلہ اوس اور خزرج کے چند لوگوں کا قبولِ اسلام	75
48	مدینہ طیبہ میں انصار کے ہر گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ خیر کی دھوم	76
49	عقبہ پہاڑی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انصار مدینہ طیبہ کے بارہ (۱۲) آدمیوں کی ملاقات اور قبولِ اسلام	76
50	تیسرا باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی	77
51	مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا بیان	77

52	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سفرِ ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رفاقت	78
53	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر آمد	78
54	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفرِ ہجرت کے لئے سواری کی پیشکش	79
55	سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا تھیلے میں اشیاء خورد و نوش رکھنا	80
56	غارِ ثور میں تشریف آوری	80
57	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک ماہر راستہ کو اجرت پر لینا	80
58	غارِ ثور تا مدینہ طیبہ راستہ کی مکمل تفصیل	81
59	قباء میں باجماعت نماز کی ادائیگی	81
60	مدینہ منورہ کے مسلمانوں کا رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد کا شدت سے انتظار	82
61	اہلِ مدینہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر پُرتپاک استقبال	82
62	نرالا انداز مبارک	82
63	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دلچسپ جواب	83
64	مسجد قباء شریف کی تعمیر وافتتاح	83
65	مسجد نبوی شریف کی تعمیر اور جگہ کی خریداری	83
66	اچھے مفہوم والے نام سے نیک فالی	83
67	اسلام میں سب سے پہلی نمازِ جمعہ کی ادائیگی	83
68	انصارِ مدینہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	85
69	میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آمد مبارک	85
70	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار کے گھروں کے جھرمٹ میں قیام	85
71	مدینہ طیبہ کے پہلے مُبلّغِ قرآن	86

72	مرحبایا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	86
73	جب حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی طبیعت مبارکہ ناساز ہو گئی	86
74	سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا: اے اللہ بخار کو مدینہ طیبہ سے نکال کر جحفہ کی طرف منتقل کر دے	87
75	مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے بستر مبارک پر سُلانا	87
76	مُدخَلَ صِدقٍ اور مُخرَجَ صِدقٍ کی تفسیر	88
77	چوتھا باب: فضائل مدینہ منورہ اور اس کی مٹی مبارک (کی خصوصیت) کے بیان میں	89
78	لُعابِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات طیبہ	90
79	شہرِ مدینہ طیبہ کے مبارک پھلوں کے فضائل	91
80	عجوہ کھجور کی برکات	91
81	ایمان کا مدینہ طیبہ کی طرف سمٹ آنے کا بیان	91
82	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مدینہ طیبہ کے لیے برکت کی دعا فرمانا	91
83	مدینہ طیبہ میں برکت مکہ مکرمہ سے دوگنی ہے	92
84	مدینہ طیبہ کی ہر چیز میں برکت کی دعا	93
85	مدینہ طیبہ کی سختی اور تکلیف پر صبر کرنے کے فضائل کا ذکر	94
86	مدینہ طیبہ کی سختیوں پر صبر کرنے والے کیلئے شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	94
87	مدینہ طیبہ سے بے رغبتی کی مذمت کا بیان	95
88	مدینہ طیبہ اور اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے اور ان کو دھمکیاں دینے کی مذمت کا بیان	95
89	اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کے فرائض اور نوافل قبول نہیں ہیں	96
90	جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے مجھے (رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ڈرایا	97

91	اہل مدینہ کے ساتھ خفیہ سازش کرنے والا نمک کی طرح پگھل جائے گا	97
92	اہل مدینہ کی حفاظت میرے ہر امتی پر لازم اور ضروری ہے	98
93	دجال اور طاعون کی بیماری سے مدینہ منورہ کے محفوظ ہونے کا ذکر	99
94	مدینہ طیبہ کے تمام داخلی راستوں پر فرشتے صف در صف کھڑے ہیں	99
95	مدینہ طیبہ کے ہر راستہ پر فرشتوں کی تقرری	99
96	قربِ قیامت مدینہ طیبہ ویران ہو جائے گا	100
97	مدینہ منورہ میں موت کی فضیلت کا بیان	101
98	پانچواں باب رحمتِ عالم ﷺ کا مدینہ طیبہ کو حرم قرار دینا نیز یہ باب حرمِ مدینہ منورہ کی حدود کے بیان میں ہے	102
99	حدودِ حرم کا تعین	105
100	حدود حرم مدینہ کے بیان میں ائمہ اربعہ کے اختلاف کا بیان	106
101	چھٹا باب وادی عقیق اور اس کی فضیلت کے بیان میں	107
102	سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سنت مبارکہ سے شدید محبت	107
103	وادی عقیق کی نرم مٹی اور اس کے میٹھے پانی کے کیا کہنے	107
104	وادی عقیق میں سیدنا سلیمان علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کی قبروں کا ذکر	108
105	وادی عقیق میں صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوان کی رہائشیں	108
106	ساتواں باب: مدینہ طیبہ کے کنویں اور ان کی فضیلت کے بیان میں	110
107	بئر حاء	110
108	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے باغ صدقہ کرنا	110
109	بئرِ اریس	112

110	بئرِ بُضاعہ	115
111	بئرِ غرس	117
112	بئرِ بُصّہ	119
113	بئرِ رُومہ اور تبع بادشاہ	120
114	سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ''بئر رومہ'' خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا	120
115	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ مبارک کا بیان	122
116	آٹھواں باب: جبلِ اُحد اور اس کی فضیلت اور شہداء احد کے فضائل کے بیان میں	124
117	اُحد پہاڑ جنت کا ستون ہے	124
118	جبلِ اُحد حقیقت میں کوہِ طور پر پڑنے والی تجلی ربانی کا مظہر ہے	125
119	جنگ اُحد کی مکمل تفصیل	126
120	جنگ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسماءِ گرامی	126
121	تذکرہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	130
122	سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کی شہادت پر صبر جمیل	131
123	تذکرہ حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ	132
124	تذکرہ حضرت عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ	132
125	تذکرہ حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہما	133
126	تذکرہ سیدنا حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ	133
127	تذکرہ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ	134
128	تذکرہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ	135
129	تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ	135

130	تذکرہ سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ	136
131	شہداءِ اُحد کی تدفین و تکفین	137
132	بروزِ قیامت شہید کی کیفیت مبارکہ	137
133	جنگ اُحد کی فتح و نصرت کی بشارت	138
134	شہداءِ اُحد کی جنت میں پر تعیش اور عمدہ طریقہ سے دعوت	139
135	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک: بے شک مجھے اپنی امت پر شرک کر کوئی خطرہ نہیں ہے	140
136	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداءِ اُحد کی زیارت کیلئے تشریف لے جانا	140
137	شہداءِ اُحد کو جو بھی سلام کرے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیں گے	141
138	سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا شہداءِ اُحد کے لئے ان کے پاس جا کر استغفار فرمانا	141
139	سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ باقی شہداء کی طرح اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں	141
140	شہداء کے اجسام مبارکہ ان کی قبروں میں بالکل صحیح سلامت ہوتے ہیں	142
141	سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر موجود گنبد کا ذکر	142
142	نواں باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ بنو نضیر کو مدینہ طیبہ سے جلاوطن کرنے کے بیان میں	144
143	یہودیوں کی ناکام سازش	144
144	دسواں باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ کے گرد	146
145	خندق کھودنے کا بیان	146
146	انصار و مہاجرین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے دعائیں	146
147	عظیم معجزہ مبارکہ کا ظہور	147

148	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کے درمیان سخت چٹان کو ریت کے ڈھیر کی طرح ریزہ ریزہ کر دیا	148
149	یہودیوں کا معاہدہ کو توڑنا	149
150	منافقین کے نفاق کا ظہور	149
151	خندق کھودنے کا مشورہ دینے والے	150
152	سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا کفار قریش کا قلع قمع کرنے کیلئے بارگاہِ الٰہی میں دعا	150
153	جنگ خندق میں شہید ہونے والے جان نثاروں کے اسماءِ گرامی	150
154	سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت	151
155	حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حکمتِ عملی	151
156	خندق شریف کے بقیہ آثار کا تذکرہ	153
157	گیارہواں باب	154
158	مدینہ طیبہ میں قتل ہونے والے قبیلہ بنو قریظہ کا بیان	154
159	قبیلہ بنو قریظہ کے خلاف جنگ میں سیدنا جبریل علیہ السلام کی شرکت	154
160	قبیلہ بنو قریظہ کا محاصرہ:	155
161	سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز فیصلہ	155
162	سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے	156
163	مدینہ طیبہ کے بازار میں بنو قریظہ کا قتل	156
164	سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت مبارکہ	157
165	حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک پر عرشِ الٰہی ہل گیا	157
166	بارھواں باب: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ اور اس کے فضائل کا بیان	158

167	اسلام میں پہلی نماز جمعہ	158
168	سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہا کا ادب	159
169	بنو نجار کی مہمان نوازی	160
170	تعمیرِ مسجد کے لئے جگہ کی خریداری	160
171	مسجد نبوی شریف کے محراب کا ذکر	160
172	مسجد نبوی شریف کے دروازوں کا ذکر	161
173	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی	162
174	محراب شریف کا قبلہ رُخ تعین	162
175	تحویلِ قبلہ سے پہلے محرابِ نبوی کا محل	163
176	مسجد نبوی شریف کے فضائل اور اس میں نماز پڑھنے کا ثواب	163
177	مسجد نبوی شریف میں تعلیم و تعلم کی فضیلت	164
178	تذکرہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام	164
179	آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد	165
180	مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب	166
181	مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے زیادہ ہے	166
182	مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب حج کے برابر ہے	167
183	قیامت کے قریب مسجد نبوی شریف میں بھیڑیوں کا غلبہ	167
184	سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرات شریفہ کا تذکرہ:	168
185	یہ حجرات شریفہ کل نو تھے	168
186	سب سے بری چیز جس میں مسلمان کا مال ضائع ہوتا ہے وہ تعمیرات ہیں	169

187	خیر التابعین سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا درد بھرا بیان	170
188	بعد والے لوگ اگر حجرات طیبہ کو دیکھ لیتے تو کبھی اونچے محلات تیار نہ کرتے	171
189	سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کا بیان	171
190	دنیا آلِ محمد ﷺ کے لئے نہیں ہے	172
191	رسالت مآب ﷺ اپنی شہزادی پاک کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیتے تھے	173
192	رسول اللہ ﷺ کی تہجد گاہ کا بیان	173
193	کھجور کے اس تنے کا ذکر جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے	174
194	رسول اللہ ﷺ کے منبر مبارک کی کیفیت کا بیان	178
195	منبر شریف بنانے والے کاریگر کا نام	181
196	منبر نبوی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا بیان	181
197	رسالت مآب ﷺ کا فرمان میرا منبر میرے حوض پر ہوگا	181
198	رسالت مآب و ﷺ کا بیان میرا منبر جنت کے کناروں کے پاس ہوگا	182
199	منبرِ نبوی ﷺ کے پاس قسم کھانے کی ممانعت	183
200	خلفاء راشدین اور ادبِ منبر نبوی	183
201	منبر نبوی سے متعلق امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ	184
202	منبر نبوی کی پیمائش	184
203	منبر نبوی کے غلافوں کا ذکر	185
204	ریاض الجنۃ شریف کا ذکرِ خیر	185
205	ریاض الجنہ اور آئمہ کرام کی تشریحات	185
206	مسجد نبوی شریف کے ان دروازوں اور راستوں کا ذکر جن کو بند کر دیا گیا	186

207	شانِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	187
208	مسجد نبوی شریف میں خوشبو کی دھونی دینے کا بیان	187
209	مسجد نبوی شریف میں تخلیق (خوشبو لگانے) کا بیان	188
210	لہسن کھا کر مسجد نبوی شریف میں داخل ہونے کی ممانعت کا بیان	189
211	مسجد نبوی شریف میں آواز بلند کرنے کی ممانعت کا بیان	189
212	مسجد نبوی شریف میں سونے کے جواز کا بیان	190
213	مسجد نبوی شریف میں نماز جنازہ پڑھنے کا جواز	190
214	مسجد نبوی شریف کی کنکریوں کو مسجد نبوی شریف سے نکالنے کی ممانعت کا بیان	191
215	حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاں اذان دیتے تھے ان جگہوں کا ذکر	191
216	اہلِ صُفَّہ رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر	192
217	اے ابوہریرہ یہ دودھ کا پیالہ لو اور ستر اصحابِ صفہ کو پلا دو	192
218	انصار صحابہ کی جان نثاری	195
219	قبلہ کی دائیں سمت والے ستون میں موجود لکڑی مبارک کا ذکر	196
220	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعتکاف گاہ کا ذکرِ خیر	197
221	اسطوانہ توبہ کا ذکرِ خیر	197
222	اسطوانۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان	200
223	اسطوانۂ وفود کا ذکرِ خیر	201
224	اسطوانۂ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر	202
225	مسجد نبوی شریف میں موجود ستونوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان	202
226	مسجد نبوی شریف میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی توسیع کا بیان	203

227	رسول اللہ ﷺ کی خواہش مبارک کہ مسجد نبوی کی توسیع ہو جائے	203
228	مسجد نبوی شریف کی توسیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کی شمولیت	205
229	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو مسجد میں شامل کرنا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا اور پھر اس کی اجازت دینا	206
230	ایک اور روایت سے اس واقعہ کی تفصیل	207
231	مسجد نبوی میں پانی کا چھڑکاؤ کرنے اور اس میں ریت ڈالنے کا بیان	208
232	دورِ عثمانی میں مسجد نبوی شریف کی توسیع کا بیان	209
233	دورِ عثمانی میں مسجد نبوی شریف کی توسیع و تعمیر نو کا پس منظر	210
234	مسجد نبوی شریف میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی توسیع کا ذکر	211
235	مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے لئے دوسرے مسلم ممالک سے امداد	212
236	حضرت ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا خلیفہ وقت کو تعمیر مسجد کے حوالہ سے نہایت دلکش جواب	216
237	مسجد نبوی میں کام کرنے والوں میں سے ایک بدبخت نے (معاذ اللہ) قبرِ رسول ﷺ پر پیشاب کرنے کا ارادہ کیا تو فوراً زمین پر گرا اور اس کا دماغ پھٹ گیا	216
238	ایک کاری گر نے مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے دوران مسجد کے صحن میں خنزیر کی تصویر بنا دی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اسے قتل کروا دیا	217
239	مسجد نبوی شریف میں خلیفہ مہدی کی توسیع کا ذکر	218
240	مسجد نبوی شریف کے صحن میں موجود پردوں کا ذکر	221
241	مسجد نبوی شریف میں موجود مصاحف طیبہ کا ذکر	221
242	مسجد نبوی شریف میں زیرِ استعمال مشکیزوں کا ذکر	223

243	مسجد نبوی شریف کی پیمائش، ستونوں کی تعداد، محرابوں اور دروازوں کی تعداد اور اس کی عمارت جدید اور اس سے متعلق رسومات کا ذکرِ خیر	224
244	مسجد نبوی شریف کی پیائش کا ذکر	224
245	مسجد نبوی شریف کے میناروں کی پیمائش	224
246	مسجد نبوی شریف کے محرابوں کی پیمائش	224
247	مسجد نبوی شریف کے ستونوں کی تعداد اور پیمائش کا ذکر	224
248	مسجد نبوی شریف کے دروازوں کا ذکر	225
249	تیرہواں باب: مدینہ طیبہ میں موجود مساجد اور ان کے فضائل	228
250	مسجد قباء شریف کی زیارت کا معمول مبارک	229
251	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے مسجد قباء کی تعمیر	229
252	مسجد قباء میں دو رکعتیں عمرہ کے برابر ہیں	230
253	مسجد قباء میں دو رکعت نماز کا ثواب دو مرتبہ بیت المقدس کی طرف جانے سے بہتر ہے	231
254	(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز کا شاندار تبصرہ:)	231
255	مسجدِ فتح کا ذکر	233
256	مسجدِ فتح میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی نماز کی ادائیگی	233
257	مسجد فتح پر مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ	234
258	مسجد قبلتین کا ذکر	235
259	تحویل قبلہ کا ذکر	235
260	مسجد قبلتین پر مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ	235
261	مسجد بنو قُریظہ کا ذکر	236

262	مسجد بنوقریظہ پر مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ	236
263	مشربہ اُمِّ ابراہیم رضی اللہ عنہا	237
264	مشربہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہا پر مصنف رحمہ اللہ کا تبصرہ	237
265	مدینہ شریف میں موجود دیگر مساجد کا ذکرِ خیر	237
266	مصنف کتاب امام ابن نجار رحمہ اللہ کا موقف	238
267	چودھواں باب: ''مسجد ضرار'' اور اس کے منہدم ہونے کے ذکر میں	239
268	پندرہواں باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے وصال کے بیان میں	242
269	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا ذکر	242
270	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت مبارکہ	245
271	رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مجھے تم میں سے دو شخصوں کے برابر بخار چڑھتا ہے	245
272	آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف آمد پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اظہارِ فرحت	246
273	امامتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	246
274	سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا سے راز و نیاز کی گفتگو	248
275	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ	248
276	ہر نبی وصال سے پہلے اپنا محل جنت میں دیکھ لیتا ہے	249
277	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو تسلی دینا	250
278	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کا وقت اور تاریخ	252
279	بعد از وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا منافقین کو ڈانٹنا	252
280	بعد از وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ	253

281	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ	254
282	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک کس دن کو ہوئی ؟	254
283	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والے حضرات	254
284	مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل شریف دیا	255
285	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن شریف کا بیان	256
286	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟	256
287	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تدفین شریف	256
288	قبر اطہر تیار کرنے والے حضرات	257
289	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک کرنے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان	258
300	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی صفت مبارکہ کا بیان	258
301	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غم و حزن کا اظہار	259
302	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ طیبہ کے پاس کیل ٹھونکنے سے منع فرمانا	261
303	خلیفہ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کا ذکر	263
304	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان	263
305	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کسبِ معاش	264
306	(فرمان سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) جتنا پیسہ میں نے بیت المال سے لیا ہے وہ سب واپس کر دینا	265
307	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکفین، غسل مبارک، نماز جنازہ اور تدفین کا بیان	266
308	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور میں اترنے والے حضرات	266
309	خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کا ذکر	268
310	واقعہ شہادت سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	269

311	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وصیتیں	273
312	حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا بیان	275
313	مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمانا	275
314	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کے وصال کے بعد پردہ فرمانا	276
315	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خواب اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعبیر	276
316	مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ	277
317	حجرۂ طیبہ کے اندر چوتھی قبر مبارک کی جگہ کس شخصیت کے لئے ہے؟	278
318	قبورِ ثلثہ کی صفاتِ مبارکہ کا بیان	279
319	قبورِ ثلثہ کی صفت مبارکہ میں راویوں کا اختلاف	279
320	صفتِ اُولیٰ	279
321	صفتِ ثانیہ	279
322	صفتِ ثالثہ	280
323	صفتِ رابعہ	280
324	صفتِ خامسہ	281
325	صفتِ سادسہ	282
326	خلفاءِ عباسیوں کا حجرۂ طیبہ پر عمدہ قسم کے پردے لٹکانا	283
327	مسجد نبوی شریف کی چھت مبارک کے پاس لوہے کی بنی ہوئی کھڑکیاں	285
328	سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حجرۂ طیبہ کو وسطِ مسجد میں تیار کرایا تھا	286
329	شیخ الصوفیہ امام عمر نسائی رحمہ اللہ کا حجرۂ طیبہ کی اپنی داڑھی سے صفائی کرنا	286

330	ایک اور واقعہ	287
331	سولھواں باب: زیارتِ نبی ﷺ کی فضیلت کے بیان میں	288
332	میں ہر سلام والے کے سلام کا جواب عنایت فرماتا ہوں	291
333	مدینہ طیبہ سے گذرتے ہوئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر مجھے سلام پیش کریں تو میں ضرور جواب دوں گا	291
	روضہ انور پر صبح وشام ستر ہزار فرشتوں کی حاضری	292
334	سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں سلام عرض کرنے کے لئے ملک شام سے قاصد بھیجنا	292
335	مواجہہ شریفہ کے پاس کھڑے ہو کر درود وسلام عرض کرنے سے ہر حاجت پوری ہوتی ہے	293
336	قبر انور کے بالکل سامنے کھڑا ہونا ہو تو کہاں کھڑے ہوں	293
337	مؤلف رحمہ اللہ کا تبصرہ	294
338	رحمتِ عالم ﷺ کا اپنے ایک عاشق کو حجرۂ طیبہ کے اندر سے "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ" فرما کر اس کے سلام کا جواب عنایت فرمانا	294
339	ایک دیہاتی شخص کا قبر اطہر کے پاس آ کر فریادیں کرنا	295
340	حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قبر انور کے اندر سے اذان اور اقامت سن کر نماز ادا کرنا	297
341	رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام کو خواب میں روٹی شریف عطا فرمائی	298
342	سیدنا خضر علیہ السلام کی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضری	299
343	سیدِ عالم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے شوق میں ایک پارسا خاتون کا اپنی جان کا نذرانہ دے دینا	300
344	عُشاقانِ رسول ﷺ کا اشعار کی صورت میں نذرانہ عقیدت	301

345	سترہواں باب: جنت البقیع اوراس کی فضیلت کے بیان میں	302
346	جنت البقیع شریف سورج کی طرح چمکتا ہے	303
347	اہل بقیع کے لئے خصوصی شفاعت	304
348	جنت البقیع شریف کی تورات شریف میں صفت مبارکہ	304
349	جنت البقیع میں داخل ہونے کی دعا	305
350	اللہ رب العزت کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بقیع کیلئے استغفار کرنے کا حکم	305
351	جنت البقیع شریف میں موجود چند اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور شریفہ کی نشاندہی	307
352	اٹھارواں باب: ان صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام کے بیان میں جو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہوئے	315
353	مشہور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا	315
354	اہلِ بیت میں سے چند حضرات کا ذکر	316
355	اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چند کے اسماء گرامی	316
356	کبار تابعین میں سے جن حضرات نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا ان میں سے چند حضرات کا ذکر	318
357	تبع تابعین اور دیگر مشاہیر اسلاف کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ذکر	319
358	چند محدثین کے اسماء گرامی جنہوں نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا	319
359	کلماتِ اختتام: از مترجم غفرلہ	320

محمدیہ لائبریری
رقم المسلسل
جامعہ اسلامیہ

تقریظِ جمیل

استاذ العرب والعجم شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول بحر العلوم

الحاج الحافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب حفظہ اللہ

شیخ الحدیث وناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

شیخ الاسلام امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن محمود ابن النجار البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (ت:643ھ) کی فضائل مدینہ طیبہ پر لکھی ہوئی تصنیفِ جلیل باصرہ نواز ہوئی،

جس کا اردو زبان میں ترجمہ فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش تونسوی قادری زید مجدہ مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے فرمایا۔ جیسی عظیم کتاب ہے ویسا ہی شاندار ترجمہ ہے۔

مولانا موصوف کے متعدد تراجم وتصانیف منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر عوام اور خواص سے تحسین وتبریک وصول کر چکے ہیں۔

اللہ تعالی ان کے علم وعمل اور رفتارِ قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

حافظ عبد الستار سعیدی

24/11/2016

محمدیہ لائبریری
رقم المسلسل
جامعہ ... لاہور

تقریظِ جمیل

استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب حفظہ اللہ

سینئر مدرس و نائب ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

اہلِ ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مقدس کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ اتقیاء وابرار اور اکابرین تو کجا ایک گناہ گار مسلمان بھی دیارِ پاک کی حاضری کے شوق میں تڑپتا ہے اور روضۂ مطہرہ کی زیارت کو جان و مال سے عزیز سمجھتا ہے۔

”وَقَدْ شُوْهِدَ مِنْ هٰذَا الْجِنْسِ مَنْ يُؤْثِرُ زِيَارَةَ قَبْرِهٖ ﷺ وَرُؤْيَةَ مَوَاضِعِ آثَارِهٖ عَلٰى جَمِيْعِ مَا ذُكِرَ لِمَا وَقَرَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنْ مَحَبَّتِهٖ،، (فتح الباری)

اکابرین اسلام نے مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیما کی تاریخ اور حاضریٔ بارگاہ کے آداب و فضائل سے متعلق متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔

شیخ الاسلام محب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود المعروف ابن النجار (المتوفی: 643ھ) رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ”الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ“ اِس موضوع پر کئی وجوہ سے منفرد اور ممتاز ہے۔

فاضل جلیل عزیز مکرم علامہ مولانا محمد اللہ بخش قادری تونسوی حفظہ اللہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے قابل فخر فاضل اور محنتی مدرس ہیں۔

موصوف تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے مذکور الصدر کتاب کے ترجمہ کی بھی سعادت حاصل کی، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ کریم موصوف کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں برکتوں سے نوازے۔

غبارِ راہ مدینہ وسیال

احمد رضا سیالوی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

3/11/2016

2/1/1438

تقریظ جمیل:

استاذ العلماء شیخ الفضلاء علامہ مولانا مفتی حافظ دل محمد چشتی صاحب حفظہ اللہ

سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حضرت ابراہیم علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کی دعا سے مکہ کو حرم ہونے کا اعزاز ملا اور جناب سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدینہ منورہ کیلئے دُعا کی تو اللہ تعالی نے اس مبارک شہر کو بھی حرم بنادیا۔ مدینہ منورہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ مدینہ منورہ پہلی اسلامی ریاست ہے جہاں روشن شریعت کے آئین کے مطابق لائق تقلید معاشرتی، معاشی سماجی اور اقتصادی نظام قائم ہوا۔ مدینہ منورہ کے شجر و حجر، برگ و ثمر، حتی کہ زمین کے ذرے مثل کواکب روشن و منور ہیں۔ مدینہ منورہ ہر مسلم کے دم میں اتر تا ہے اور راحت قلب و جان بنتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ مدینہ منورہ سے محبت ایک فطری عمل ہے۔

تاریخ مدینہ منورہ ہر مسلم کی جستجو ہے۔ اسی وجہ سے اہل عشق و علم نے عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے تشنگانِ علم کو اس چشمہ سے سیراب کرنے کا شرف حاصل کیا۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تاریخ مدنیہ پر ایک جامع کتاب تحریر فرمائی۔

اور یہ کتاب "الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ" ہے جسے شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن محمود البغدادی المعروف ابن النجار رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا۔ بہت ہی عمدہ اور بہترین کتاب ہے، ہر بندہ مسلم کو چاہیے کہ اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرے، تاکہ ذوقِ ایمان کو جلا ملے اور اُن آثار سے آشنائی حاصل ہو جن کو نام نہاد حکومت وقت نے مٹادیا ہے۔ اس کتاب کے عربی الفاظ کو اردو زبان میں سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کرکے علامہ محمد اللہ بخش تونسوی نے جہاں بڑا اعزاز حاصل کیا ساتھ ہی ہم پر احسان محبت کردیا۔ علامہ زیرک اور دُور رس نگاہ کے مالک ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی کتب کا ترجمہ کرنے کا شرف پاچکے ہیں۔

کتاب ھٰذا کے ترجمہ کے دوران علامہ محمد اللہ بخش تونسوی نے مختلف مقامات پر حاشیہ اور مختصر سی وضاحت پیش کی ہے، وہ بھی ترجمہ کی طرح بہترین اور عمدہ ہے۔ بندہ عاصی نے کئی ایک مقام سے ترجمہ اور اصل کتاب کو پڑھا۔ تو یوں محسوس ہوا کہ مصنف اور مترجم میں کافی یکسانیت ہے۔ اللہ کریم علامہ کے قلم کو بام عروج پر پہنچائے اور ان سے زمانہ فیض پائے۔

احقر العباد: دل محمد چشتی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(26/11/2016)

نشانِ منزل:

استاذ العلماء علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری حفظہ اللہ

(سابق) سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

دنیائے اسلام میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ''پاکستان'' کو جو مرکزی حیثیت حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے، مسلک حق اہل سنت کی ترویج واشاعت اور تعلیم وتعلم میں اپنی مثال آپ ہے، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی محنت، خلوص، محبت، امانت اور بے لوث خدمات کا یہ عظیم سرمایہ ہے، ان کے وصال کے بعد بھی یہ مسلسل عروج وترقی پر گامزن ہے۔اس کا سبب ان کے تلامذہ کی خاص جہت پر تربیت کا ثمرہ ہے۔ یہاں کے سینکڑوں فضلاء مرحوم کے مشن کو بڑھانے میں شب وروز کوشاں ہیں، جگہ جگہ ادارے قائم کر کے ان کی روح کو سکون وآرام پہنچا رہے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے تمام مدرسین یہاں سے فارغ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اتفاق واتحاد اور ایثار سے کام لیتے ہوئے تدریس وتعلیم میں مصروف عمل ہیں۔انہیں مدرسین میں سے حضرت مولانا الحافظ القاری علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی مدظلہ بھی ہیں؛ جو جامعہ سے فراغت کے بعد یہیں کے ہوکر رہ گئے اور منتہائی کتب پڑھا رہے ہیں۔طلباء کرام موصوف سے خوب محبت رکھتے ہیں، ظاہر ہے وہ خود بھی ان پر شفقت فرماتے ہیں۔

آپ صرف مدرس ہی نہیں بلکہ عمدہ واعظ وخطیب ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب قلم بھی ہیں۔''ماہنامہ النظامیۃ''، جو جامعہ کا آرگن اور مؤثر رسالہ ہے آپ کے مقالات سے شاد کام ہو رہا ہے۔

آپ بہترین مترجم ہونے کی حیثیت سے خوب متعارف ہیں۔ظاہر ہے اچھا مدرس ہی اچھا مترجم ہوسکتا ہے۔اور آپ میں یہ خوبی بدرجہ اتم موجود ہے۔

مولانا علامہ تونسوی صاحب زید مجدہٗ پندرہ جنوری ۱۹۹۱ء کو بستی چولانی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈی جی خان میں حافظ رحیم بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے اور اپنے گاؤں میں ہی حفظِ قرآن مجید کی عظیم نعمت مولانا حافظ الٰہی بخش صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور استاذ الحفاظ مولانا قاری اللہ بخش صاحب مدظلہ سے حاصل کی۔اس وقت آپ صرف دس سال کے تھے، یوں من وجہ ''تلک عشرۃ کاملۃ'' کے مصداق ٹھہرے، ساتھ ہی ساتھ پرائمری بھی گاؤں میں پاس کیا۔

تجوید وقرأت:

حفظ قرآن مجید کے بعد آپ تجوید وقرأت کے لئے جامعہ اسلامیہ خیر المعاد قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کی برانچ جامعہ حامدیہ تعلیم القرآن چوڑی سرائے بازار ملتان میں استاذ القراء قاری محمد سعید احمد سرمد حفظہ اللہ سے دوسال کے عرصہ میں پڑھی۔

سعادت عمرہ وزیارت مدینہ طیبہ:

۲۰۰۳ء کو مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں حضرت شیخ بہاؤالحق زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار پر دومرتبہ مسابقہ قرآن مجید ہوا جس میں تمام مکتبہ فکر کے حفاظ وقراء شامل تھے ,آپ نے دونوں مرتبہ اول پوزیشن میں انعام حاصل کیا۔ بعد ازاں لاہور میں حضرت داتا گنج بخش فیض عالم علیہ الرحمۃ کے حضور مسابقہ حفاظ وقراء ہوا یہاں بھی آپ نے پہلا انعام پایا۔ پھر اسلام آباد حاجی کیمپ میں آل پاکستان انعامی مقابلہ ہوا۔ اس وقت کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے اس انعامی محفل کی, صدارت کی یہاں بھی حافظ صاحب موصوف نے اولیت کا شرف پایا اور پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے خصوصی انعام سے شادکام ہوئے، ساتھ ہی انعامی سند حاصل کی۔

اسی سال شعبان المعظم (۲۰۰۳ء) کو حجاز مقدس میں سعودی حکومت کی ''وزارۃ الشئون الاسلامیہ'' والاوقاف والدعوۃ والاشاد'' کے تحت مکۃ المکرمہ میں نو (۹) دن مسلسل مقابلہ جاری رہا جس میں آپ نے عمدہ پوزیشن حاصل کی جس کے باعث تین روز تک بارگاہِ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت عظمیٰ کی نعمت سے باریاب ہوئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ

"ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء والله ذو الفضل العظيم"

ابتدائی درسی کتب کی تعلیم:

حضرت علامہ اللہ محمد بخش تونسوی صاحب زید علمہ وعملہ، نے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً کی حاضری کے بعد جامعہ رحمانیہ قدیر آباد چوک فوارہ ملتان شریف میں ابتدائی درسی کتب کی تعلیم کا آغاز کیا۔ استاذ العلماء صوفی باصفا عاشق مصطفیٰ علامہ مفتی محمد عبدالباقی صاحب پیر آف خاصے والے سے یوسف زلیخا تک فارسی پڑھی، انہی سے علم صرف کی ابتداء کی۔

علامہ تونسوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں (۲۰۰۵ء) کے آخر میں جامعہ نظامیہ رضویہ حاضر ہوا۔ یہاں محنتی، قابل اور شفیق اساتذہ کرام کے فیضان علم وعمل کی ظاہری وباطنی دولت سمیٹی، موصوف کا ارشاد ہے کہ مجھے جامعہ نظامیہ میں مولانا حاجی محمد صاحب زید مجدہٗ نائب ناظم تعلیمات جامعہ نعمانیہ لاہور لائے، میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔

علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی صاحب زید علمہ نے جامعہ کے جن اساتذہ کرام سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

استاذ العلماء علامہ الحاج مفتی محمد صدیق صاحب ہزاروی شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور

استاذ العلماء الحاج ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب

امیر المجاہدین استاذ العلماء علامہ الحاج حافظ خادم حسین صاحب رضوی

مناظر اسلام استاذ العلماء الحاج محمد عبد التواب صدیقی صاحب

استاذ العلماء علامہ محمد طاہر تبسم قادری صاحب

استاذ العلماء علامہ الحاج الحافظ القاری احمد رضا سیالوی صاحب

استاذ العلماء مولانا علامہ مفتی دل محمد چشتی صاحب

استاذ العلماء علامہ عبد المصطفیٰ ہزاروی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

استاذ العلماء مولانا واحد بخش سعیدی صاحب

استاذ العلماء مولانا مدد علی قادری صاحب

استاذ العلماء مولانا غلام رسول نقشبندی صاحب

استاذ العلماء مولانا ریاض احمد اویسی صاحب

استاذ العلماء مولانا محمد فاروق شریف صاحب

مسند تدریس:

مولانا الموصوف فرماتے ہیں: ۲۰۱۲ء کو بعد از فراغت، دو (۲) سال تک مفتی محمد خان قادری زید مجدہٗ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ جوہر ٹاؤن لاہور میں بقاعدہ تدریس کا شرف پایا اور اب ۲۰۱۶ء دو سال سے مرکزی دار العلوم، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریسی فرائض کی بجا آوری کر رہا ہوں۔

(اور اب دوبارہ جامعہ اسلامیہ لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔)

شرفِ بیعت:

حضرت علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی صاحب زید مجدہٗ سے جب بیعت کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو موصوف نے فرمایا مجھے استاذ العلماء مصنف ومترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، حضرت علامہ شرف قادری علیہ الرحمۃ اس دور کی وہ بلند مرتبت علمی وروحانی شخصیت تھی جن کی علمی، عملی، روحانی، ظاہری اور باطنی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔ عرصہ دراز تک جامعہ نظامیہ رضویہ کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز رہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ مرحوم کے فیضان کو ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ آمین۔ علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی صاحب فرماتے ہیں کہ بیعت کے شرف کے ساتھ حضرت سے ''نور الایضاح اور مراقی الفلاح'' کے بعض اسباق بھی پڑھے اور سند حدیث بھی حاصل کی۔

دوبارہ سعادت عمرہ وزیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے میرا جو امتی ایک بار حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کرے گا اس کے لئے دوبارہ آنا آسان ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا الموصوف کے لئے بھی دوبارہ عمرہ شریف اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مدینہ طیبہ حاضری کی ۲۰۱۴ کو بطور نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی، دعا ہے اللہ کرے یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ پہلے بھی ان کا کرم تھا پھر بھی ان کا کرم ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے : ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

تصانیف وتراجم:

مولانا علامہ تونسوی صاحب مدظلہ ہر فن میں عمدہ ورک رکھتے ہیں۔ درس وتدریس، تعلیم وتعلم، وعظ وتبلیغ، امامت اور خطابت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ نے قلم کو بھی مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ بکثرت مضامین ومقالات کے ساتھ ساتھ آپ کا ذوق عربی کتب کے تراجم کی طرف قدرے زیادہ ہے، آپ عمرہ شریف کی سعادت پاتے وقت حرم کعبہ مقدسہ میں ایک کتاب "سیرت خیر الوریٰ" کی زیارت کی اور پتہ چلا کہ اس کتاب کے مصنف حین حیات ہیں اور وہ مسجد الحرام میں ہی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ ان سے اس کتاب کے ترجمہ کی اجازت لی اور پھر وہیں سے ترجمہ کا آغاز ہوا۔ آپ نے ترجمہ کا نام رکھا

"سیرت خیر الوریٰ کے انوار وتجلیات": تصنیف لطیف، ڈاکٹر سراج بن عمر مدظلہ۔

"نور القمر فی ترجمۃ البدر"

یہ ضخیم کتاب شیخ الاسلام شارح البخاری، علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ کے احوال وآثار پر کامل اور مبسوط ومفصل کتاب ہے۔

"تشریحات التونسوی علیٰ مقدمۃ الدہلوی" لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" کے مقدمہ کا حسین ترجمہ وتشریح ہے۔

اور یہ کتاب مستطاب صدیوں سے درس نظامی کے نصاب کی زینت ہے۔

کتاب الاربعین: مصنف، امام نجم الدین غیطی تلمیذ امام جلال الدین سیوطی (علیہما الرحمۃ)

علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی صاحب نے اس کتاب کا بھی بڑا دلربا ترجمہ اور روح پرور شرح لکھی ہے، جو قابل دید ہے۔

ترجمہ کوثر النبی فی اصول الحدیث النبوی۔ تالیف: علامہ عبدالعزیز فرہاروی علیہ الرحمہ۔

"الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ"

مدینہ منورہ کے کیا کہنے، یہ شہر مرکز عشق و محبت ہے۔ امن و سلامتی کا گہوارہ ہے۔ منعم حقیقی کی سب سے بڑی نعمت، باعث تخلیق عالم، رسول اعظم، نبی مکرم خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ یہیں آرام فرما ہیں۔ جن کے وسیلہ سے عبادت، عبادت بنتی ہے۔ جن کی اطاعت، رب العالمین کی اطاعت ہے۔ جن کے روضہ مقدسہ کی زیارت، حضور ﷺ پرنور کی زیارت ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے

"من زار قبری فکانما زارنی فی حیاتی" حج وعمرہ بھی انہیں کے طفیل

ان کی طفیل حج بھی خدا نے کرادئے

اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

صدیوں سے عشاق اپنے اپنے ملکوں سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے چلے آرہے ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچپن مرتبہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دی اور یہی اعلان کیا۔

"یَاسَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا"

اے سرداروں کے سردار میں تو صرف آپ ہی کی زیارت کے قصد سے حاضری دیتا ہوں۔

فضائل وبرکات مدینہ طیبہ پر بے شمار تصانیف لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی انہیں میں سے امام ابن نجار رحمہ اللہ کی ایک عظیم الشان کتاب "الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ" ہے جس کا نہایت آسان ترجمہ حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش تونسوی صاحب مدظلہٗ نے فرما کر اہل محبت کے لئے ارمغان عشق پیش کیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ موصوف کی مساعی جمیلہ کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے تا کہ وہ اپنے قلم کو تاحیات برق رفتاری سے چلاتے رہیں اور مسلک حق اہل سنت وجماعت کی تعمیر وترقی اور عروج میں اپنا کردار ادا کرتے رہیں آمین ثم آمین

دعا گو، دعا جو

محمد منشا تابش قصوری، مرید کے

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، پاکستان

۲۶، محرم الحرام ۱۴۳۸ھ / ۲۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء / جمعۃ المبارکہ

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر: علامہ محمد خلیل الرحمن قادری

سورۂ ابراہیم آیت 35 تا 37 میں حضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سات جامع دعاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک دعا میں انہوں نے اپنے رب سے یہ عرض کی:

"رَبَّنَآ اِنِّیْۤ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہْوِیْۤ اِلَیْہِمْ وَارْزُقْہُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمْ یَشْکُرُوْنَ"

(اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک وادی میں بسایا جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں)

یہاں معنیٰ "ذُرِّیَّتِیْ" سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے اور "بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ چنانچہ آپ کی اس دعا اور دیگر دعاؤں کے نتیجے میں امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اسی وادی مکہ مکرمہ میں ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترپن سال تک مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔ ترپن سال کی عمر مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معینہ حکمتوں کے تحت بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کو خیر آباد کہنے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل "یثرب" کہا جاتا تھا اور یہ کھجوروں والے باغات کے شہر کے طور پر معروف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تشریف آوری کے بعد یثرب کا نام تبدیل فرما دیا۔ کبھی اسے "طابہ" فرمایا اور کبھی "طیبہ"۔ فاضل مترجم نے بڑی محبت کے ساتھ صالحی کی "فضائل المدینۃ المنورہ" کے حوالے سے یثرب سمیت مدینہ منورہ کے 96 نام نقل فرمائے ہیں۔

اہل علم کے ہاں یہ بحث ملتی ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ؟ میرے جیسا کم فہم اس بارے میں اتنا ہی عرض کرسکتا ہے کہ جب اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمادیا کہ "وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی" تو کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد والا مسکن مفضول ہو۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ ہجرت سے پہلے والا مدینہ تو یقیناً مکہ سے افضل نہیں تھا لیکن جب آپ نے ہجرت کے بعد مدینہ کو اپنا مسکن بنالیا تو یہ مکہ سے بھی افضل ہوگیا۔ اسی امر کی صراحت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نبوت سے فرمادی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ''

(صحیح بخاری: رقم: ۱۸۸۵)

(اے اللہ! جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے دوگنی برکت مدینہ طیبہ میں رکھ دے)

نیز ارشاد فرمایا:

''المدینۃ خیر من مکۃ''

(مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل اور بہتر ہے)

(المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث: ۴۴۵)

یہ بھی حضور ﷺ کا زندہ معجزہ ہے کہ اُمت کو جس قدر ذوق وشوق مدینہ منورہ کے فضائل اور تاریخ سے آگاہی حاصل کرنے کا ہے شاید ہی اس کے مقابل کسی اور مقام کے حوالے سے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ کی تاریخ اور فضائل پر متعدد اہل علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ فاضل مؤلف نے اپنے مقدمے میں ایسی 127 کتب کا ذکر کرنے کے بعد تنبیہ کی ہے کہ یہ جو کتب مدینہ طیبہ کے فضائل وتاریخ وزیارت کے حوالے سے درج کی گئی ہیں انتہائی قلیل عدد میں بیان کی گئی ہیں۔

بحمد للہ فاضل مترجم علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی زید مجدہ نے فضائل وتاریخ مدینہ سے اُردو خواں طبقے کو آگاہ کرنے کے لئے شیخ الاسلام محمد بن نجار البغدادی رحمہ اللہ کی گرانقدر تالیف ''اخبار مدینۃ الرسول ﷺ'' کا انتخاب فرمایا۔ اس کتاب کا اصل نام ''الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ'' ہے۔ ان کا یہ انتخاب متعدد وجوہات کی بنا پر خوب ہے۔ اول تو اس کتاب کے مؤلف متقدمین محققین میں سے ہیں جو مدرسہ مستنصریہ میں طویل عرصے تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ان کی ثقاہت کا یہ عالم ہے کہ حافظ ذہبی جیسے بلند پایہ محقق ان کی تاریخ پر کامل طور پر اعتماد کرتے نظر آتے ہیں۔ ثانیاً یہ کتاب ایک جلد پر مشتمل ہے جس میں اٹھارہ ابواب کی صورت میں جامع اور مانع انداز میں کلام کیا گیا ہے۔ کتاب کے موضوعاتی تنوع کا اندازہ ان ابواب کے عنوانات سے ہی بخوبی ہو جاتا ہے۔

فاضل مترجم کی عربی اور اُردو دونوں زبانوں پر خوب گرفت ہے اور بنا بریں انہوں نے کتاب کے ترجمے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مشکل مقامات کی توضیح کے لئے حاشیہ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہو گی جس سے خواص وعوام تادیر استفادہ کرتے رہیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت فاضل مترجم کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، انہیں اپنی شان کے لائق اجر عظیم عطا فرمائے اور انہیں خدمت دین کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

سرنامۂ کلام ☆☆☆ از مترجم غفرلہ:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رحم الله من نظر هذا الكتاب: و قرأ لكاتبه فاتحة الكتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَکْرَمَنَا بِبِعْثَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحَبِیْبِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ دَعَا اِلَی اللّٰهِ اِمْتِثَالًا لِاَمْرِ اللّٰهِ. "فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ" وَعَلٰی مَنْ رَوَوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مَنْ زَارَ قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کَانَ فِیْ جِوَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ)

اَمَّا بَعْدُ!

گنبد حضریٰ کے مکین، ہادی برحق سید المرسلین خاتم النبیین، صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم، جد الحسن والحسین (رضی اللہ عنہما) صاحب الشفاعۃ العظمٰی وصاحب لواء الحمد حضور سیدنا محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں عظیم جاہ ومرتبہ کسی شخص پر مخفی نہیں ہے۔

اس کائنات ارض وسماوی میں ذات باری تعالیٰ کے بعد سب سے اونچا وارفع مقام ومرتبہ آپ ﷺ کا ہے۔ کبار اہلِ علم ووانش اور جلیل القدر سلاطین ومشائخ نے رسالت ِماب ﷺ کی سیرت طیبہ پر مستقل ضخیم جلدوں میں بے شمار کتب اور لاتعداد دفاتر تصنیف فرما کر اپنے اپنے انداز واسلوب میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

بعد از ہجرت مبارکہ حضور رسالت ماب ﷺ نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا اور تا قیامِ قیامت اسی عظمت والے عظیم شہر میں آرام فرما ہیں۔

قبل از ہجرت اسے "یثرب" کہا جاتا تھا۔ مگر آپ ﷺ کو اس بابرکت شہر سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ اس کا نام تک تبدیل فرما دیا، کبھی اس کا نام طیبہ انتخاب فرمایا اور کبھی طابہ اور کبھی مسکینہ، الغرض متعدد نام منتخب فرمائے، جیسا کہ چند سطور بعد ہم ان کا تفصیلاً ذکر کریں گے۔

بلکہ اس مبارک شہر کو "یثرب" کہنے والے شخص کے بارے میں وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَمّٰی الْمَدِیْنَۃَ! یَثْرِبَ فَلْیَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ ھِیَ طَابَۃٌ ھِیَ طَابَۃٌ۔

جس شخص نے مدینہ کو یثرب کہا اسے چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرے (یہ یثرب نہیں ہے بلکہ) طیبہ ہے طیبہ ہے۔

(مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۸۵، مسند الفردوس للدیلمی: رقم الحدیث ۵۷۳۵)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ قَالَ یَثْرِبَ مَرَّۃً فَلْیَقُلْ اَلْمَدِیْنَۃَ عَشْرًا۔

جس شخص نے (میرے شہر مدینہ کو) ایک مرتبہ یثرب کہا اسے چاہئے کہ وہ دس مرتبہ کہے: مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ۔

یاد رہے! مدینہ طیبہ کی تاریخ اور فضائل پر علماء کے ایک جم غفیر نے اعلیٰ پایہ کی تصنیفات و تالیفات لکھ کر اپنے کامل ایمان اور محبت رسول ﷺ کا ثبوت دیا ہے، جن میں سے کچھ مورخین و جغرافیین ہیں اور کچھ محدثین و مفسرین ہیں اور کچھ نے نظم میں اور کچھ نے نثر میں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جلیل القدر کتب تحریر فرما کرامت محمدیہ "علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ" کی راہ نمائی فرمائی ہے۔

ایسا کیوں نہ ہو! جبکہ خود مکینِ گنبد خضریٰ ﷺ نے اپنے شہر پاک کے فضائل کے متعلق اور اپنے مزار پُر انوار کی زیارت کے لئے اپنی امت کو شدید رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ فَاِنَّ مَنْ مَّاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ شَفَعْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

جو شخص مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور مدینہ میں مرے، کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۳۷۴۱)

نیز ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ۔

بلاشبہ میں نے مدینہ طیبہ کو حرم قرار دیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۲۱۲۹)

نیز ارشاد فرمایا:

عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَةِ مَلٰئِکَةٌ لَا یَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

مدینہ طیبہ کے داخلی راستوں پر فرشتے مقرر ہیں سو مدینہ طیبہ میں طاعون داخل ہوسکتا ہے نہ دجال۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۱۸۸۰)

نیز ارشاد فرمایا:

لَا یَکِیْدُ اَحَدٌ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ اِلَّا انْمَاعَ کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ

جو شخص اہل مدینہ کو دھوکہ دینے اور ان کے ساتھ خفیہ سازش کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۱۸۷۷)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

جس کسی شخص نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۶۶۳۴)

نیز ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّةَ مِنَ الْبَرَکَةِ۔

اے اللہ! جتنی برکت آپ نے مکہ میں رکھی ہے اس سے دوگنی برکت مدینہ طیبہ میں رکھ دے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۱۸۸۵)

نیز ارشاد فرمایا: اَلْمَدِیْنَةُ خَیْرٌ مِّنْ مَّکَّةَ مدینہ طیبہ مکرمہ سے افضل اور بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۴۴۵۰۔ التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الترجم ۴۷۶)

نیز ارشاد فرمایا:

غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَآءٌ مِّنَ الْجُذَامِ۔ مدینہ طیبہ کی غبار (مٹی مبارک) جذام سے شفا دیتی ہے۔

(تاریخ المدینة لابن النجار، ص ۱۸)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ وَفَاتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ۔

جس شخص نے میرے وصال مبارک کے بعد میری قبر اطہر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے میری (ظاہری) حیات طیبہ میں میری زیارت کی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۱۳۴۹۷)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِيْ مُتَعَمِّدًا كَانَ فِيْ جِوَارِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جس شخص نے خاص کر کے (بالارادہ) میری زیارت کی وہ بروز قیامت میرے پڑوس میں ہوگا۔

(شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث ۴۱۵۸)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِيْ بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جس شخص نے مدینہ طیبہ میں میری زیارت کی ثواب کی نیت سے، بروز قیامت میں اس کے لئے گواہ بنوں گا اور اس کے لئے شفاعت کروں گا۔

(شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث ۴۱۵۷)

نوٹ: یاد رہے یہاں اَوْ بمعنی واو ہے۔ کذا قال الامام القاضی عیاض فی شرح مسلم۔

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَنِيْ زَائِرًا لَا يَعْمَلُهٗ حَاجَةٌ اِلَّا زِيَارَتِيْ كَانَ حَقًّا عَلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جو شخص میری زیارت کے لئے آیا اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی اور کام نہیں تھا تو میرے ذمہ ہے کہ میں بروز

قیامت اس کے لئے شفاعت کرنے والا بن جاؤں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۱۳۱۴۹)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

جس شخص نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ص ۱۰۴)

نیز ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

جس شخص نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث ۴۱۶۰)

اس لئے بعض علماء فرماتے ہیں:

بعد از فراغت حج زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہے۔

اور دیگر کچھ ائمہ فرماتے ہیں: کہ زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مستحب مؤکد ہے۔

ذیل میں اس حوالہ سے ہم کچھ اہلِ علم کے اقوال مبارکہ و اعمال شریفہ نقل کر دیتے ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ سے ادب:

حضرت امام الائمہ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے، اور فرماتے تھے:

اَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ اَطَأَ تُرْبَةً فِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِحَافِرِ دَابَّةٍ۔

اس بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آتی ہے کہ میری سواری کے پاؤں اس جگہ کو روندیں جس جگہ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

کعبہ معظّمہ سے حجرۂ طیبہ افضل ہے:

امام شیخ ابن عقیل رحمہ اللہ المتوفی ۵۱۳ھ فرماتے ہیں:

سَأَلَنِیْ سَائِلٌ اَیُّمَا الْاَفْضَلُ حُجْرَةُ النَّبِیِّ ﷺ اَوِ الْکَعْبَةُ؟ فَقُلْتُ اِنْ اَرَدْتَّ مُجَرَّدَ الْحُجْرَةِ فَالْکَعْبَةُ اَفْضَلُ وَاِنْ اَرَدْتَّ وَ هُوَ فِیْهَا فَلَا وَاللّٰهِ وَلَا الْعَرْشِ وَ حَمَلَتِهٖ وَلَا جَنَّةِ عَدْنٍ وَلَا الْاَفْلَاکِ الدَّآئِرَةِ لِاَنَّ بِالْحُجْرَةِ جَسَدًا لَوْ وُزِنَ بِالْکَوْنَیْنِ لَرَجَحَ

مجھ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حجرۂ نبی ﷺ افضل ہے یا کعبہ مکرمہ؟ میں نے اسے جواب دیا کہ اگر تمہاری مراد ہے محض حجرۂ طیبہ، تو پھر کعبہ افضل ہے۔ اور اگر تمہاری مراد ہے حجرۂ طیبہ میں مکین ذات مبارکہ، تو پھر اللہ کی قسم نہ کعبہ افضل ہے، نہ عرش اعظم افضل ہے، نہ حاملین عرش افضل ہیں، نہ ہمیشہ والی جنت اور نہ افلاک دائرہ (بلکہ دریں صورت حجرۂ طیبہ ہی افضل ہے) کیونکہ حجرۂ طیبہ میں ایسا عظیم اور بلند شان والا جسد انور ہے اگر کونین کے ساتھ اس کا وزن کیا جائے (عظمت وشان اور رفعت و بلند مرتبہ میں) تو یقیناً اس جسد انور کا وزن غالب ہو جائے۔

(بدائع الفوائد لابن القیم، ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الخیر بیروت)

میں کہتا ہوں: درج ذیل ائمہ کرام علیہم الرحمہ نے بھی اپنی اپنی کتب میں قول مذکور کو ذکر فرمایا ہے۔

دیکھیے: (الشفاء للقاضی عیاض: ج ۲ ص ۹۱۔ الوفا للسمہودی: ج ۱ ص ۲۸۔ المواہب اللدنیۃ: ج ۴ ص ۲۰۲۔ اتحاف الزائر لابن عساکر: ص ۳۶۔ وغیر ذالک)

زیارتِ رسول ﷺ کرنے والے کیلئے بشارتِ عظمیٰ:

شیخ الاسلام امام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ المتوفی 756ھ حدیث مبارک "من زار قبری وجبت له شفاعتی" کے تحت لکھتے ہیں:

فِیْهِ الْبُشْرٰی بِاَنَّهٗ اَیِ الزَّائِرَ یَمُوْتُ مُسْلِمًا

اس حدیث میں اس بات کی خوشخبری ہے کہ زیارت کرنے والا حالتِ اسلام (ایمان) پر فوت ہوگا۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، ص ۱۰۳۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ المتوفی 544ھ کا قول:

وَلَا خِلَافَ اَنَّ مَوْضِعَ قَبْرِہٖ اَفْضَلُ بِقَاعِ الْاَرْضِ۔

اس بارے میں علماء کے درمیان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ حضور ﷺ کی قبر انور کی جگہ ساری روئے زمین سے افضل واعلیٰ ہے۔

(الشفاء: ج ۲ ص ۹۱)

شیخ الاسلام عبدالقادر فاکھی رحمہ اللہ المتوفی ۹۸۲ھ کا قول:

اَنَّ مَنْ زَارَ قَبْرَہُ الشَّرِیْفَ ﷺ مُبَشَّرٌ اَنَّہٗ یَمُوْتُ عَلَی الْاِسْلَامِ عَلٰی مَا فَہِمَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ السَّابِقَۃِ بَعْضُ الْاَئِمَّۃِ الْاَعْلَامِ

گذشتہ احادیث (زیارۃ) سے کچھ چوٹی کے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ زائر کے لئے یہ بشارت ہے کہ وہ اسلام (ایمان) پر فوت ہوگا۔

(حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل: ص ۱۸ مطبوعہ مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ قاہرہ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ المتوفی ۷۷۴ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

جس جگہ قبر انور ہے وہ جگہ کعبہ بلکہ ساری روئے زمین سے افضل ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ: ج ۳ ص ۲۷۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ الاسلام ابن حجر مکی (ت: 974) رحمہ اللہ کا قول:

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ السُّبْکِیْ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی اَنَّ الزِّیَارَۃَ قُرْبَۃٌ اِلَی اللہِ تَعَالٰی مَطْلُوْبٌ فِعْلُھَا بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَالْاِجْمَاعِ وَالْقِیَاسِ۔

امام سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زیارت رسول ﷺ بارگاہ الٰہی میں قریب کرنے کا ذریعہ ہے اور فعل زیارت قرآن مجید، احادیث مبارکہ، اجماع امت اور قیاس سے مطلوب ہے۔

(تحفۃ الزوار الی قبر النبی المختار: ص ۵۱، مطبوعہ دار الصحابۃ للتراث طنطا مصر)

زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمالاتِ حج میں سے ہے:

شیخ الاسلام مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ المتوفی 1205ھ فرماتے ہیں:

قَالُوْا وَزِیَارَۃُ قَبْرِہِ الشَّرِیْفِ مِنْ کَمَالَاتِ الْحَجِّ

مشائخ کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ زیارت قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حج کے کمالات میں سے ہے۔

(اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، ج ۱۰ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

میں کہتا ہوں: کہ حج کامل ہی اس وقت ہوتا ہے جب بعد از حج حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کی جائے۔ فافہم

مدینہ طیبہ کے اسماءِ شریفہ:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ کثرت اسماء مسمّٰی کے شرف اور اس کی عظمت ورفعت پر دلالت کرتے ہیں اور مدینہ طیبہ کے اسماء مبارکہ بھی بیرون از حصر ہیں۔ مگر ہم امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی رحمہ اللہ المتوفی ۹۴۲ھ کے بیان کردہ مدینہ طیبہ کے اسماء مبارکہ ذکر کردیتے ہیں، جوانہوں نے مختلف کتب سے جمع فرمائے ہیں۔ مگر انہوں نے ہر نام کی وجہ تسمیہ اوراس کا ضبط بالحرکات بھی تفصیلاً بیان کیا ہے، لیکن ہم صرف اسماء ذکر کرنے پر اقتصار کرتے ہیں۔

فنقول و باللہ التوفیق:

۱۔ اَثْرِبُ	۲۔ اَرْضُ اللہِ
۳۔ اَرْضُ الْھِجْرَانِ	۴۔ اَکَّالَۃُ الْبُلْدَانِ
۵۔ اَکَّالَۃُ الْقُرٰی	۶۔ اَلْاِیْمَانُ
۷۔ اَلْبَارَّۃُ	۸۔ اَلْبَرَّۃُ
۹۔ اَلْبَحْرَۃُ	۱۰۔ اَلْبُحَیْرَۃُ
۱۱۔ اَلْبَحِیْرَۃُ	۱۲۔ اَلْبَلَاطُ
۱۳۔ اَلْبَلَدُ	۱۴۔ بَلَدُ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ
۱۵۔ بَیْتُ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ	۱۶۔ تَنْدَدُ

۱۷۔ تَنْدَرُ	۱۸۔ اَلْجَابِرَةُ
۱۹۔ جُبَار	۲۰۔ اَلْجَبَّارَةُ
۲۱۔ جَزِيْرَةُ الْعَرَبِ	۲۲۔ اَلْجُنَّةُ
۲۳۔ اَلْحَبِيْبَةُ	۲۴۔ اَلْحَرَمُ
۲۵۔ حَرَمُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ	۲۶۔ حَسَنَةٌ
۲۷۔ اَلْخَيِّرَةُ	۲۸۔ اَلْخِيَرَةُ
۲۹۔ اَلدَّارُ	۳۰۔ دَارُ الْاَبْرَارِ
۳۱۔ دَارُ الْمُخْتَارِ	۳۲۔ دَارُ الْاِيْمَانِ
۳۳۔ دَارُ السُّنَّةِ	۳۴۔ دَارُ السَّلَامَةِ
۳۵۔ دَارُ الْهِجْرَةِ	۳۶۔ اَلدِّرْعُ الْحَصِيْنَةُ
۳۷۔ ذَاتُ الْحُجَرِ	۳۸۔ ذَاتُ الْحِرَارِ
۳۹۔ ذَاتُ النَّخْلِ	۴۰۔ اَلسَّلِقَةُ
۴۱۔ اَلشَّافِيَةُ	۴۲۔ طَابَةٌ
۴۳۔ طَيْبَةٌ	۴۴۔ طَيِّبَةٌ
۴۵۔ طَائِبٌ	۴۶۔ طِبَابًا
۴۷۔ اَلْعَاصِمَةُ	۴۸۔ اَلْعَذْرَآءُ
۴۹۔ اَلْعَرَّآءُ	۵۰۔ اَلْعَرُوْضُ
۵۱۔ اَلْغَرَّآءُ	۵۲۔ غَلَبَةُ
۵۳۔ اَلْفَاضِحَةُ	۵۴۔ اَلْقَاصِمَةُ
۵۵۔ قُبَّةُ الْاِسْلَامِ	۵۶۔ اَلْقَرْيَةُ
۵۷۔ قَرْيَةُ الْاَنْصَارِ	۵۸۔ قَرْيَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

۵۹۔ قَلْبُ الْاِیْمَانِ	۶۰۔ اَلْمُؤْمِنَۃُ
۶۱۔ اَلْمُبَارَکَۃُ	۶۲۔ مُبَوَّأُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
۶۳۔ مُبَیِّنُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ	۶۴۔ اَلْمَجْبُوْرَۃُ
۶۵۔ اَلْمُحِبَّۃُ	۶۶۔ اَلْمُحَبَّبَۃُ
۶۷۔ اَلْمَحْبُوْبَۃُ	۶۸۔ اَلْمَحْبُوْرَۃُ
۶۹۔ اَلْمُحَرَّمَۃُ	۷۰۔ اَلْمَحْرُوْسَۃُ
۷۱۔ اَلْمَحْفُوْفَۃُ	۷۲۔ اَلْمَحْفُوْظَۃُ
۷۳۔ اَلْمُخْتَارَۃُ	۷۴۔ مُدْخَلَ صِدْقٍ
۷۵۔ اَلْمَدِیْنَۃُ	۷۶۔ مَدِیْنَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ
۷۷۔ اَلْمَرْحُوْمَۃُ	۷۸۔ اَلْمَرْزُوْقَۃُ
۷۹۔ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی	۸۰۔ اَلْمِسْکِیْنَۃُ
۸۱۔ اَلْمُسْلِمَۃُ	۸۲۔ مَضْجَعُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ
۸۳۔ اَلْمُطَیَّبَۃُ	۸۴۔ اَلْمُقَدَّسَۃُ
۸۵۔ اَلْمَقَرُّ	۸۶۔ اَلْمَکَّتَانِ
۸۷۔ اَلْمَکِیْنَۃُ	۸۸۔ مُهَاجَرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ
۸۹۔ اَلْمُوَفِّیَۃُ	۹۰۔ اَلنَّاجِیَۃُ
۹۱۔ نَبْلَاءُ	۹۲۔ اَلنَّحْرُ
۹۳۔ اَلْهَذْرَاءُ	۹۴۔ یَثْرِبُ (لیکن اب اس نام سے پکارنا منع ہے۔کما تقدم)
۹۵۔ یَنْدَدَ	۹۶۔ یَنْدَرَ

(فضائل المدینۃ المنورۃ للصالحی: ص ۴۰ تا ۶۲۔ مطبوعہ دار العلم الطیب دمشق)

یاد رہے کہ اب "یَثْرِب" کے نام سے مدینہ طیبہ کا نام لینا ممنوع ہے۔ اور اس کی ممانعت پر احادیث صریحہ وارد ہیں، جیسا کہ کچھ احادیث مبارکہ گذشتہ سطور میں گذر چکی ہیں۔

ذرا ایک نظر ادھر بھی:

مجھے مدینہ طیبہ "علی صاحبہا الف الف صلاۃ" کے ساتھ محبت ومودت کی وجہ سے یہ بات میرے دل میں جاگزیں ہوگئی ہے کہ میں تاریخ اور فضائل مدینہ طیبہ پر لکھی گئیں (چند) کتب کا تذکرہ کردوں، شاید کسی اہلِ علم کا ذوق ہوجائے ان کتب میں سے کسی کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کی طرف اور ہونا بھی چاہئے، کیونکہ یہ کتب نہایت قیمتی ہیں۔ اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ فی زمانہ جبکہ علم شریعت اٹھتا جارہا ہے اور جہالت پھیلتی جارہی ہے، ان کتب کا بالخصوص اور دیگر کتب شریعت کا بالعموم ترجمہ کرنا اشد اور بے حد ضروری ہے تاکہ اسلاف امت اور سلف صالحین کے ارشادات عالیہ امت محمدیہ "علی صاحبہا الف الف صلاۃ" تک پہنچ جائیں اور امت گمراہی اور گمراہوں کے ہتکنڈوں سے بچ جائے۔ آج اس دور میں تو اشاعت دین ہر اعتبار سے ضروری ہے خواہ وہ تدریس کے اعتبار سے ہو، یا تقریر کے اعتبار سے ہو یا تحریر کے ذریعے ہو۔ ہر ممکن کوشش کر کے دین اسلام کی جڑوں اور شاخوں کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے۔ یاد رہے یہ کام صرف علماء اور صوفیاء کے ذمہ نہیں ہے، بلکہ ہر مسلمان کی انفرادی طور پر ذمہ داری ہے۔

کیونکہ بظاہر کفر اور شرک وطاغوت عروج پر ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی رب قدوس کا بھی وعدہ ہے۔

اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی

اسلام ہر حال میں غالب رہے گا مغلوب نہیں ہوگا۔

فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ وَتَشَكَّرْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ۔

ذیل میں ہم مفصلاً ان کتب کا تذکرہ کردیتے ہیں جو مدینہ طیبہ کی تاریخ یا فضائل پر لکھی گئیں ہیں خواہ وہ زمانہ قدیم کی لکھی ہوئی ہیں یا زمانہ جدید کی۔

فَاِلَیْكَ بِاَسْمَآءِ هٰذِهِ الْكُتُبِ وَاَسْمَآءِ مُؤَلِّفِیْهِمْ:

1 ابواب ذکر مدینۃ الرسول ﷺ / مؤلف: محدث حافظ عبدالرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (ت: 597ھ) طبع

دار الکتب العلمیہ بیروت

۲ آثار المدینۃ المنورۃ/ مؤلف: عبد القدوس الانصاری، طبع المکتبۃ العلمیہ المدینۃ المنورۃ

۳ اتحاف الزائر و اطراف المقیم للسائر/ مؤلف: محدث ابو الیمن ابن عساکر المتوفی ۶۸۶ھ، طبع دار ارقم بیروت

۴ اتحاف المؤمنین بتاریخ مسجد خاتم المرسلین/ مؤلف: شیخ مصطفیٰ بن محمد بن عبد اللہ علوی رافعی، طبع المکتبۃ العلمیۃ المدینۃ المنورہ

۵ الاحادیث الواردۃ فی فضائل المدینۃ/ مؤلف: ڈاکٹر صالح بن حامد رفاعی، طبع مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ مدینہ منورہ

۶ الاحادیث الصحیحہ فی فضل المدینہ/ مؤلف: ڈاکٹر صالح بن حامد رفاعی، مطبوعہ مدینہ منورہ

۷ احداث و اعلام و ما حظیت بہ طیبۃ و المسجد الحرام/ مؤلف: علی بن ثائب الجابری الحزلی، مطبوعہ مطابع الاہرام

۸ الاحکام الفقہیۃ المتعلقۃ بالمدینۃ المنورۃ/ مؤلف: یوسف بن مطر المحمدی، مطبوعہ مطبعہ سفیر

۹ الاخبار الغریبۃ فی ذکر ما وقع بطیبۃ الحبیبۃ/ مؤلف: شیخ جعفر بن سید ہاشم المدنی، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی قاہرہ

۱۰ اخبار مدینۃ الرسول ﷺ

اس کا اصل نام ہے: الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ

مؤلف: شیخ الاسلام محمد بن محمود بن نجار البغدادی رحمہ اللہ۔ ہم اسی کتاب کا ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، مزید اس کتاب اور اس کے مؤلف کے حوالہ سے کچھ مختصر تبصرہ ان کتب کی فہرست کے بعد سپرد قلم کریں گے۔ ان شاء اللہ

۱۱ اخبار المدینۃ المنورۃ/ مؤلف: محمد بن حسن بن زبالہ المتوفی (قبل از 200ھ)

یاد رہے اس مؤلف کی اصل کتاب مفقود ہو چکی ہے، لیکن دیگر معتبر کتب میں اس کی نصوص موجود ہیں۔

اور ہمارے معاصر عرب عالم شیخ صلاح عبد العزیز زین سلامۃ نے ان نصوص کو یکجا کر کے ایک جلد میں اسے شائع کر دیا ہے۔

۱۲ اخبار الوادی المبارک/ مؤلف: محمد حسن شراب، طبع دار التراث، مدینہ منورہ

۱۳ اسماء جبال تہامۃ و مکۃ و المدینۃ/ مؤلف: شیخ عرام سلمی المتوفی ۲۰۰ھ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۴ الاصول فی فضل مدینۃ الرسول ﷺ/ مؤلف: صلاح بن محمد کرنبہ، طبع دار القبلہ جدہ

۱۵ الاصابة فی معرفة مساجد طابة/ مؤلف: خالد بن علی بن حسین صباع، طبع مطابع الرشید مدینہ منورہ

۱۶ اطلس المدینة المنورة/ مؤلف: محمد شوقی مکی، طبع جامعۃ الملک سعود ریاض

۱۷ امراء المدینة وحکامها من عهد النبوة حتی الیوم/ مؤلف: احمد یاسین الخیاری، طبع جدہ

۱۸ اہل الصفة بعیدًا عن الوهم والخیال/ مؤلف: صالح احمد شامی، طبع دار القلم دمشق

۱۹ الاودية الداخلة الی منطقة الحرم فی المدینة المنورة/ مؤلف: ڈاکٹر محمود دوغان

۲۰ بدر الکبریٰ المدینة والغزوة/ مؤلف: ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی

۲۱ بهجة النفوس والاسرار فی تاریخ دار هجرة النبی المختار/ مؤلف: عبداللہ بن محمد بن عبدالملک المرجانی، طبع مکتبۃ الباز مکہ مکرمہ

۲۲ بیوت الصحابة رضی اللہ عنهم حول المسجد النبوی الشریف/ مؤلف: محمد الیاس عبدالغنی، طبع مطابع الرشید مدینہ منورہ

۲۳ تاریخ المدینة المنورة یا "اخبار المدینة المنورة"/ مؤلف: امام عمر بن شبہ بن عبیدہ نمیری بصری، المتوفی ۲۶۲ھ طبع مدینہ منورہ

۲۴ تاریخ المدینة المنورة/ مؤلف: امام قطب الدین محمد بن علاء الدین علی بن احمد نہروانی، المتوفی ۹۹۰ھ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۵ تاریخ المدینة المنورة/ مؤلف: عبداللہ بن محمد بن فرحون، طبع دار المدینۃ المنورہ

۲۶ تاریخ المدینة المنورة، قسم المساجد/ مؤلف: محمد الیاس عبدالغنی، طبع مطابع الرشید مدینہ منورہ

۲۷ تاریخ معالم المدینة المنورة/ مؤلف: احمد یاسین احمد الخیاری، طبع مدینہ منورہ

۲۸ التاریخ الشامل للمدینة المنوره/ مؤلف: ڈاکٹر عبدالباسط بدر، طبع مدینہ منورہ

۲۹ تاریخ مکة المشرفة والمسجد الحرام والمدینة الشریف والقبر الشریف/ مؤلف: شیخ محمد بن احمد بن ضیاء المکی، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۰۔ التحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة/ مؤلف: امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی،
طبع دار نشر الثقافۃ قاہرہ

۳۱۔ التحفة الشماء فی تاریخ العین الزرقاء/ مؤلف: احمد یاسین الخیاری، طبع مدینہ منورہ

۳۲۔ تحقیق النصرة بتلخیص معالم دار الهجرة/ مؤلف: زین الدین ابوبکر بن حسین شافعی عثمانی مراغی المتوفی
سنہ ۸۱۶ھ طبع دار الفلاح قاہرہ

۳۳۔ ترغیب اہل المودة والوفا فی سکنٰی دار الحبیب المصطفیٰ ﷺ/ مؤلف: شیخ اسماعیل بن عبداللہ اسکندرانی، طبع
مکتبۃ الثقافۃ مدینۃ المنورۃ

۳۴۔ تطویر المنطقة المرکزیة فی المدینة المنورة/ تالیف: مجموعہ ابن لادن۔ طبع مدینہ منورہ

۳۵۔ التعریف بما انست الهجرة من معالم دار الهجرة/ مؤلف: امام محمد بن احمد المصری، طبع المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ

۳۶۔ تمور طابة وفوائدہا المستطابة/ مؤلف: ادیب عمر الحصری، طبع خود مؤلف نے اس کو مدینہ طیبہ سے شائع کیا ہے۔

۳۷۔ توسعة الحرم النبوی الشریف/ مؤلف: ہاشم دفتر دار، جعفر فقیہ، طبع مطبعۃ الانصاف بیروت

۳۸۔ الجواہر الثمینة فی محاسن المدینة/ مؤلف: شیخ محمد کبریت الحسینی

۳۹۔ الحباء من العیبة غب زیارتی لطیبة/ مؤلف: محمد عمر عقیل

۴۰۔ الحبیبة المدینة المنورة/ مؤلف: عمر طٰہٰ، صالح الحجار

۴۱۔ الحجرات الشریفة سیرة وتاریخاً/ مؤلف: صفوان عدنان داوودی، طبع دار القبلۃ جدہ

۴۲۔ الهجرات الطاہرات بیت النبوة/ مؤلف: عبدالرحیم محمود خولی

۴۳۔ الحدائق الغوالی فی قباء والعوالی/ مؤلف: امام احمد بن مسدد الکازرونی المتوفی سنہ ۸۸۶ھ، طبع مدینہ منورہ

۴۴۔ الحرف والصناعات فی الحجاز فی عہد الرسول ﷺ والخلفاء الراشدین/ مؤلف: عبدالعزیز ابن
ابراہیم عمری، طبع دار اشبیلیاء

۴۵۔ حرم المدینة المنورة/ مؤلف: عبدالعزیز عبدالفتاح القاری، طبع دار الصفوۃ القاہرہ

۴۶۔ حسن النبا فی فضل مسجد قبا

مؤلف: شیخ الاسلام محمد بن علی بن علان الصدیقی الشافعی طبع، دارالشریف، تحقیق مرزوق علی ابراہیم

۴۷۔ خطط المدینۃ المنورۃ/مؤلف: ڈاکٹر صالح احمد العلی، طبع دار الیمامۃ ریاض

۴۸۔ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ/مؤلف: امام علی بن عبداللہ بن احمد حسینی سمہودی، طبع المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ

۴۹۔ دراسات فی الآثار الاسلامیۃ المبکرۃ فی المدینۃ المنورۃ/مؤلف: سعد ابن الرشید

۵۰۔ الدرۃ الثمینہ فیما لزائر النبی ﷺ الی المدینۃ المنورۃ نورہا اللہ تعالیٰ الی یوم القیامۃ/مؤلف: شیخ محمد بن عبدرب النبی المدنی الانصاری القشاش، طبع مطبعۃ التقدم العلمیہ مصر

۵۱۔ الدر الثمین فی معالم مدینۃ الرسول الامین ﷺ/مؤلف: محمد امین شنقیطی، طبع ادارۃ احیاء التراث الاسلامی قطر

۵۲۔ دلیل الحج للوارد الی مکۃ والمدینۃ من کل فج/مؤلف: محمد پاشا صادق، طبع المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر

۵۳۔ دولۃ الرسول ﷺ فی المدینۃ/مؤلف: احمد ابراہیم الشریف

۵۴۔ ذخائر المدینۃ المنورۃ/مؤلف: محمد سعید دفتر دار، طبع مطبعۃ الانصاف بیروت

۵۵۔ ذکریات طیبۃ/مؤلف: ہاشم محمد سعید دفتر دار، طبع مکتبہ فقیہ مدینہ منورہ

۵۶۔ الرحلۃ الی المدینۃ المنورۃ/مؤلف: الشیخ محمود یاسین، طبع دار الفکر المعاصر بیروت

۵۷۔ رسائل فی آثار المدینۃ النبویۃ/مؤلف: غازی بن سالم التمام، طبع مدینہ منورہ

۵۸۔ رسائل فی تاریخ المدینۃ/مؤلف: حمد الجاسر، طبع دار الیمامۃ ریاض

۵۹۔ ساکن المدینۃ المنورۃ منزلتہ و مسؤلیتہ/مؤلف: خلیل ملا خاطر العزامی

۶۰۔ سکان المدینۃ المنورۃ/مؤلف: محمد شوقی بن ابراہیم مکی طبع دار العلوم للطباعۃ والنشر ریاض

۶۱۔ صور من الحیاۃ الاجتماعیۃ بالمدینۃ المنورۃ/مؤلف: یاسین احمد الخیاری، طبع مدینہ منورہ

۶۲۔ طراز المسجد/مؤلف: محمد حمزہ حداد، طبع مکتبہ زہراء الشرق قاہرہ

۶۳۔ طیبۃ و ذکریات الاحبۃ/مؤلف: احمد امین صالح مرشد، طبع دار البلاغ للطباعۃ والنشر جدہ

۶۴۔ عرف الطیب من اخبار مکة و مدینة الحبیب / مؤلف: غیاث الدین العاقولی،
طبع مرکز بحوث و دراسات المدینة المنورة

۶۵۔ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین / مؤلف: شیخ محمد بن محمد مالکی

۶۶۔ عمارة و اصلاح و توسعة المسجدین الشریفین / مؤلف: شیخ ناجی الانصاری

۶۷۔ عمارة المسجد النبوی الشریف فی العصرین الاموی و العباسی / مؤلف: محمد حمزہ حداد،
طبع مکتبة زہراء الشرق قاہرہ

۶۸۔ عمارة الحرم النبوی الشریف / مؤلف: شیخ سمیر وملوح

۶۹۔ عمارة المسجد النبوی الشریف (تاریخی عمارات کا جائزہ) / مؤلف: محمد حمزہ حداد، طبع ریاض

۷۰۔ عمدة الاخبار فی مدینة المختار / مؤلف: شیخ احمد بن عبد الحمید عباسی، طبع المکتبة العلمیة مدینہ منورہ

۷۱۔ عمل اہل المدینة / مؤلف: عطیہ محمد سالم

۷۲۔ العنایة بالمسجد النبوی الشریف و اثرہا فی خدمة الاسلام / مؤلف: عبد العزیز بن عبد الرحمن الحصین،
طبع المملکة العربیة السعودیة

۷۳۔ عنوان النجابة فی معرفة من مات بالمدینة من مشاہیر الصحابة / مؤلف: شیخ مصطفی بن محمد بن عبد اللہ العلوی
الرافعی طبع المکتبة العلمیة مدینہ منورہ

۷۴۔ الفصول السنیة فی الفلاحة المدنیة / مؤلف: محمد کبریت الحسینی

۷۵۔ فصول من تاریخ المدینة المنورة / مؤلف: شیخ علی حافظ، طبع شرکة المدینة للطباعة والنشر

۷۶۔ فضائل سیدة البلدان و موجز ماوقع فیہا من احداث سید و الرعدنان ﷺ / مؤلف: شیخ عبد الفتاح
جمیل بری

۷۷۔ فضائل المدینة المنورة / مؤلف: امام ابوسعید مفضل بن محمد بن ابراہیم الجندی الیمنی المتوفی ۳۰۸ھ، طبع
مکتبہ دار التراث مدینہ منورہ

۷۸۔ فضائل المدینة المنورة / مؤلف: امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی المتوفی ۹۴۲ھ، طبع دار الکلم الطیب دمشق

۷۹ فضائل المدینۃ المنورۃ/مؤلف: شیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر، طبع دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ

۸۰ فضائل المدینۃ المنورۃ/مؤلف: شیخ محمد المالکی

۸۱ الفلاحۃ المدنیۃ لبلدۃ خیر البریۃ/مؤلف: شیخ ابراہیم بن احمد حمدی خرپوتی، طبع دار الاشاعۃ الزراعی مدینہ منورہ

۸۲ فی ظلال الحرمین/مؤلف: شیخ محمد کامل

۸۳ القبۃ الخضراء ومسجد رسول اللہ ﷺ الشریف/مؤلف: شیخ احمد محمد صالح الحسینی، طبع مدینہ منورہ

۸۴ قضاۃ المدینۃ المنورۃ (من عام ۹۶۳ھ الی عام ۱۴۱۸ھ)/مؤلف: عبداللہ بن محمد زاحم،
طبع مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ

۸۵ کشاف کتاب تاریخ المدینۃ المنورۃ (اخبار المدینۃ النبویہ)/مؤلف: امام عمر بن شبہ نمیری، طبع مدینہ منورہ

۸۶ لمحات عن المدینۃ النبویۃ/مؤلف: عمر محمد فلاتہ، طبع مکتبہ اہل الحدیث مدینہ منورہ

۸۷ مجتمع المدینۃ فی عہد الرسول ﷺ/مؤلف: ڈاکٹر عبد العزیز بن ادریس، طبع جامعۃ الملک سعود ریاض

۸۸ مجتمع المدینۃ فی عہد الرسول ﷺ/مؤلف: ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی، طبع دار الاعتصام قاہرہ

۸۹ المدینۃ فی العصر الاموی/مؤلف: محمد حسن شراب طبع دار التراث بیروت دمشق

۹۰ المدینۃ فی العصر الایوبی/مؤلفہ: عائشہ باقاسی، طبع الثقافی مکہ مکرمہ

۹۱ المدینۃ فی العصر الجاہلی/مؤلف: محمد العید الخضراوی، طبع مؤسسۃ علوم القرآن دمشق

۹۲ المدینۃ المنورۃ بین الادب والتاریخ/مؤلف: ڈاکٹر عاصم حمدان علی حمدان النادی، طبع مدینہ منورہ

۹۳ المدینۃ المنورۃ بین الماضی والحاضر/مؤلف: ابراہیم بن علی العیاشی، طبع المکتبۃ العلمیہ مدینہ منورہ

۹۴ المدینۃ النبویۃ/مؤلف: محمد حسن شراب، طبع دار البشائر بیروت

۹۵ المدینۃ المنورۃ عبر التاریخ الاسلامی/مؤلف: شریف احمد بن محمد صالح حسینی، طبع مکتبہ دار العروبۃ کویت

۹۶ المدینۃ المنورۃ عاصمۃ الاسلام الاولیٰ/مؤلف: ڈاکٹر محمد سید وکیل، طبع دار المجتمع للنشر والتوزیع جدہ

۹۷ المدینۃ المنورہ فی آثار المؤلفین والباحثین قدیما وحدیثا/مؤلف: عبداللہ ابن عبد الرحیم عسیلان

۹۸ المدینۃ المنورۃ فی مائۃ مخطوط/مؤلف: ڈاکٹر ملا مصطفی عمار، طبع مدینہ منورہ

۹۹ المدینة فی التاریخ / مؤلف: عبدالسلام ہاشم حافظ، طبع مدینہ منورہ

۱۰۰ المدینة المنورة فی صدر الاسلام / مؤلف: ڈاکٹر محمد عید خطراوی، طبع مؤسسۃ علوم القرآن دمشق

۱۰۱ المدینة المنورة فی عہد الرسالة من حدیث القرأن الکریم وبیان السنة المطہرة / مؤلف: محمد الراوی، طبع العبیکان ریاض

۱۰۲ المدینة المنورة معالم واحداث / مؤلف: محی الدین امام، طبع مطابع جامعۃ المنصورہ

۱۰۳ المدینة المنورة معالم وخضارة، مؤلف: محمد السید الوکیل، طبع دار القلم دمشق

۱۰۴ المساجد الاثریة فی المدینة النبویة، مؤلف: محمد الیاس عبدالغنی، طبع مطابع الرشید مدینہ منورہ

۱۰۵ المسجد النبوی الشریف ومسجد قبا / مؤلف: ڈاکٹر محمد عبدالعظیم، طبع دار الصحابۃ للتراث

۱۰۶ معالم المدینة المنورة بین العمارة والتاریخ / مؤلف: انجینئر عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کعکی

۱۰۷ معالم دار الہجرة / مؤلف: یوسف عبدالرزاق، طبع المکتبۃ العلمیۃ مدینہ منورہ

۱۰۸ معجم ما الف عن المدینة المنورة قدیما وحدیثا / مؤلف: ڈاکٹر عبدالرزاق فراج الصاعدی، طبع المکتبۃ العصریۃ جدہ

۱۰۹ المغانم المطابة فی معالم طابة / مؤلف: امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس، طبع دار الیمامہ ریاض

۱۱۰ مل ء العیبة بما جمع بطول الغیبة فی الوجهة الوجیهة الی الحرمین مکة وطابة
مؤلف: شیخ محمد بن عمر بن رشید الفہری، طبع دار الغرب الاسلامی

۱۱۱ المنابل الصافیة العذبة فی بیان ماخفی من مساجد طیبة / مؤلف: شیخ ابراہیم عباس المدنی الصدیقی، طبع مطابع الرشید مدینہ منورہ

۱۱۲ النبذة اللطیفة فی فضائل المدینة الشریفة / مؤلف: محمد احمد الافلقی، طبع دار ابن حزم بیروت

۱۱۳ نزہة الناظرین فی مسجد سید الاولین والآخرین

۱۱۴ وادی الفرع / مؤلف: محمد بن صالح البلیہی، طبع مدینہ منورہ

۱۱۵ الوفا باخبار طیبة والمصطفی ﷺ / مؤلف: محمد علی صالح قرنی، طبع مکتبہ دار جوامع الکلم قاہرہ

۱۱۶ وفاء الوفا باخبار دار المصطفی ﷺ / مؤلف: امام نور الدین علی بن عبد اللہ السمہودی المتوفی ۹۱۱ھ
طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۱۷ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام / مؤلف: شیخ الاسلام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی المتوفی ۷۵۶ھ
طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۱۸ تحفۃ الزوار الی قبر النبی المختار / مؤلف: شیخ الاسلام احمد بن محمد ابن حجر ہیتمی مکی المتوفی ۹۷۳ھ
طبع دار الصحابۃ للتراث طنطا قاہرہ

۱۱۹ الانباء المبینۃ عن فضل المدینۃ / مؤلف: مورخ کبیر حافظ قاسم بن عساکر المتوفی ۶۰۰ھ

۱۲۰ حسن التوسل فی اٰداب زیارۃ افضل الرسل / مؤلف: شیخ الاسلام عبد القادر الفاکہی المتوفی ۹۸۲ھ،
طبع مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ قاہرہ

۱۲۱ عقد الدرر فی فضل زیارۃ خیر البشر / پیشکش: جمعیۃ المشاریع الخیریۃ الاسلامیۃ، طبع المکتبۃ التخصصیہ للرد علی الوہابیۃ

۱۲۲ اربعون حدیثا فی زیارۃ النبی ﷺ / مؤلف: ڈاکٹر محمود احمد زین، طبع حلب السوریۃ

۱۲۳ زیارۃ رسول ﷺ قبس من احکامہا و اٰدابہا / مؤلف: ڈاکٹر محمود احمد زین، طبع دار الجوث الاسلامیۃ دوبئی

۱۲۴ الزیارۃ فی الکتاب و السنۃ / پیشکش: المکتبۃ التخصصیہ للرد علی الوہابیۃ بیروت

۱۲۵ المناقشۃ مع ابن تیمیہ فی الزیارۃ (زیارۃ النبی ﷺ احکامہا و اٰدابہا) / مؤلف: ڈاکٹر محمود احمد الزین،

۱۲۶ الذخائر القدسیۃ فی زیارۃ خیر البریۃ / مؤلف: الشیخ عبد الحمید بن محمد علی ابن الخطیب المتوفی ۱۳۳۰ھ،

۱۲۷ جذب القلوب الی دیار المحبوب / مؤلف: شیخ الاسلام عبد الحق محدث دہلوی المتوفی 1052ھ۔ طبع دار النور لاہور

تنبیہ:

یہ جتنی کتب فضائل و تاریخ و زیارت مدینہ طیبہ کے حوالہ سے درج کی گئی ہیں انتہائی قلیل عدد میں بیان کی گئی ہیں "ولکن ماذکرنا فیہا کفایۃ لمن لہ درایۃ" ان کے علاوہ فقہ، تاریخ، رجال، حدیث، شروح حدیث، شروح فقہ، تفاسیر وغیرہ فنون کی کتب میں جلیل القدر ائمہ دین نے حسب استطاعت "زیارت رسول ﷺ" کے عنوان سے ابواب و فصول باندھے ہیں اور ان میں انتہائی عمدہ طریقہ سے "زیارت رسول ﷺ" کے آداب و فضائل کو بیان فرمایا ہے۔ فجزاھم اللہ خیراً

تذکرہ مصنف کتاب:

نام ونسب: الحافظ الکبیر محب الدین، ابوعبداللہ محمد بن محمود بن حسن بن ہبۃ اللہ بن محاسن ابن النجار البغدادی۔

تاریخ پیدائش: تیئس (۲۳) ذوالعقدہ کی رات ۵۷۸ھ میں شہر بغداد میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: ذیل تاریخ بغداد کے محقق شیخ قیصر فرح لکھتے ہیں:

آپ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ گھرانہ علم وفضل ومعرفت میں چہار سو مشہور ومعروف تھا۔ ابھی آپ بالکل چھوٹے بچے ہی تھے کہ والد گرامی کا سایہ اٹھ گیا۔ بعدازاں آپ کے (والد کی طرف سے باپ شریک) بھائی شیخ المیراث علامہ علی بن محمود البزاز رحمہ اللہ نے انتہائی نگہداشت کے ساتھ آپ کی پرورش کی۔ انہیں کے بارے میں آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

میرے والد گرامی تو میرے بچپن ہی میں وصال کر گئے تھے، ابھی میری عمر سات سال بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ میرے بھائی علی بن محمود پر رحم فرمائے جنہوں نے انتہائی احسن طریقہ سے میری پرورش کی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نماز کے لئے مساجد، اور جمعہ کی ادائیگی کے لئے جوامع اور عیدین کی نماز کی ادائیگی کے لئے عیدگاہ کی طرف لے جاتے تھے، حتی کہ حج کرنے کے لئے جب گئے تو مجھے اپنے کندھے پر بٹھا کر ارکان حج ادا کروائے۔

فَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنِّیْ خَیْرًا فَھُوَ وَالِدِیْ وَاَخِیْ

اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے یہ میرے بھائی بھی تھے اور میرے باپ کے درجہ میں بھی تھے۔

(مقدمہ ذیل تاریخ بغداد: ج ۱۶ ص ۷، طبع دارالفکر بیروت)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن نجار رحمہ اللہ نحو، قراءت، ادب، حدیث وغیرہ علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

طلبِ علم کے لئے سفر:

اٹھائیس (۲۸) سال کے عرصہ تک آپ تحصیل علم کے لئے مصروف رہے۔ اوران شہروں کی طرف سفر فرمائے:

شام، مصر، حجاز مقدس، اصبہان، خراسان، مرو، نیشاپور، مدینہ طیبہ، خراسان، اسکندریہ۔

پھر بالآخر اپنے علاقہ بغداد شریف میں واپس تشریف لائے اور مخلوق خدا کو علم کی شمع سے منور کرتے رہے۔

دینی مدارس میں تدریس:

اولاً کسی مدرسہ میں تدریس نہیں فرمائی، بعدازاں ایک عرصہ تک "مدرسہ مستنصریہ" میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔

اساتذہ کرام:

امام ابن نجار رحمہ اللہ کے اساتذہ بہت زیادہ ہیں جن کا شمار نہایت مشکل ہے، ان کے کچھ اساتذہ ومشائخ کا ذکر ڈاکٹر قیصر فرح نے ذیل تاریخ بغداد کے مقدمہ میں کر دیا ہے۔ فانظرہ ہناک

تلامذہ:

امام ابن نجار رحمہ اللہ حدیث، فقہ، تفسیر بالخصوص تاریخ اسلام کے کوہ ہمالیہ تھے۔ آپ امام ذہبی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین ومؤرخین کو دیکھیں گے کہ امام ابن نجار رحمہ اللہ کی تاریخ پر اپنی اپنی کتب میں کامل طور پر اعتماد کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دور دراز کے علاقہ جات سے علماء وطلباء ان سے کسب فیض کے لئے آنے لگے۔

حتیٰ کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور ڈاکٹر قیصر فرح کے بقول ان کے تلامذہ کی تعداد میں تقریباً تین ہزار مرد (۳۰۰) اور چار سو (۴۰۰) خواتین شامل ہیں۔

(البداية والنهاية: ج ۱۵ ص ۲۵۴، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

وفات:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حافظ ابن نجار رحمہ اللہ بروز منگل پانچ شعبان المعظم ۶۴۳ھ کو پچھتر (۷۵) سال کی عمر مبارک میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مدرسہ جامعہ نظامیہ بغداد میں آپ رحمہ اللہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

اور ان کی نماز نمازہ میں مخلوق خدا کا ایک جم غفیر تھا۔ اور ان کے جنازہ مبارکہ کے چاروں اطراف میں منادی یہ ندائیں دے رہے تھے:

هذا حافظ حديث رسول الله ﷺ الذی كان ينفی الكذب عنه۔

لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے حافظ کا جنازہ ہے، جو پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کے محافظ تھے اور حدیث مبارک سے جھوٹ کا قلع قمع کرتے رہے۔ (البداية والنهاية ج ۱۵ ص ۲۵۵، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

مؤرخین ومحدثین کے آپ کے بارے میں کلماتِ تحسین:

شیخ ڈاکٹر قیصر فرح امام ذہبی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ النَّجَّارِ اِمَامًا ثِقَةً حُجَّةً مُقْرِئًا مُجَوِّدًا حُلْوَ الْمُحَاضَرَةِ كَيِّسًا وَ مُتَوَاضِعًا

ابن نجار امام، قابل اعتماد، حجت، قراءت وتجوید کے استاذ، انتہائی شیریں گفتگو والے، دانشور اور انتہائی عاجزی وانکساری والے تھے۔

(مقدمة الذیل علی تاریخ بغداد: ج ۱۶، ص ۱۶، طبع دار الفکر بیروت)

تصنیفات وتالیفات:

یاد رہے! امام ابن نجار رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں، جن میں سے کچھ اصول، حدیث، تفسیر، اور محاسن وآداب پر مشتمل ہیں اور زیادہ تر محدثین کی تواریخ پر مشتمل ہیں۔

جو سب کی سب مؤلف کی ذہانت وفطانت، عمق نظری اور وقت رائی اور تفحص وتتبع شدید کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے چند کتب کا تعارف پیش خدمت کر دیتے ہیں، یاد رہے ان کتب کے اسماء اور خود مؤلف رحمہ اللہ کے حالات ہم نے "البدایہ والنہایہ" اور مقدمہ ذیل تاریخ بغداد سے اخذ کئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ذیل تاریخ مدینة السلام واخبار فضلائها الاعلام ومن وردها من علماء الانام:

یاد رہے یہ کتاب اصل میں شیخ الاسلام ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی "تاریخ بغداد" پر ذیل ہے۔ تاریخ بغداد مکمل مطبوع ہے، مگر اس ذیل کی تاحال تقریباً چار، پانچ جلدیں طبع ہو سکی ہیں۔ اور یہ اصل کتاب کتنی جلدوں میں ہے؟ اس بارے میں مختلف رائے ہیں:

امام ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ کے بقول اس ذیل کی سولہ جلدیں ہیں۔ جبکہ امام تاج الدین سبکی اور امام صفدی رحمہما اللہ کے بقول اس ذیل کی تیس (۳۰) جلدیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

(مقدمة الذیل علی تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۲، طبع دار الفکر)

۲۔ القمر المنیر فی المسند الکبیر

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کتاب میں مؤلف رحمہ اللہ نے ہر صحابی سے اپنی مروی احادیث کا ذکر کیا ہے۔

یاد رہے یہ کتاب غیر مطبوع ہے۔

۳ المختلف و المؤتلف

اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر و باہر ہے، مگر یہ کتاب بھی تا حال غیر مطبوع ہے۔

۴ السابق و اللاحق

اس کتاب کا موضوع بھی تھوڑی سی علم اسماء الرجال سے واقفیت رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے، مگر یہ کتاب بھی غیر مطبوع ہے۔

۵ المتفق و المتفرق

اس کا عنوان ظاہر ہے، یہ بھی غیر مطبوع ہے۔

۶ کتاب الالقاب

یہ بھی اپنے مسمی پر خوب واضح ہے، یہ بھی غیر مطبوع ہے۔

۷ کنز الایام فی معرفۃ السنن و الاحکام

احادیث احکام اس کتاب کا موضوع ہے۔ یہ بھی غیر مطبوع ہے۔

۸ نہج الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ مگر تا حال غیر مطبوع ہے۔

۹ الکمال فی اسماء الرجال

فن جرح و تعدیل کے موضوع پر یہ کتاب ہے۔ تا حال غیر مطبوع ہے۔

۱۰ نسب المحدثین الی الاباء و البلدان

اسماء الرجال سے متعلق اس کا موضوع ہے۔ تا حال غیر مطبوع ہے۔

۱۱ معجم الشیوخ

مصنف رحمہ اللہ کے اپنے شیوخ کرام کے حالات اور ان کی روایات کے متعلق اس کا موضوع ہے۔ تا حال غیر مطبوع ہے۔

۱۲ جُنۃ الناظرین فی معرفۃ التابعین

تابعین عظام کی معرفت سے متعلق اس کا موضوع ہے۔ تا حال غیر مطبوع ہے۔

۱۳ العقد الفائق فی عیون اخبار الدنیا و محاسن تواریخ الخلائق۔

تاریخ کے موضوع پہ یہ کتاب ہے۔ تاحال غیر مطبوع ہے۔

۱۴ نزهة الوریٰ فی اخبار ام القرای

مکہ مکرمہ کی تاریخ پر اس کتاب کا موضوع ہے۔

۱۵ روضة الاولیاء فی مسجد ایلیاء

بیت المقدس کی تاریخ اور فضائل پر مشتمل ہے۔ غیر مطبوع ہے۔

۱۶ الازهار فی انواع الاشعار

علم عروض وقوافی پر ہے۔ تاحال غیر مطبوع ہے۔

۱۷ انواع الزهر فی محاسن شعر شعراء المصر

غیر مطبوع ہے۔

۱۸ سلوة التوحید

توحیدِ الٰہی کے موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔ غیر مطبوع ہے۔

۱۹ غرر الفوائد

یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے۔ مگر تاحال غیر مطبوع ہے۔

۲۰ مناقب الامام الشافعی

غیر مطبوع ہے۔

۲۱ نشوار المحاضرة

غیر مطبوع ہے۔

۲۲ مجموع غرر الفوائد و منثور درر القلائد

غیر مطبوع ہے۔

۲۳ اخبار المشتاق الی اخبار العشاق

غیر مطبوع ہے۔

۲۴ الشافی فی الطب

علم طب کے موضوع پر یہ کتاب ہے، مگر تا حال غیر مطبوع ہے۔

۲۵ الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ (کتاب ہذا)

یہ وہ مبارک کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب بحمد اللہ مطبوع ہے اور مختلف مکتبات سے شائع ہو چکی ہے۔

عرضِ حال:

فروری ۲۰۱۰ء میں جب ربِ ذوالجلال نے فقیر غفرلہ کو اپنے گھر مبارک کی اور اپنے پیارے حبیب صاحبِ لولاک ﷺ کے مقدس و معطر شہر مدینہ طیبہ کی زیارت کا شرف عطا فرمایا تو اس وقت دیگر مختلف کتب کے ساتھ ساتھ اس مبارک کتاب پر بھی نظر پڑی تو فوراً ہی اسے خرید لیا اور ادھر ہی عزمِ مصمم کر لیا کہ ان شاء اللہ العزیز اس کا اردو ترجمہ ضرور کروں گا۔ بعد از وطن واپسی اس کا اردو ترجمہ شروع کر دیا۔

ترجمہ کی تاخیر کا سبب:

کچھ ذاتی مصروفیات اور نامساعد حالات کی وجہ سے کتاب ہذا کے ترجمہ کی تکمیل میں تاخیر ہوگئی۔ بالخصوص اس وقت تو بالکل ہی ترجمہ کا کام رک گیا جب مجھے ایک مہلک بیماری نے گھیر لیا، تقریباً دس (۱۰) ماہ تک ترجمہ کا عمل معطل رہا۔ جب خالق قدوس جل وعلا نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے مجھے صحت عطا فرمائی تو فوراً ترجمہ کا عمل بھی شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے آئندہ مجھے اپنی حفظ و امان میں رکھے اور مجھ ناکارہ سے بھی کچھ دین متین کی خدمت لے لے۔ آمین

مگر تاخیر شدید کے باوجود اس کا ترجمہ مکمل ہو کر بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔

بس حضور رحمت عالم ﷺ کی نظر کرم اور بزرگان دین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

اسلوبِ کتاب:

اس کتاب کا مکمل طور پر اسلوب بیان حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز نے باب اول میں خود بیان فرما دیا ہے۔ اور اس

کتاب میں تمام مباحث نہایت دلچسپ ہیں۔ البتہ ہم نے اس کتاب کے باب ''زیارة النبی ﷺ'' کو ذیل میں قصداً قدرے تفصیل وتطویل اور تحقیق وتخریج کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یاد رہے اس تطویل سے ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ معترضین و معاندین کے لئے ''زیارتِ رسول ﷺ'' کے حوالہ سے اعتراض وعناد کی گنجائش باقی نہ رہے۔ والہدایۃ عند اللہ۔

خصوصیاتِ ترجمہ:

☆ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ زیرِ نظر کتاب کا ترجمہ محض لفظی نہیں، بلکہ عام فہم سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز عام قاری بھی اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے گا۔

☆ البتہ بعض وضاحت طلب مقامات پر توضیح حاشیہ میں کردی گئی ہے اور جان بوجھ کر قصداً طویل مباحث سے اعراض کیا گیا ہے۔

☆ لیکن گنجلک ومغلق مباحث کی تشریح ذرا ضروری تھی اور وہ بھی ہم نے حاشیہ میں کردی ہے جس سے کتاب کی افادیت کو بحمدہ تعالیٰ چار چاند لگ گئے۔

☆ حتی الامکان اصل عبارت میں موجود آیاتِ قرآنیہ کی تخریج اور احادیثِ طیبہ کے مصادر ومراجع کی تحقیق وتخریج بھی اصل عبارت کے ساتھ بریکٹ ( ) لگا کر منسلک کردی گئی ہے۔

☆ ہم نے بعض مقامات پر کتاب ہذا کے محقق کی تخریج پر اعتماد کیا ہے، مگر حتی الامکان دیگر کتب کے تفحص اور تصفح کے بعد۔

☆ نیز حضرت مصنف قدس سرہ العزیز کی بیان کردہ احادیث وآثار کی تمام اسانید کا مکمل ترجمہ کردیا گیا ہے، کسی راوی کا نام نہیں چھوڑا گیا، حتی کہ سند کے صیغ الاداء کا بھی مثلاً: حدثنا، اخبرنا، قرئ علی فلان، عن فلان، قال فلان، انبانا فلان وغیرہ/ جیسے تھے اسی کے مطابق ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ تاکہ ان مخالفین کے لئے اعتراض کا محل ہی باقی نہ رہے جو بظاہر اسانید کا مطالبہ کرتے ہیں، مگر حقیقت میں احادیث مبارکہ پر عمل پیرا ہونے سے کوسوں دور ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مقامِ تشکر وامتنان:

حضور رسالت مآب ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ'' ... اس سلسلہ میں:

☆ **اولاً:** میں شکر گذار ہوں محسن اہلسنت محب العلماء محقق العصر مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور کا جنہوں نے اپنے ذاتی کتب خانہ سے ''کتاب ہذا'' کے ایک نسخہ کے ساتھ ساتھ دیگر کتب سے میری مدد فرمائی اور کتاب

ہذا کے اردو ترجمہ کے لئے مجھے تیار فرمایا اور اس کی بے حد افادیت کا احساس دلایا، یہاں تک کہ بفضلہٖ تعالیٰ کتاب ہذا کا اردو ترجمہ مکمل ہو گیا۔

اور مفکر اسلام علامہ محمد خلیل الرحمن قادری صاحب زید شرفہ ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ وملی مجلس شرعی لاہور کا جنہوں نے ازراہ محبت کتاب ہذا پر تاثرات عالیہ قلمبند فرماے اور ان کے مفید مشوروں سے کتاب ہذا پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

فجزاھما اللہ تعالیٰ فی الدارین

☆ **ثانیاً:** میں شکر گذار ہوں محترم جناب حاجی محمد عبد الرشید فاروقی صاحب زید حُبہ کا جنہوں نے اپنی خصوصی دعاؤں کے ساتھ ساتھ کتاب ہذا کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ اللہ عزوجل ان کو اور ان کے صاحبزادہ محترم جناب محمد احمد فاروقی صاحب زید لُطفہ کو دین، دنیا اور آخرت کی سعادت، عافیت، اور سلامتی نصیب فرمائے۔ حق تو یہی ہے کہ قبلہ حاجی صاحب ہی کے سایہ عاطفت میں کتاب ہذا کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ فی الدارین

☆ **ثالثاً:** میں اپنے مشفق استاذ شیخ العلماء والفضلاء امام المناطقہ عمدۃ المدرسین جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث والتفسیر الحاج الحافظ محمد عبد الستار سعیدی مد اللہ ظلہ، ناظم تعلیمات وشیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا بھی شکر گذار ہو جنہوں نے ازراہ شفقت و بے پناہ محبت فقیر راقم الحروف کی کتاب ہذا پر نہایت جامع اور مدلل انداز میں اپنے تاثرات عالیہ ثبت فرمائے۔ فجزاہُ اللہ تعالیٰ فی الدارین ونفعنا بعلومہ وبرکاتہ۔

☆ **رابعاً:** میں شکر گذار ہوں استاذ الکل جانشین شیخ سعدی حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری زید مجدہ الکریم (سابق) سینئر استاذ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جنہوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود وقت نکال کر فقیر کی کتاب ہذا پر اپنے تاثرات قلمبند فرمائے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

☆ **خامساً:** میں شکر گذار ہوں فاضل اجل عمدۃ المدرسین استاذی الحافظ القاری احمد رضا سیالوی حفظہ اللہ سینئر مدرس ونائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جنہوں نے انتھک کتاب ہذا پر تقریظ مبارک سپرد قلم فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

☆ **سادسًا:** میں شکرگزار ہوں استاذ العلماء فاضل جلیل عالم نبیل مفید الطلبہ استاذی المکرم علامہ مولانا حافظ دل محمد چشتی سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر کتاب ہذا کے بارے میں تاثرات قیمہ سے نواز کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاللہ تعالیٰ فی الدارین

☆ **سابعًا:** ان حضرات کا بھی میں شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں، یا دعاؤں میں میری معاونت فرمائی۔ میری مراد: محترم جناب قاری محمد شرافت حسین۔ محترم جناب قاری محمد محبوب حسین۔ محترم جناب مطلوب حسین چولانی۔ حافظ قاری عاشق حسین چشتی عبیدی صاحب۔ حافظ محمد شیراز حسین چولانی۔ محمد ندیم احمد۔

ثامنًا: میں شکرگزار ہوں قاری حافظ محمد عدنان صاحب اور جناب حافظ محمد اعظم صاحب سرپرست مکتبہ حماد کا اور علامہ محمد عمران عنصر صاحب کا جنہوں نے نہایت جانفشانی اور دل لگی سے حروف سازی وحسن مشاورت میں میری معاونت فرمائی۔ نیز محترم جناب حافظ محمد عاصم صاحب زید شرفہ کو بھی اللہ تعالیٰ دارین کی سعادتیں عطا فرمائے جنہوں نے اس کتاب سے پہلے میری ایک کتاب ''لعاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات'' کی اشاعت کا اہتمام فرمایا۔

واسأل اللہ المولی ان یرزقنا زیارۃ نبی ھذہ الامۃ ﷺ فی الدنیا والأخرۃ وان یحشرنا تحت لوائہ یوم القیامۃ

از مترجم: ابو احمد محمد اللہ بخش قادری تونسوی غفرلہ

سابق مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

حال مدرس: جامعہ اسلامیہ لاہور

امام وخطیب جامع مسجد سید الکونین (99)k بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

١٦۔ اکتوبر۔ ٢٠١٦۔ ١٤ محرم الحرم ١٤٣٨ھ

بروز اتوار۔ بوقت ٨:٠٠۔ بعد صلوۃ العشاء الاخرۃ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ

آغازِ کتاب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا يَقْتَضِيْ مِنْ اِحْسَانِهِ الْمَزِيْدَ وَ يُبَلِّغُنَا مِنْ رِضْوَانِهٖ مَا نُؤَمِّلُ وَ نُرِيْدُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مَنْ هَدَانَا اِلَى الْمَنْهَجِ السَّدِيْدِ مُحَمَّدِنِ الَّذِيْ هُوَ عَلٰى اُمَّتِهٖ شَهِيْدٌ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ ذَوِي الْمَجْدِ الْمَشِيْدِ مَا سَارَ رَاكِبٌ فِي الْبِيْدِ:

حمد وصلوۃ کے بعد!

سببِ تالیف:

جب میں شہرِ نبی ﷺ میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی زیارت سے سعادت مند ہوا، اور میں نے وہاں سکونت اختیار کر لی، تو میرا اہل علم و فضل وصلاح کی ایسی جماعت سے گٹھ ہوا جو مستقل مدینہ شریف میں قیام پذیر تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں اپنی خوشنودی والی راہ پر چلائے، تو انہوں نے مجھ سے فضائل مدینہ اور اخبارِ مدینہ سے متعلق سوال کیا تو اس حوالہ سے اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں مستحضر تھا وہ سب کچھ میں نے انہیں بتا دیا، پھر انہوں نے کتابی صورت میں یہ سب کچھ لکھنے کی فرمائش کی، تو میں نے ان سے یہ وجہ بتاتے ہوئے معذرت کر لی کہ حافظہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، تاہم اگر (یہاں) میری کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں تو میں اس موضوع پر تفصیلی بحث لکھتا اور جامع کتاب تیار کرتا، لیکن انہوں نے مجھ پہ شدید اصرار کیا۔ اور کہا:

تَحْصِيْلُ الْيَسِيْرِ خَيْرٌ مِنْ فَوَاتِ الْكَثِيْرِ وَهٰذِهِ الْبَلْدَةُ مَعَ شَرَفِهَا قَدْ خَلَتْ مِمَّنْ يَّعْرِفُ مِنْ اَخْبَارِهَا شَيْئًا وَنَحْنُ نُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ بِهَا اَثَرٌ صَالِحٌ تُذْكَرُ بِهٖ۔

''بہت کچھ کھونے سے کچھ کھونا بہتر ہے اور یہ عظیم شہر باوجودیکہ نہایت مقدس و مشرف ہے لیکن یہ ان لوگوں سے خالی ہے جو اس کے بارے میں تھوڑی سی معلومات رکھتے ہوں اور ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کوئی ایسا نیک کام کر جائیں

جس کی وجہ سے خیر کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا رہے"

سو میں نے ان سے برکت حاصل کرنے اور ان کے حکم کی تعمیل کو غنیمت سمجھتے ہوئے، ان کے حقِ جوار اور صحبت کو پورا کرتے ہوئے، نیز اللہ تعالیٰ سے دارِ ہجرت اور منبعِ وحی (مدینہ منورہ) کے فضائل نشر کرنے، اس شہر کی تاریخ ذکر کرنے، اس شہر میں قیام کرنے کی ترغیب اور اس شہر کے مکین ﷺ کی زیارت کی ترغیب لکھنے کا اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے ان کی اس فرمائش پر لبیک کہہ دیا۔ میں نے اس سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خیر طلب کی (استخارہ کیا)۔ اور میں اس کتاب میں وہی کچھ درج کروں گا جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی حسن توفیق سے مجھے بآسانی میسر ہوگا۔

فائدہ: یاد رہے میں نے اکثر روایات اسناد بیان کیے بغیر ذکر دی ہیں، کیونکہ اصل کتابیں میرے پاس نہ تھیں۔ اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو اپنی رضا اور اپنے قرب کا ذریعے بنائے اور ہمارے لیے اور ان دوستوں کے لیے دنیا اور آخرت میں نفع بخش بنائے، بلاشبہ وہ ہر چاہت پر قادر ہے۔

میں نے اس کتاب کو اٹھارہ ابواب پر تقسیم کیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی درست کام کی توفیق نصیب فرمانے والا ہے۔

ابواب کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

پہلا باب: مدینہ طیبہ کے مبارک نام اور اس کے اولین باشندوں کے بیان میں۔

دوسرا باب: مدینہ طیبہ کے فتح ہونے کا بیان۔

تیسرا باب: نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مدینہ شریف کی طرف ہجرت کا بیان۔

چوتھا باب: مدینہ طیبہ کے فضائل کے بیان میں۔

پانچواں باب: مدینہ طیبہ کے حرم اور حدودِ حرم کے بیان میں۔

چھٹا باب: وادی عقیق اور اس کی فضلیت کے بیان میں۔

ساتواں باب: مدینہ طیبہ کے کنویں اور ان کی فضلیت کے بیان میں۔

آٹھواں باب: اُحد پہاڑ کی فضلیت اور شہداء اُحد کے فضائل کے بیان میں۔

نواں باب: مدینہ طیبہ سے قبیلہ بنونضیر کی جلاوطنی کے بیان میں۔

دسواں باب: مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھودنے کے بیان میں۔

گیارہواں باب: مدینہ طیبہ میں بنو قریظہ کے قتل کے بیان میں۔

بارہواں باب: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے فضائل کے بیان میں۔

تیرہواں باب: مدینہ منورہ کی تاریخی مساجد اور ان کے فضائل کے بیان میں۔

چودہواں باب: مسجد ضرار اور اس کو منہدم کرنے کے بیان میں۔

پندرہواں باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے وصال مبارک کے بیان میں۔

سولہواں باب: زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے بیان میں۔

سترہواں باب: (قبرستان) جنت البقیع شریف اور اس کی فضیلت کے بیان میں۔

اٹھارہواں باب: صحابہ کرام علیہم الرضوان و تابعین عظام اور ان کے بعد مدینہ طیبہ میں آباد ہونے والی چند ہستیوں کا تذکرہ۔

اور ہم اللہ عزوجل ہی سے راہ حق کی طرف ہدایت اور مدد طلب کرتے ہیں۔

بابِ اوّل

مدینہ طیبہ کے اسمائے مبارکہ اور اس کے اولین باشندوں کا تذکرہ:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ذاکر بن کامل نے خبر دی، انہوں نے کہا ابو علی الحداد نے میری طرف لکھا، کہ حافظ ابو نعیم نے انہیں بطور اجازت خبر دی، از ابو محمد الخلدی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمن مخزومی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن بن زبالہ نے حدیث بیان کی، از ابراہیم بن ابو یحییٰ، انہوں نے فرمایا:

تورات شریف میں مدینہ منورہ کے گیارہ نام ذکر کیے گئے ہیں:

١: مدينه ٢ ـ طيبة ٣ ـ طابة ۴ ـ مسكينة ۵ ـ جابرة ٦ ـ مجبوره ٧ ـ مرحومة ٨ ـ عذراء ٩ ـ محبة ١٠ ـ محبوبة ١١ ـ قاصمة ـ

ابن زبالہ نے کہا، از عبدالعزیز بن محمد بن موسیٰ بن عقبہ، از عطا بن مروان، از والد خود، از حضرت کعب رضی اللہ عنہ، انہوں نے فرمایا:

نَجِدُ فِيْ كِتَابِ اللهِ الَّذِيْ نُزِّلَ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِلْمَدِيْنَةِ ، يَا طَيْبَةُ يَا طَابَةُ يَا مِسْكِيْنَةُ لَا تَقْبَلِي الْكُنُوْزَ اِرْفَعِيْ اَجَاجِيْرَكِ عَلٰى اَجَاجِيْرِ الْقُرٰى

اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی اس میں ہم یہ پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف سے فرمایا:

اے پاک اور پاکیزہ زمین اے مسکینہ (قرار اور سکون والی زمین) تو خزانہ کو قبول نہ کرنا تو اپنی سطحوں کو (یعنی اپنی شان و شوکت کو) دوسری بستیوں کی سطحوں سے اُونچا رکھنا۔

عبدالعزیز بن محمد بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ تورات شریف میں مدینہ طیبہ کے چالیس نام مذکور ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ تَعَالٰى سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةً (صحيح مسلم شريف، رقم الحديث: ١٣٨٥)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کا نام طابہ (پاکیزہ زمین) رکھا ہے۔

صحیحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ

یہ یثرب میرا مدینہ ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۶۲۲۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۷۲)

شیخ ابوعبیدہ معمر بن مثنی نے کہا:

''یثرب'' ایک علاقہ کا نام ہے جس کی ایک جانب مدینہ طیبہ واقع ہے۔

مدینہ طیبہ کی ہریالیاں:

شیخ ابن زبالہ کہتے ہیں:

یثرب مدینہ شریف کی سب سے بڑی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام تھا اور یہ ''قناۃ'' کے کنارے سے ''جرف'' کے کنارہ تک واقع تھی اور ''مال'' (جسے برنی کہا جاتا ہے) کے علاقہ سے ''زبالہ'' تک تھی اور ''زھرۃ'' مدینہ طیبہ کی بڑی بستیوں میں سے ایک تھی۔ کہا جاتا ہے اس بستی میں تین سو یہودی زرگر (سنارے) آباد تھے۔

تُبّع بادشاہ کا مدینہ طیبہ میں حاضری کے لئے آنا:

نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بادشاہ تُبّع جب مدینہ طیبہ آیا تو اس نے مدینہ شریف کے باغات (اور کھیتوں) کا معائنہ کرنے کے لیے اپنا ایک قاصد بھیجا تو اس نے آکر بادشاہ کو خبر دیتے ہوئے کہا:

فَاَمَّا قَنَاةٌ فَحَبٌّ وَلَا تِبْنٌ وَاَمَّا الْحِرَارُ فَلَا حَبَّ وَلَا تِبْنَ وَاَمَّا الْجُرُفُ فَالْحَبُّ وَالتِّبْنُ۔

جہاں تک قناۃ کے علاقہ کا تعلق ہے تو اس میں اناج ہے مگر چارہ (گھاس) نہیں ہے اور حرار کے علاقہ میں اناج ہے نہ چارہ، جبکہ ''جرف'' کے علاقہ میں اناج بھی ہے اور گھاس بھی ہے۔ (یعنی انسانی خوراک بھی ہے اور مویشیوں کا چارہ بھی ہے)

مدینہ طیبہ میں قوم ''صعل'' اور ''فالح'' کے آباد ہونے کا تذکرہ:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ:

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق ہو جانے کے بعد جو قوم سب سے پہلے مدینہ شریف میں آباد ہوئی وہ قوم

''صعل'' اور ''فالح'' تھی۔ پھر حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے ان سے جہاد کیا اور ان کی قوم سے ایک لاکھ باندیاں قید کیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر ایسا کیڑا مسلط کیا جو ان کی گردنوں میں لگ گیا جس کی وجہ سے وہ سب ہلاک ہو گئے، سو میدانوں اور پہاڑوں میں ان ہی کی قبریں ہیں۔

مدینہ طیبہ میں قوم ''عمالقہ'' کا آباد ہونا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ان سے جہاد کرنا:

نیز مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے: کہ قوم عمالیق دنیا میں پھیل گئی حتی کہ مکہ اور مدینہ اور سارے حجاز میں وہ لوگ رہائش پذیر ہو گئے اور انہوں نے حد سے زیادہ فساد پھیلایا اور سرکشی کی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف جہاد کے لیے بنی اسرائیل کا ایک لشکر بھیجا، سو انہوں نے قوم عمالیق کو ارض حجاز میں قتل کر دیا اور فنا کر دیا۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

اِنَّ ضَبُعًا رُئِيَتْ هِيَ وَاَوْلَادُهَا رَابِضَةٌ فِيْ حِجَاجِ عَيْنِ رَجُلٍ مِنَ الْعَمَالِيْقِ۔

ایک بجو مادہ اور اس کے بچوں کو عمالیق کے آدمیوں میں سے ایک آدمی کی آنکھ کی اوپر والی ہڈی میں دیکھا گیا۔

(یعنی اس جگہ وہ اپنے بچوں کو پالتی رہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عمالیق کے افراد نہایت طویل قد آور تھے)۔

نیز انہوں نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ فِيْ ذَالِكَ الزَّمَانِ تَمْضِيْ اَرْبَعُ مَائِةِ سَنَةٍ وَمَا يُسْمَعُ بِجَنَازَةٍ۔

بے شک اس زمانہ میں چار چار سو سال تک کسی جنازے کی خبر نہیں سنی جاتی تھی (یعنی اس وقت انسانوں کی عمریں لمبی لمبی تھیں)۔

حجاز مقدس میں یہودیوں کے آباد ہونے کا بیان:

سرزمین حجاز میں یہودیوں کے آباد ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت ہلاک کر دیا تو وہ ملک شام چلے گئے اور وہاں کے کافروں کو ہلاک کر ڈالا اور یہودیوں کے ایک لشکر کو حجاز مقدس کی طرف بھیج دیا اور انہیں یہ حکم جاری فرمایا کہ: قوم عمالیق کا کوئی بالغ فرد زندہ نہ چھوڑنا۔ سو وہ ان کے پاس آئے اور انہوں نے قوم عمالیق اور ان کے ارقم بن ابوالارقم نامی بادشاہ کو مار ڈالا اور انہوں نے اس کے ایک نہایت حسین وجمیل بیٹے کو گرفتار کر لیا اور اسے قتل نہ کیا اور کہنے لگے کہ ہم اس کو زندہ چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے

جائیں گے، تو جو وہ اس کے بارے میں رائے دیں گے اس پر عمل کریں گے۔ سو جب یہ اس لڑکے کو اپنے ساتھ لے کر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا ہے، پس جب لوگوں کو ان کے واپس آنے کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ان سے ان کے معاملات کے حوالے سے پوچھ گچھ کی، تو انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے خلاف فتح و نصرت عطا فرمائی ہے۔ نیز انہوں نے کہا ہم نے اس جوان کے سوا ساری قوم عمالقہ کو قتل کر ڈالا ہے کیونکہ ہم نے ایسا خوبصورت جوان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو ہم نے اسے زندہ چھوڑ دیا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اس کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ (یہ سن کر) ان کی قوم بنی اسرائیل نے انہیں کہا یہ عمل کر کے تم نے اپنے نبی علیہ السلام کی مخالفت کی ہے۔ اللہ کی قسم ہم تمہیں اپنے وطن میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ پھر انہوں نے انہیں ملک شام میں داخل نہ ہونے دیا، تو اس لشکر کے لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا جب تمہیں اس شہر میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تو اب تمہارے لیے اُس شہر سے بہتر کوئی شہر نہیں جس شہر سے تم آئے ہو۔

مؤرخین نے کہا: اس وقت حجاز بڑا سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور پانی بھی کثیر تعداد میں موجود تھا، سو یہ وہ پہلا موقع تھا جب قوم عمالقہ کے بعد یہودی حجاز میں آباد ہوئے۔

تورات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہرِ مدینہ کا ذکرِ خیر:

دوسرا قول: دیگر مؤرخین لکھتے ہیں: بلکہ یہودیوں کے علماء تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے تھے کہ ایک نبی عرب سے ہجرت کر کے ایسے شہر کی طرف آئے گا جس میں کھجوروں کے باغات ہوں گے اور اس کی دونوں جانب پتھریلی زمین ہوگی۔ پس یہودی ملک شام سے اس سرزمین کی تلاش میں نکلے، سو ایک گروہ ''تیماء'' میں آباد ہو گیا اور انہوں نے وہاں کھجوروں اور باغات والی جگہ کو وطن بنالیا اور ایک گروہ آگے کی طرف مزید چلتا رہا، سو جب انہوں نے خیبر کو دیکھا تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہی وہ شہر ہے جس کی طرف وہ نبی ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، پس کچھ لوگ وہاں آباد ہو گئے اور ایک اور گروہ مزید سفر کرتا رہا اور یہ گروہ تعداد میں دو گروہوں کی بہ نسبت زیادہ تھا اور معزز بھی تھا، پھر جب انہوں نے دورانِ سفر ''یثرب'' کو دیکھا کہ یہاں کھجوروں کے جھنڈ بھی ہیں اور پتھریلی زمین بھی ہے تو انہوں نے کہا:

هٰذَا الْبَلَدُ الَّذِیْ یَکُوْنُ لَهٗ مُهَاجَرُ النَّبِیِّ اِلَیْهَا

یہ وہ شہر معلوم ہوتا ہے جہاں اللہ کے نبی ہجرت کر کے تشریف لائیں گے۔

سو یہ لوگ یہاں آباد ہو گئے۔ اور بنو نضیر اپنے لوگوں سمیت ''بطحان'' میں آباد ہو گئے اور یہ سب لوگ ''زہرہ'' میں تھے زہرہ، ''حرہ'' اور ''قف'' کے ساتھ متصل ''سافلہ'' کے درمیان واقع ہے۔ اور ''سافلہ'' میں ان کے اموال اور جائیدادیں تھیں اور ان کے اکثر لوگ مقام ''یثرب'' میں آباد ہو گئے اور یثرب وہ جگہ ہے جہاں بارش کے پانی سے چلنے والی تین ندیاں جمع ہوتی ہیں۔

اور وہ ندیاں یہ ہیں:

ا۔ بطحان۔ ٢۔ عقیق۔ ٣۔ قناۃ۔

مؤخر الذکر وادی ''زغابہ'' کے قریب ہے۔ بنو قریظہ اور ان کے ساتھی بنو ہدل اور عمرو جو ''صریح بن التوم بن سبط بن یسع بن سعد بن لاوی بن خیبر بن نحام بن نحوم بن عازر بن ہارون بن عمران علیہ السلام'' کی اولاد میں سے تھے، یہ اور ان کی پیروی میں نضر بن نجار بن خزرج بن صریح کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہ سب لوگ مدینہ طیبہ کی بلندی والے حصہ کی جانب اُترے، وہاں جہاں دو وادیاں ہیں ''مذینیب'' اور ''مہزور''۔

پھر بنو نضیر ''مذینیب'' کے پاس آباد ہو گئے اور وہاں انہوں نے جائیدادیں بنالیں، جبکہ بنو قریظہ اور بنو ہدل کے لوگ وادی ''مہزور'' میں آباد ہو گئے اور انہوں نے بھی وہاں جائیدادیں بنالیں۔ سب سے پہلے وہاں انہیں لوگوں نے کنویں کھودے اور کھیتی باڑی شروع کی اور مکانات و مضبوط قلعہ جات تعمیر کیے۔

مؤرخین کہتے ہیں: مدینہ منورہ میں یہودیوں کے بنائے ہوئے قلعوں کی کل تعداد اُنسٹھ (۵۹) ہے۔

قبیلہ اہل التہمہ کے آباد ہونے کا ذکر:

شیخ عبد العزیز بن عمران کہتے ہیں:

اوس اور خزرج سے پہلے مدینہ طیبہ میں عرب کے کچھ قبیلے آباد ہوئے تھے جن میں ''اہل التہمۃ'' بھی تھے اور یہ لوگ ''بلقیز'' کے ارد گرد پھیل گئے اور مسجد فتح سے ''یثرب'' تک ان کی آبادی تھی۔ ان کے درمیان اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک پہاڑ تھا سو ان لوگوں نے وہاں کنویں کھودے اور کھیتی باڑی کی۔

کچھ عرب قبائل کا یہود کے پاس آ کر آباد ہونے کا بیان:

مؤرخین کا بیان ہے کہ: مدینہ منورہ میں بنی اسرائیل کے یہود نے بازار قائم کر رکھے تھے جس کی وجہ سے کچھ عرب کے

قبائل ان کے پاس آ کر آباد ہو گئے اور انہوں نے وہاں قبیلہ اوس اور خزرج کے آباد ہونے سے پہلے قلعے اور مکانات تعمیر کیے اور وہ عرب کے قبائل یہ تھے:

۱۔ بنوانیف، یہ "بلی" کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ عمالقہ کی باقی ماندہ نسل میں سے تھے۔

۲۔ قبیلہ بلی سے تعلق رکھنے والے بنومزید۔

۳۔ بنومعاویہ بن حارث بن بھثہ بن سلیم بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔

۴۔ یمن کا قبیلہ بنوجذماء۔ یہ قبیلہ یمن سے آ کر آباد ہوا تھا۔

مدینہ طیبہ میں موجود قدیمی قلعوں کا ذکر:

مؤرخین کہتے ہیں:

اہل مدینہ کے مضبوط قلعے ان کی شان وشوکت اور دشمنوں سے حفاظت کا ذریعہ تھے۔ ان قلعوں میں سے کچھ کے نام مشہور ومعروف ہیں اور کچھ کے نام غیر معروف ہیں۔ کچھ قلعے سرداروں کے نام سے پہچانے جاتے تھے اور بعض قلعوں کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا کہ یہ کس کے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تذکرہ اشعار میں ملتا ہے اور کچھ کا تذکرہ اشعار میں بھی نہیں ملتا۔ یہاں مدینہ منورہ میں اہل عرب کے بنائے ہوئے کل تیرہ قلعے موجود تھے۔

قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کا مدینہ منورہ میں آباد ہونے کا بیان:

مؤرخین نے لکھا ہے کہ: طویل عرصہ تک یہودی مدینہ شریف پر قابض رہے اور انہیں کی حکومت چلتی رہی یہاں تک کہ "سیل العرم" والا وہ معاملہ پیش آیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

"سیل العرم" کیا چیز تھی۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اہل مآرب (مآرب شہر سبا کی سرزمین ہے) کی سرزمین کے رہنے والے لوگ نہایت پر امن زندگی بسر کر رہے تھے حتی کہ اکیلی عورت بغیر کسی کو اپنے ساتھ لیے گھر سے باہر نکلتی، رات ایک بستی میں اور دن دوسری بستی میں گذارتی ہوئی ملک شام پہنچ جاتی۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور یوں دعا کی:

رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا (سبا: ۱۹)

اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال۔

سو اللہ تعالیٰ نے ان پر چوہے مسلط کر دیئے اور چوہوں نے بند میں سوراخ کر دیئے حتیٰ کہ سیلابی ریلا ان پر چڑھ آیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور ان میں جو لوگ اس سیلابی ریلے سے بچ گئے وہ تتر بتر ہو گئے۔ اور بند کی چوڑائی اور لمبائی ایک ایک فرسخ تھی۔ اس بند کو لقمان الاکبر العادی (قوم عاد کا ایک شخص) نے تعمیر کرایا تھا یہ گمان کرتے ہوئے کہ پورا زمانہ (تا قیامت) اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اہل یمن اسی کا پانی پیتے تھے جو ایک ماہ کی مسافت سے آ کر جمع ہوتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ: ملک سبا کے لوگ اپنا ایک تہوار منا رہے تھے اور ان میں ہتام بن ربیعہ بن عمرو بن عامر بھی موجود تھا اور یہ شخص نجومی اور نہایت ظالم تھا، سو اس کو قبیلہ بنو عمرو نے کہا:

کوئی تو پیشینگوئی کر، اس نے کہا: میں ایسی بات کہنے والا ہوں جو تمہارے لیے نفع بخش بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے کہا: کہہ

تو اس نے چند اشعار کہے:

يَا رَبِّ مَنْ وَرَّثَ عَادًا جُرْهُمَا

اِجْعَلْ مَا رِبَ بَيْنَنَا فَأَنْعَمَا

صَحَا صَحًا غُبْرًا وَفَجًّا اَقْتَمَا

مِنْهَا لِأَنَّ الرَّكْبَ فِيْهَا اَظْلَمَا

فَأَوْحِشِ اللَّيْلَ عَلَيْهِ اَزْرَمَا

تو اس کے بعد ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

اور مروی ہے کہ عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن امرء القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد بن غوث کی بیوی طریفہ بنت ربیعہ نجومن نے اپنے شوہر سے کہا: میں نے رات خواب میں دیکھا کہ مجھے کہا گیا عنقریب بہت سارے معاملات میں تبدیلیاں ہونے والی ہیں اور بہت زیادہ تباہیاں ہونے والی ہیں اور ایک وادی سے دوسری وادی تک کے فاصلے بڑھنے والے ہیں اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک کے بھی فاصلے طویل ہونے والے ہیں اور اُسی طرح ہلاکت و بربادی ہونے والی ہے جس طرح قوم عاد اور قوم

ثمود کی ہلاکت ہوئی تھی۔

تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد وہ طریفہ نامی خاتون کہنے لگی: مجھے خواب میں کسی کہنے والے نے کہا: اب شر آنے والا ہے، ہائے اہل عرم کی بربادی۔ چند دن بعد اس نے پھر کہا میں نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے:

اے طریفہ ہر کٹھ کے لئے جدائیگی ہے اب کسی جگہ نہ ملاقات ہوگی نہ واپسی ہوگی۔

پھر تھوڑے دنوں بعد طریفہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے:

عنقریب لوگوں کا کٹھ ہونے والا ہے، کچھ بولیں گے اور کچھ خاموش رہیں گے، لیکن یہ سب مارب کی ہلاکت کے بعد ہوگا۔

اس نے پھر کہا ایک رات میرے خواب میں کسی آنے والے نے آ کر کہا:

ہر شیٔ کے لیے سبب ہوتا ہے۔

سفیدی مائل بھورے رنگ والا "دم والا بہت زیادہ بالوں والا" بہت زیادہ اون والا، سو اس نے جدا اور قریب کے درمیان کھوج لگائی اور وہ سونے کا کاسہ نہیں تھا۔ (یہ سب اس نے اپنی خوابیں بیان کی ہیں۔ واللہ اعلم)

سو اس کے بعد عمرو اپنی بیوی طریفہ کو لے کر نکلا اور دونوں "عرم" میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ بند کے پاس ایک چوہا ہے جو بند کی بنیاد کھود رہا ہے اور اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کی مدد سے پوری چٹان کو الٹ پلٹ کر رہا ہے جس کو پچاس مرد بھی نہیں ہلا سکتے۔

یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا اللہ کی قسم یہ بیان (اس خواب کی تعبیر) ہے۔ لیکن یہ سارا معاملہ اس نے اپنی قوم کے سامنے بیان نہ کیا، بلکہ اسے چھپائے رکھا۔

اور اپنے بھتیجے وداعہ بن عمرو سے کہا:

میں تمہیں بھری محفل میں گالی دوں گا اور تم مجھے طمانچہ مار دینا، سو اس نے ایسا ہی کیا اور بھتیجے نے طمانچہ مار دیا۔

تو عمرو کہنے لگا:

اللہ کی قسم میں کبھی اس شہر میں نہیں رہوں گا جس شہر میں مجھے طمانچہ مارا گیا ہے۔

کون مجھ سے میرے اموال کا خریدار بنے گا؟

راوی نے کہا: لوگوں نے اس موقعہ کو فرصت جانتے ہوئے بولی لگانی شروع کردی۔ حتی کہ اس نے سارا مال بیچ دیا۔

جب اس نے ملک سبا سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی طریفہ نے کہا:

جو شخص شراب، خمیر، گندم، جو، سونا اور چاندی کا ارادہ کرتا ہو تو وہ یا ''بصرہ'' چلا جائے یا ''سدیر'' چلا جائے۔

اور جو شخص بڑے بڑے پہاڑوں کو پسند کرے یا زمین میں روزی کی تلاش میں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کھجوروں والے باغات کے علاقہ ''یثرب'' چلا جائے۔ اور جس کے پاس طاقتور اونٹ ہو اور وہ دور دراز کے سفر پر قادر بھی ہو تو وہ سرزمین ''عُمان'' چلا جائے۔

سو ان میں سے ایک جماعت ملک ''شام'' چلی گئی جن کی قیادت طمر بن عمرو نے کی اور یہ شخص ''غسان'' کے نام سے مشہور تھا۔

اور عمران بن عامر جو قبیلہ ''ازد'' کا قائد تھا یہ اپنے قبیلہ کو لے کر سرزمین ''عمان'' چلا گیا۔

اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ ''تھامہ'' چلے گئے۔ جبکہ بنو عمرو بن ثعلبہ کے قبیلہ والے جو اوس اور خزرج کے نام سے مشہور تھے۔

اور یہ اوس اور خزرج حارثہ بن عمرو بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کے بیٹے تھے۔ یہ لوگ ''یثرب'' (یعنی مدینہ طیبہ) چلے گئے تھے۔

علماء سیر و تواریخ فرماتے ہیں:

مدینہ طیبہ میں جب اوس اور خزرج کے لوگ آئے تو اس وقت مدینہ منورہ میں یہودیوں کے چند قبائل باقی موجود تھے۔

بنو قریظہ، بنو نضیر، بنو محجم، بنو زعوراء، بنو قینقاع، بنو حجر، بنو ثعلبہ، اہل زہرہ، اہل زبالہ، اہل یثرب، بنو قصیص، بنو ماعصہ، بنو ماسکہ، بنو قمعہ، بنو زید اللات، یہ عبداللہ نامی شخص کا قبیلہ تھا۔ بنو عکوۃ، اور بنو مرانہ۔

قبیلہ اوس اور خزرج کا مدینہ طیبہ میں یہودیوں کے اموال پر قبضہ:

پھر اوس اور خزرج مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے، تو انہوں نے یہودیوں کے قبضہ میں موجود اموال اور قلعے اور باغات کی تعمیر و تجدید کی اور انہوں نے یہودیوں کے ساتھ نئے معاہدہ کی تاریخ رقم کی۔ سو اوس و خزرج، یہودیوں کے ساتھ زندگی گذارتے رہے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر انہوں نے یہودیوں سے کہا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے حلیف اور ایک دوسرے کے لیے محافظ بن جائیں۔ سو انہوں نے یہ معاہدہ پختہ کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں ساتھ دیا، یہاں تک کہ طویل عرصہ تک یہ معاہدہ باقی رہا اور اس پر عمل ہوتا رہا۔

اوس اور خزرج قبیلہ والے اس معاہدے کے سبب انتہائی مال و ثروت والے ہو گئے۔

پھر جب بنوقریظہ اور بنونضیر (یہود) نے انہیں اس قدر ترقی والی حالت میں دیکھا تو انہیں خدشہ ہوا کہ یہ کہیں ہمارے اموال اور ہماری جائیدادوں پر غالب نہ آجائیں، سو یہ دیکھ کر بنوقریظہ اور بنونضیر کے یہودیوں نے ایک دم رویہ بدلا حتی کہ کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

اور قبیلہ بنوقریظہ اور بنونضیر (یہود) کے لوگوں کے پاس اموال بھی بکثرت تھے اور اسلحہ بھی زیادہ تھا۔ یہ دیکھ کر اوس اور خزرج کے لوگ ڈر کے مارے اپنے گھروں میں محبوس ہو کر رہ گئے، انہیں خدشہ تھا کہ کہیں یہودی خفیہ چال کے ساتھ حملہ آور نہ ہو جائیں۔ حتی کہ اوس اور خزرج نے بنوسالم بن عوف بن خزرج کے بھائی مالک بن عجلان کو اپنا لیڈر بنالیا (جس کی وجہ سے یہود پر سکتہ طاری ہو گیا)۔

قبیلہ اوس وخزرج کا مدینہ طیبہ پر غلبہ حاصل کرنا اور یہودیوں کی شکست کا ذکر:

علماء مؤرخین فرماتے ہیں:

جب مالک بن عجلان قبیلہ اوس اور خزرج کا لیڈر منتخب ہوا تو دونوں قبیلہ کے لوگوں نے اس کی سیادت میں اپنی قوم میں سے ایک جماعت کو ملک شام کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ یہ جماعت ان کا حال اور ان پر یہودیوں کے تسلط کو تفصیل کے ساتھ بادشاہ کو بتائیں۔ ان کے قاصد کا نام رمق بن زید بن
امرء القیس تھا اور یہ بنوسالم بن عوف بن خزرج قبیلہ سے تعلق رکھنے والا تھا۔

اور یہ شخص نہایت بدصورت لیکن اعلیٰ قسم کا شاعر تھا، سو یہ ملک شام میں غسان کے بادشاہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ اور یہ بادشاہ بھی ''یثرب'' سے ملک شام آیا تھا۔ اور اس بادشاہ کا نام ابوجبیلہ تھا اور یہ جفنہ بن عمرو بن عامر کی اولاد میں سے تھا۔

اور دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ: یہ بنوجشم بن خزرج سے تعلق رکھنے والا تھا۔ اور اس نے ملک شام میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ سلطنت جمار کھی تھی۔ سو رمق نے اس سے اپنے حال، اور یہودیوں کے ان پر تسلط کی شکایت کی اور اسے یہ بھی بتایا کہ اس کے قبیلے والوں کو کن لوگوں سے خوف ہے اور یہ بھی بتایا کہ انہیں خدشہ ہے کہ کہیں یہودی انہیں وہاں سے نکال نہ دیں۔

غسان کے بادشاہ ابوجبیلہ کی مدینہ طیبہ آمد اور یہودیوں کے سرغنوں کا قتل:

یہ ساری گفتگو سن کر ابوجبیلہ بادشاہ بہت بڑا لشکر لے کر قبیلہ اوس وخزرج کی مدد کے لئے مدینہ طیبہ روانہ ہو گیا اور یہ عہد کر لیا کہ وہاں سے اس وقت تک واپس نہیں ہٹوں گا جب تک مدینہ طیبہ سے سارے یہودی نکل نہ جائیں۔ یا ان یہودیوں کو اوس

وخزرج کے ہاتھوں ذلیل وخوار کرونگا۔ پس وہ لشکر لے کر روانہ ہوگیا۔ اور روانگی کے وقت اس نے یہ تاثر دیا کہ وہ یمن کی طرف جا رہا ہے حتی کہ وہ یثرب (یعنی مدینہ منورہ) پہنچ آیا۔ اوس اور خزرج کے لوگوں نے اس کا شاندار استقبال کیا اور بادشاہ نے انہیں بتایا کہ میں یہاں کس لیے آیا ہوں۔

تو لوگوں نے ان سے کہا اگر اس قوم کو (یعنی یہودیوں کو) تمہارے بارے میں علم ہوگیا کہ تم اس مقصد کے لیے آئے ہو تو وہ اپنے قلعوں میں پناہ حاصل کرلیں گے اور ہم ان کا کچھ بھی نہیں کرسکیں گے، ہاں تو اے بادشاہ! انہیں اپنی ملاقات کے لیے بلا، اور ان سے نرم لہجہ میں گفتگو کر، تاکہ وہ تم سے بے خوف ہوجائیں اور مطمئن ہوجائیں۔ پھر تم ان پر کامل طور پر وار کرسکتے ہو۔

سو بادشاہ نے ان کے لیے کھانا تیار کیا۔ اور تمام تر یہودی سرداروں کو اس کھانے کی دعوت پر بلایا، کوئی سردار باقی نہ رہا حتی کہ سب کے سب یہودی پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے غلاموں اور خداموں کو بھی ساتھ لے آئے اس امید سے کہ شاید بادشاہ ان پر کوئی نوازشات کرے۔ بادشاہ نے ایک چاردیواری کے اندر ان کے لیے مہمان نوازی کا اہتمام کیا اور اس چاردیواری میں اپنی فوج کھڑی کردی اور انہیں حکم دیا کہ ان یہودیوں میں سے جو بھی اندر آئے اس کو قتل کردینا، یہاں تک کہ یہودیوں کے سارے سردار اور کھڑپانچ مار دیئے گئے۔ جب اس نے یہ وار کردیئے تو اب مدینہ منورہ پر قبیلہ اوس وخزرج غالب آگئے۔ اور انہوں نے وہاں اپنی جائیدادیں بنالیں اور اموال اکٹھے کرلیے اور اس کے بعد ابوجبیلہ بادشاہ واپس ملک شام کی طرف چلا گیا۔ پھر اوس اور خزرج مدینہ منورہ کے اطراف واکناف میں پھیل گئے اور ان میں سے کچھ لوگوں نے غیر آباد زمینوں کو آباد کرلیا اور ان میں سے کچھ لوگ بستیوں کی طرف چلے گئے اور وہاں اپنے اموال اور قلعے بنالیے۔

سو مدینہ طیبہ میں ان کے بنائے ہوئے قلعوں کی تعداد ایک سو ستائیس (۱۲۷) تھی اور سب متحد ہوکر رہنے لگے۔ پھر ان کے درمیان بڑی بڑی خطرناک جنگیں ہوئیں اور ان کی جنگوں کے متعلق شعراء نے اشعار بھی لکھے۔ پھر مسلسل ان کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی سعادت عطا فرمائی۔

❁❁❁

دوسرا باب

مدینہ طیبہ کے فتح ہونے کا ذکر:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

کُلُّ الْبِلَادِ اُفْتُتِحَتْ بِالسَّیْفِ وَاُفْتُتِحَتِ الْمَدِیْنَۃُ بِالْقُرْآنِ

(مجمع الزوائد: ج ۳ ص: ۲۹۸)

تمام (اسلامی) شہر تلوار کے زور سے فتح ہوئے لیکن مدینہ طیبہ قرآن مجید کے ذریعے فتح ہوا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہر موسمِ حج کے موقع پر قبائلِ عرب کو دعوت اسلام دیتے اور فرماتے:

اَلَا رَجُلٌ یَحْمِلُنِیْ اِلٰی قَوْمِہٖ فَاِنَّ قُرَیْشًا مَنَعُوْنِیْ اَنْ اُبَلِّغَ کَلَامَ رَبِّیْ۔

کیا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مجھے اپنی قوم کی طرف لے جائے؟ (تا کہ میں اپنے رب کا پیغام ان تک پہنچا سکوں) کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا کلام (پیغام) پہنچانے سے رکاوٹ پیدا کر دی ہے۔

(یہ سن کر) وہ سب لوگ انکار کر دیتے اور کہتے:

قَوْمُ الرَّجُلِ اَعْلَمُ بِہٖ

ہر شخص کی قوم اس کے بارے میں زیادہ علم رکھتی ہے۔

(مفہوم یہ ہے کہ جب آپ کی قوم آپ کی مخالف کرے تو ہم آپ ﷺ کا ساتھ کیسے دیں؟)

سرکارِ دوعالم ﷺ کی قبیلہ اوس اور خزرج سے ملاقات:

یہاں تک کہ ایک سال عقبہ کے پاس قبیلہ اوس اور خزرج والوں سے آپ کی ملاقات ہوئی، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم قبیلہ اوس و خزرج سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہودیوں کے موالیوں میں سے نہیں ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں (جی ہاں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَفَلَا تَجۡلِسُوۡنَ اُكَلِّمُكُمۡ

کیا تم بیٹھ کر میری بات نہیں سنو گے؟

انہوں نے کہا کیوں نہیں، سو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی، یہ لوگ مشرک اور بت پرست تھے اور ان لوگوں کی جب مدینہ طیبہ میں اہل کتاب یہودیوں سے لڑائی ہوتی تو یہودی ان کو کہتے:

اِنَّ نَبِيًّا يُبۡعَثُ اَلۡاٰنَ قَدۡ اَظَلَّ زَمَانُهٗ فَنَتَّبِعُهٗ وَنَقۡتُلُكُمۡ مَعَهٗ قَتۡلَ عَادٍ وَّاِرَمٍ

بے شک ایک عظیم الشان نبی مبعوث ہوں گے اور ان کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے سو ہم ان کی پیروی کریں گے (یعنی ان پر ایمان لائیں گے) اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح عاد اور ارم قتل کئے گئے۔

قبیلہ اوس اور خزرج کے چند لوگوں کا قبولِ اسلام:

پس جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افراد سے گفتگو کی اور انہیں اللہ عزوجل کے دین کی طرف بلایا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے:

يَا قَوۡمِ تَعۡلَمُوۡنَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَبِيُّ الَّذِيۡ تَوَعَّدَ كُمۡ بِهِ الۡيَهُوۡدُ فَلَا تَسۡبِقَنَّكُمۡ اِلَيۡهِ فَاغۡتَنِمُوۡهُ وَ اٰمِنُوۡا بِهٖ۔

اے قوم تم جانتے ہو اللہ کی قسم بلاشبہ یہ وہی نبی ہیں جن کی تشریف آوری کی خبر سنا کر یہودی تمہیں دھمکیاں دیتے رہتے ہیں سو تم یہودیوں سے پہلے ان پر ایمان لاؤ اور انہیں غنیمت سمجھو۔

پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور تصدیق کی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام کے احکام پیش کیے ان کو قبول کیا۔ انہوں نے پھر کہا: ہم لوگوں نے اپنی قوم کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کے درمیان اور یہودیوں کے درمیان شدید دشمنی اور دنگل فساد برپا ہے، شاید اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے انہیں اتفاق و اتحاد کی دولت نصیب فرما دے، پھر ہم واپس پہنچ کر انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام دیں گے اور ان پر وہی کچھ پیش کریں گے جو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا۔ سو اگر اللہ تعالیٰ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے متحد و متفق کر دے تو کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز نہیں ہو گا۔ پھر یہ سب لوگ ایمان لا کر اپنے علاقہ (مدینہ منورہ) کی طرف واپس لوٹ گئے۔ اور یہ کل چھ آدمی تھے۔

۱۔ اسعد بن زرارہ۔ ۲۔ عوف بن عفراء۔ عفراء ان کی والدہ کا نام تھا۔ ۳۔ ابوالحارث بن رفاعہ۔ ۴۔ رافع بن مالک بن

عجلان۔ ۵۔ قطبہ بن عامر بن جریر۔ ۶۔ عقبہ بن عامر بن نابی۔ ۷:۔ جابر بن عبداللہ بن ریاب۔

(متن میں اسی طرح سات آدمیوں کے نام لکھے ہیں۔ واللہ اعلم)

مدینہ طیبہ میں انصار کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کے ذکرِ خیر کی دھوم:

پس جب یہ لوگ واپس اپنی قوم کی طرف مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا اور پورا واقعہ بیان کیا اور اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا:

فَفَشَا فِيهِمْ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ بَيْتٌ وَلَا دَارٌ مِنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ اِلَّا وَلِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْهَا ذِكْرٌ

پھر اہل مدینہ میں اسلام یوں پھیلا حتیٰ کہ انصار کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں حضور ﷺ کا تذکرۂ خیر نہ ہوتا ہو۔

عقبہ پہاڑی پر رسول اللہ ﷺ سے انصار مدینہ طیبہ کے بارہ آدمیوں کی ملاقات اور قبولِ اسلام:

پھر حج کے موسم کا جب اگلا سال آیا تو انصار میں سے بارہ آدمی آئے اور اسی عقبہ پہاڑی پر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کے ہاتھوں دین اسلام پر بیعت کی جس پہاڑی پر اوس وخزرج کے چھ آدمیوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی تھی۔ سو جب یہ لوگ مدینہ م طیبہ کی طرف واپس جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا اور انہیں حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اہل مدینہ کو قرآن پاک کی تعلیم دیں اور انہیں اسلامی تعلیمات سے آشنا کریں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس بطور مہمان جا ٹھہرے۔

اگلے سال حج کے موسم میں ستر انصار کا قبولِ اسلام:

پھر اس سال سے اگلے سال حج کے موسم میں آپ ﷺ سے ستر (۷۰) انصار نے ملاقات کی اور ان کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں، سو ان سب نے بھی آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے مہاجرین صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ بعد ازاں خود غار (ثور) کی طرف روانہ ہو گئے، اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

❀❀❀

تیسرا باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن اسعد مہاجر اور ابو القاسم بن کامل الحذاء اور ان کے علاوہ ایک جماعت نے بطور اجازت خبر دی، ان سب نے کہا ہمیں حسن بن احمد بن احمد بن علی الحداد نے خبر دی، از ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، انہوں نے کہا جعفر بن محمد بن نصیر ابو محمد الخلدی نے میری طرف لکھا، انہوں نے کہا ہمیں ابو شریک محمد بن عبدالرحمن مخزومی نے مکہ میں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن بن زبالہ نے حدیث بیان کی، از جعفر بن صالح بن ثعلبہ، از جد خود اور یعلیٰ بن سلام، از محمد بن عبداللہ بن خزیمہ بن ثابت، یہ بیان کرتے ہیں کہ جب تُبّع بادشاہ مدینہ منورہ میں آیا اور اس نے اس شہر کو ویران کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس قبیلہ بنو قریظہ کے دو عالم آئے ان میں سے ایک کا نام ''سحیت'' اور دوسرے کا نام ''منبہ'' تھا سو ان دونوں نے تُبّع بادشاہ سے کہا:

اَیُّھَا الْمَلِكُ اِنْصَرِفْ عَنْ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃِ فَاِنَّھَا مَحْفُوْظَۃٌ وَاِنَّھَا مُھَاجَرُ نَبِیٍّ مِنْ بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ یَخْرُجُ اٰخِرَ الزَّمَانِ۔

اے بادشاہ اس شہر سے (اس کو ویران کرنے اور اُجاڑنے کے ارادہ سے) باز آجا کیونکہ یہ محفوظ ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونے والے نبی جن کا نام احمد ہے جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے یہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔

سو اس بادشاہ کو ان کی بات نے نہایت حیرت میں ڈال دیا اور اس نے ان دونوں عالموں کی تصدیق کی اور اہل مدینہ کو نقصان پہنچانے سے باز آگیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب مبارک میں مدینہ طیبہ ہجرت کے لئے دکھا دیا گیا:

بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي مُهَاجِرٌ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِي إِلَى الْيَمَامَةِ أَوْهَجَرَ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ھجرت کرنے والا ہوں جس میں کھجوروں کے باغات ہیں سو یمامہ کی طرف یا ھجر کی طرف میرا ذہن گیا پس وہ یثرب یعنی مدینہ طیبہ ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۲۲۔صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۲۷۲)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سفرِ ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاقت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خواب اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ذکر کیا تو ان میں سے کچھ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی اور جن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان میں سے اکثر نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کی تیاری کر لی، تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُوْ أَنْ يُّؤْذَنَ لِي

تم ذرا رک جاؤ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ مجھے بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت ملنے والی ہے۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ کو بھی ہجرت کا یقین ہے؟ ارشاد فرمایا: جی ہاں! اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کرنے سے رُک گئے تا کہ اس عظیم ہجرت میں انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئے۔ سو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو اُونٹنیوں کو چار مہینہ تک عمدہ چارہ کھلایا۔ (تا کہ سفر ہجرت کے لیے اچھے طریقے سے تیاری ہو سکے)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر آمد:

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اسی دوران ہم لوگ ایک دن دوپہر کے وقت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے تھے کہ اچانک کسی کہنے والے نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا، سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جانب تشریف لا رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہمارے گھر نہ آئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں اس وقت آپ کسی ضروری کام سے تشریف لا رہے ہیں۔ سیدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور (اندر آنے کی) اجازت طلب کی، بعداز اجازت اندر تشریف لائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ

تمہارے پاس جو بھی لوگ موجود ہیں انہیں یہاں سے ہٹادو۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

اِنَّمَا هُمْ اَهْلُكَ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

یارسول اللہ ﷺ میرے والد آپ پر قربان ہوں یہ سب آپ کے اپنے گھر والے ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنِّيْ قَدْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ

مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے۔

یہ سن کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے:

فَالصُّحْبَةُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَعَمْ

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا مجھے صحبت کا شرف حاصل ہوگا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں (جی ہاں)۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کو سفرِ ہجرت کے لئے سواری کی پیشکش:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خُذْ اِحْدٰى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ان دو اُونٹنیوں میں سے کوئی ایک لے لیں۔

ارشاد فرمایا: "بالثمن" قیمتاً لوں گا۔

بوقت ھجرت سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا تھیلے میں اشیاء خوردونوش رکھنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، پھر ہم نے نہایت جلدی کے ساتھ دونوں سواریوں کو احسن طریقہ سے تیار کر دیا اور ہم نے اشیاء خوردونوش کا سامان ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ اس وقت سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند (پٹکا) کا ایک ٹکڑا کاٹ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لَهَا بِهِ نِطَاقَيْنِ فِي الْجَنَّةِ

بے شک ان کے لیے اس کے بدلے جنت میں دو کمر بند (پٹکے) ہونگے۔

اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ''ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ'' دو پٹکے والی پڑ گیا۔

غارِثور میں تشریف آوری:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ (اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) ثور پہاڑ کی غار میں تشریف لے گئے اور اس غار میں ہی تین راتیں گزاریں، حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی رات کو ان کے پاس چلے جاتے اور یہ نہایت سمجھدار اور ذہین فطین نوجوان تھے اور فجر کے وقت منہ اندھیرے ان دونوں کے پاس سے نکل آتے تھے۔ پس وہ صبح کے وقت مکہ میں قریش کے پاس ہوتے تھے ایسے لگتا جیسے وہیں (مکہ میں) رات گزاری ہو، پھر مکہ میں مشرکین کی سازشوں کو اور مشوروں کو سنتے اور انہیں محفوظ رکھتے، پھر رات کی نہایت تاریکی میں وہ خبریں ان دونوں تک جا پہنچاتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ ان دونوں کے پاس بکریاں چراتے، پھر جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو ان بکریوں کا دودھ ان دونوں حضرات کو پیش کرتے، پس وہ دونوں حضرات اس دودھ پر رات گزراتے، پھر صبح صبح اندھیرے میں عامر بن فہیرہ غار سے نکل آتے، وہ ان تین راتوں میں سے ہر رات اسی طرح کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک ماہر راستہ کو اجرت پر لینا:

رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنودئل کا ایک ماہرِ راستہ کو راہ نمائی کے لیے اُجرت پر لیا اور یہ شخص کفار قریش کے دین پر تھا، دونوں حضرات نے اس پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے اپنی دونوں اُونٹیاں اس کے حوالہ کر دیں اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کو ان کے پاس غارِ ثور میں یہ دونوں سواریاں لے کر آئے گا۔

بوقت هجرت غارِ ثور تا مدینہ طیبہ راستہ کی مکمل تفصیل:

پھر عامر بن فہیرہ اور اس راہ نما نے دونوں حضرات کے ساتھ ساحلی علاقہ سے مدینہ طیبہ کا سفر شروع کیا۔ عسفان کے نشیبی راستہ سے گزر کر امج کے راستہ سے ہوتے ہوئے کنارے کنارے چلتے رہے، پھر اُم معبد بنت اشعر خزاعیہ کے خیام سے ہوتے ہوئے لِفت پہاڑی کے نیچے پہنچے، پھر ادھر سے آگے خزار، پھر وہاں سے مرہ پہاڑی کے پاس پہنچے، پھر لقف سے ہوتے ہوئے مدلجہ لقف پہنچے، پھر مدلجہ محاج کے درمیان سے گزرتے ہوئے مرج محاج پہنچے، پھر وہاں سے ذی الغضوین کی گھاٹیوں کے درمیان سے گزرے، پھر ذی کشر کے درمیان سے گذرتے ہوئے اجرد پہنچے، پھر اجرد سے ذی سلم، پھر اعداء مدلجہ تعھن، پھر قاحہ کو عبور کیا، پھر ثنیۃ عامر اُترے جو رکوبہ کی دائیں جانب واقع ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رکوبہ ہی میں اُترے، پھر رئم کے درمیان سے ہوتے ہوئے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کی آبادی جا پہنچے جو قباء کے قریب تھی اور قباء پہنچ کر حضرت کلثوم بن ھدم بن امری القیس بن حارث کے ہاں تشریف لے گئے، وہاں قیام کیا اور یہ کلثوم اپنی بستی کے سردار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء شریف کس دن پہنچے؟ اس میں اختلاف ہے۔

بنو ضمرہ کے آزاد کردہ غلام نجیح بن افلح سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے بریدہ بن حصیب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے غلام یسار کو حروات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔

راوی نے کہا، حروات، ہرشی نامی پہاڑوں کے نشیب میں واقع ہے۔ یہ غلام ان دونوں حضرات کی رکوبہ نامی جگہ کو عبور کرنے والوں تک راہنمائی کرتا رہا۔

یسار غلام کہتا ہے: پس میں نکلا حتیٰ کہ میں پہاڑی پر چڑھ گیا اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے لگا:

هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَاسْتَقِيْمِيْ تَعَرَّضِيْ مَدَارِجًا وَسُوْمِيْ تَعَرُّضَ الْجَوْزَآءِ لِلنُّجُوْمِ

قباء میں باجماعت نماز کی ادائیگی:

یسار غلام کہتے ہیں:

پس جب وہ پہنچے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ کھڑے ہو گئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب کھڑے ہو گئے اور میں بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ (اس وقت)

میرے دل میں اسلام کی سچائی داخل ہوگئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر انہیں پیچھے کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے پیچھے کر دیا، سو ہم نے صف بنا کر آپ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ پھر ہم وہاں سے نکلے حتیٰ کہ ہم صبح صبح مدینہ شریف پہنچ گئے اور یہ پیر کا دن تھا، اور رسول اللہ ﷺ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بمع قافلہ ملاقات کی، یہ قافلہ ملک شام سے تجارت کے بعد واپس آ رہا تھا۔ سو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے بطور ہدیہ پیش کیے۔

مدینہ طیبہ کے مسلمانوں کا رسالتِ مآب ﷺ کی مدینہ طیبہ آمد کا شدت سے انتظار:

مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی اطلاع مل چکی تھی، وہ لوگ ہر روز صبح سویرے پتھریلی زمین (حرہ) کے مقام تک جا کر آپ ﷺ کا انتظار کرتے رہتے تھے، حتیٰ کہ جب دھوپ شدت اختیار کر جاتی تب واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتے، پس ایک دن جب وہ بعد از انتظار شدید گھروں کی طرف واپس لوٹنے لگے کہ یکا یک ایک یہودی شخص کسی کام کے لیے مدینہ شریف کے ٹیلوں میں سے ایک اُونچے ٹیلے پر چڑھا تو اس کی نظر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب علیہم الرضوان پر پڑی اور یہ سب سفید لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ تو یہودی اپنے اوپر کنٹرول نہ رکھ سکا حتیٰ کہ بلند آواز سے پکار کر کہنے لگا:

يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِيْ تَنْتَظِرُوْنَهٗ

اے عرب کی جماعت تمہارے صاحب جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آ گئے ہیں۔

اہلِ مدینہ کا رسول اللہ ﷺ کی آمد پر پُرتپاک استقبال:

سو مسلمان تیزی کے ساتھ اپنے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر استقبال کے لیے کود پڑے اور حرہ نامی مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ کا عظیم الشان فقید المثال استقبال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ سے دائیں جانب رُخ فرمایا حتیٰ کہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لے گئے، یہ ماہ ربیع الاول کے پیر کا دن تھا۔

نرالا انداز مبارک:

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (لوگوں کے استقبال کے لیے) کھڑے رہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ خاموشی کے ساتھ تشریف فرما رہے، جو انصار آپ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے وہ تیزی کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سلام

کرنے کے لیے پہنچنے لگے:

حَتّٰى اَصَابَتُ الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَآئِهٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ

یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کے جسم انور پر دھوپ پڑنے لگی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے سو اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ (جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی چادر تانے ہوئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دلچسپ جواب:

اور جب نبی اکرم ﷺ مدینہ شریف جا رہے تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لوگ پہچانتے تھے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کو لوگ نہیں پہچانتے تھے، اسی دوران ایک شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملا اور پوچھنے لگا:

يَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْكَ

اے ابوبکر! یہ تمہارے آگے والے شخص کون ہیں؟

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جواباً فرماتے:

هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ يَهْدِيْنِىْ السَّبِيْلَ

یہ وہ ہیں جو مجھے راستہ دکھاتے ہیں۔

تو سمجھنے والا یہ سمجھتا کہ یہ انہیں راستہ دکھاتے ہیں اور راستہ کی راہنمائی کرتے ہیں، جب کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مطلب ہوتا کہ یہ مجھے خیر (دین اور جنت) والا راستہ دکھاتے ہیں۔

مسجد قباء شریف کی تعمیر وافتتاح:

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں دس راتوں سے زیادہ قیام فرمایا اور اس مسجد کو تعمیر فرمایا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی (یعنی مسجد قباء) اور اس میں نماز پڑھائی۔

مسجد نبوی شریف کی تعمیر اور جگہ کی خریداری:

پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے یہاں تک کہ اُونٹنی اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی شریف ہے، اس جگہ پر ان دنوں کچھ مسلمان مرد نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ جگہ کھجوریں خشک کرنے کی جگہ تھی اور یہ جگہ دو یتیم لڑکے سہیل اور سہل کی ملکیت تھی، یہ دو لڑکے حضرت اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے، جب آپ ﷺ کی اُونٹنی اسی جگہ بیٹھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

هٰذَهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ

ان شاء اللہ ہماری منزل یہی ہے۔

پھر رسول ﷺ نے ان دونوں لڑکوں کو بلایا، مسجد کی تعمیر کے لیے ان دونوں سے وہ جگہ خریدنے کے حوالے سے معاملہ طے فرمایا۔ ان دونوں لڑکوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم بلا قیمت یہ جگہ آپ کو ہبہ کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے بلا قیمت جگہ لینے سے انکار کردیا۔ پھر آپ ﷺ نے قیمت ادا کر کے ان سے وہ زمین خرید کر مسجد تعمیر فرمائی۔

اچھے مفہوم والے نام سے نیک فالی:

حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

لَمَّا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى كُلْثُوْمِ بْنِ الْهِدَمِ وَصَاحَ كُلْثُوْمُ بِغُلَامٍ لَهٗ يَا نَجِيْحُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْجَحْتَ يَا اَبَابَكْرٍ

جب رسول اللہ ﷺ کلثوم بن ھدم کے پاس ٹھہرے (یہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے سردار تھے) تو کلثوم نے اپنے غلام کو آواز دی اے نجیح (یہ اس کا نام تھا جس کا معنٰی ہے کامیاب) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر تم کامیاب ہوگئے۔

(فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۲۶۰)

اسلام میں سب سے پہلی نمازِ جمعہ کی ادائیگی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات تک قباء شریف میں مقیم رہے، جمعہ کے دن مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، قبیلہ بنو سالم کے ہاں پہنچ کر نمازِ جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا اور

نمازِ جمعہ ادا فرمائی، یہ اسلام کی سب سے پہلی جمعہ کی نماز تھی جو آپ نے پڑھائی۔

انصارِ مدینہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وَكَانَ يَمُرُّ بِدُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارًا دَارًا فَيَدْعُوْنَهٗ اِلَى الْمَنْزِلِ وَالْمُوَاسَاةِ فَيَقُوْلُ لَهُمْ خَيْرًا وَ يَقُوْلُ خَلُّوْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے انصار کے گھروں سے گزرتے جاتے اور وہ آپ کو اپنے گھروں کی طرف مہمان بننے اور خدمت گذاری کی دعوت دیتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خیر و عافیت کی دعا دیتے اور فرماتے جاتے اس اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔

یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں آج مسجد نبوی شریف ہے اور مسلمانوں نے وہاں نماز پڑھنے کے لیے مسجد بنائی ہوئی تھی۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی مبارکہ وہاں بیٹھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اُتر آئے۔

میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آمد مبارک:

اسی دوران حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان مبارک اُٹھالیا۔

اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام تھام لی، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لائے تو انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ رَحْلِهٖ

ہر شخص اپنے سامان سفر کے ساتھ ہی جاتا ہے۔

سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالد بن زید بن کلیب (ابو ایوب انصاری) رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے، ان کا گھر قبیلہ بنو غنم بن نجار کے محلہ میں تھا

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کے گھروں کے جھرمٹ میں قیام:

حضرت ابو عمرو بن حماش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی جگہوں میں غور و خوض کرنے کے بعد اس جگہ کا انتخاب فرمایا جہاں (آج) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر اور مسجد شریف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اچھا لگتا تھا کہ انصار کے

گھروں کے جھرمٹ میں قیام فرمائیں، سو آپ ﷺ نے انصار کے گھروں کے جھرمٹ میں قیام فرمایا۔

مدینہ طیبہ کے پہلے مُبلّغِ قرآن:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور یہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے، پھر حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما تشریف لائے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس اصحابِ رسول ﷺ کے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے۔

آمدِ مصطفیٰ ﷺ مرحبا مرحبا:

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے راوی کا بیان ہے:

فَمَا رَأَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرِحَهُمْ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَتّٰی جَعَلَ الْاِمَآءُ يَقُلْنَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ فِيْنَا قَدِمَ

اس دن اہل مدینہ کو کسی شی پر اتنا خوش ہوتا ہوا میں نے نہیں دیکھا جتنا اس دن وہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر خوش ہوئے حتٰی کہ باندیاں بھی خوشی میں یہ کہہ رہی تھیں آ گئے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے ہاں آ گئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ کی مدینہ طیبہ میں آمد مبارکہ سے پہلے ہی میں نے سورۃ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" اور کچھ مفصل کی سورتیں یاد کر لی تھیں۔ (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۶۲۸۱)

جب حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی طبیعت ناساز ہوگئی:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف تشریف لے آئے تو مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو شدید بخار چڑھ گیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، پس میں ان حضرات کی عیادت کے لیے گئی اور میں نے کہا:

يَا اَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ

اے میرے ابا جان! آپ اپنے آپ کو کیسے محسوس کر رہے ہیں اور اے بلال تم اپنے آپ کو کیسے محسوس کر رہے ہو؟

سو جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بخار ہوتا تو وہ یہ قطعہ پڑھتے تھے۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ : وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص صبح کو اپنے گھر میں ہوتا ہے اور موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے۔

اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا بخار جب ختم ہو جاتا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً : بِوَادٍ وَحَوْلِيْ اِذْخَرٌ وَ جَلِيْلُ : وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مِجَنَّةٍ : وَهَلْ يَبْدُوَنَّ لِيْ شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ میں وادی میں رات گذاروں گا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل (نامی گھاس) ہونگے اور کیا میں کسی دن مقام مجنہ کے چشمہ پر جاؤں گا اور کیا میرے لئے شامہ اور طفیل (مکہ مکرمہ کی پہاڑیاں) ظاہر ہوں گے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا "اے اللہ بخار کو مدینہ طیبہ سے نکال کر جحفہ کی طرف منتقل کر دے"

سیدہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خبر دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دست بہ دعا ہوئے:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ

اے اللہ ہمارے لئے مدینہ طیبہ کو بھی اسی طرح محبوب کر دے جس طرح مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ہمارے لئے مدینہ طیبہ کو صحت افزا بنا دے اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت عطاء فرما اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۹۲۶۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۲۴۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۳ ص ۳۸۲)

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے بستر مبارک پر سُلانا:

علماء سیر لکھتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد) حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تین دن اور تین راتوں تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور لوگوں کی وہ امانتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں وہ سب ان کو لوٹا دیں، حتیٰ کہ جب وہ

امانتوں کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرما گئے اور (قباء میں) حضرت کلثوم بن ھدم کے مکان میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔

علماء سیر لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَبْقَ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّا مَنْ حَبَسَهٗ اَهْلُهٗ اَوْ فَتَنُوْهُ

مکہ مکرمہ میں صرف وہی مہاجرین باقی رہ گئے جنہیں یا تو اپنے گھر والوں نے روک لیا یا وہ مشرکین کے ہتے چڑھ گئے (یعنی مشرکین نے انہیں نہ آنے دیا)۔

مُدْخَلَ صِدْقٍ اور مُخْرَجَ صِدْقٍ کی تفسیر:

امام ابن نجار قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہمیں ابو القاسم الزندوزدی نے خبر دی، از ابو علی المتری از ابو نعیم الحافظ، از جعفر الخواص، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بتایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ مُّخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔

(بنی اسرائیل: ۸۰)

اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

"مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ اور مُخْرَجَ صِدْقٍ" سے مراد ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت فرما اور مکہ مکرمہ سے میرا خروج صدق کے ساتھ کر کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو اور "سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا" سے انصار مدینہ طیبہ مراد ہیں۔

(جامع البیان، تفسیر طبری رقم الحدیث ۲۲۶۴۸)

❁❁❁

چوتھا باب

فضائل مدینہ طیبہ اور اس کی مٹی مبارک (کی خصوصیت) کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبدالرحمن بن علی الحافظ (ابن الجوازی) نے اپنی کتاب میں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں معمر بن عبدالواحد نے املاءً حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں شکر بن احمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوسعید الرازی الحافظ نے اپنی کتاب (شرف المصطفیٰ) میں خبر دی، انہوں نے کہا میں نے علی بن عمر بن احمد پر پڑھا، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرحمن بن ابوحاتم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سلمان بن داؤد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابوغزیہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن عمران نے حدیث بیان کی، از محمد بن ابراہیم، از اسماعیل بن ثابت بن قیس بن شماس، از والد خود یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءٌ مِنَ الْجُذَامِ

مدینہ طیبہ کی غبار (مٹی مبارک) جذام بیماری سے شفاء دیتی ہے۔

نیز امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عفیفہ فارقانیہ نے اپنی کتاب میں خبر دی، از ابوعلی المتقری، از ابونعیم الحافظ، از ابومحمد بن خواص، انہوں نے کہا ہمیں ابویزید مخزومی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از محمد بن فضالہ، از ابراہیم بن جہم یہ بیان کرتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنوحارث کے ہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ سب کمزور اور بیمار ہیں۔ ارشاد فرمایا: اے بنوحارث! تم لوگ اس قدر شدید کمزور کیوں ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہمیں شدید بخار ہے۔ ارشاد فرمایا: تم اس صعیب سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھاتے؟ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اس سے کیسے فائدہ حاصل کریں؟ ارشاد فرمایا: تم صعیب کی مٹی لے کر اس کو پانی میں گھول لو پھر اس پر تم میں سے کوئی لعاب لگا کر یہ کلمات پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ تُرَابُ اَرْضِنَا بِرِيْقِ بَعْضِنَا شِفَاءٌ لِمَرَضِنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا"

سوان لوگوں نے ایسا ہی کیا تو ان کا بخار چھٹ گیا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شیخ ابوالقاسم طاہر بن یحییٰ علوی رحمہ اللہ نے فرمایا "صعیب" ماجشونیہ کے قریب وادی بطحان کا نام ہے، اس میں ایک گڑھا ہے جس سے لوگ مٹی اُٹھا اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔

قُلْتُ: وَرَأَيْتُ هٰذِهِ الْحُفْرَةَ الْيَوْمَ وَالنَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْهَا وَذَكَرُوْا اَنَّهُمْ جَرَّبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ صَحِيْحًا وَاَخَذْتُ اَنَا مِنْهَا اَيْضًا۔

میں کہتا ہوں: (مصنف ابن النجار رضی اللہ عنہ) ان دنوں میں نے بھی وہ گڑھا دیکھا ہے لوگ وہاں سے مٹی اُٹھا اُٹھا کر لے جاتے ہیں اور لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہوں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور اس کو بالکل صحیح پایا ہے۔(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) اور میں نے بھی وہاں سے کچھ مٹی مبارک لے لی ہے۔

لُعابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات طیبہ: ☆

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور سند سابق کے ساتھ ہمیں ابن زبالہ نے حدیث بیان کی، از ابراہیم بن محمد ابو یحییٰ، از عمار بن غزیہ، از محمد بن ابراہیم بن حارث، از حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کے پاؤں میں پھوڑا نکلا ہوا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی کے ایک کنارے کو اُٹھایا، پھر شہادت کی اُنگلی مبارک کو لعاب مبارکہ لگانے کے بعد اس کو مٹی سے ملا، پھر یہ کلمات پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ رِيْقِ بَعْضِنَا بِتُرْبَةِ اَرْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمَنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا"

پھر انگلی مبارک کو اس کے پھوڑے پر رکھا تو وہ ایسے لگا جیسے رسی کی بندھن سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے۔(یعنی اس شخص کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا)

(یاد رکھئے! راقم الحروف مترجم نے "لعاب نبوی کی برکات" پر مستقل کتاب تالیف کی ہے، جو بحمد اللہ مطبوع ہے۔)

شہرِ مدینہ طیبہ کے مبارک پھلوں کے فضائل:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتّٰى يُمْسِيَ

جس شخص نے خاص مدینہ طیبہ کی صبح کے وقت سات کھجوریں کھالیں تو شام تک اسے کوئی چیز (جادو نہ زہر) نقصان نہیں دے گی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۴۷۔السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۹ ص ۳۴۵)

☆(یاد رہے! (لعابِ نبوی ﷺ کی برکات) کے عنوان سے 128 صفحات پر مشتمل راقم کی کتاب مکتبہ قادریہ لاہور سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔)

عجوہ کھجور کی برکات:

اور شیخین رحمہما اللہ صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ

جس شخص نے ہر دن صبح سات عدد عجوہ کھجوریں کھائیں اسے اس دن زہر نقصان دے گا نہ جادو۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۴۴۵۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۴۷۔السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۸ ص ۱۳۵)

ایمان کا مدینہ طیبہ کی طرف سمٹ آنے کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔

بے شک ایمان مدینہ طیبہ کی طرف ایسے سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ جاتا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"يَأْرِزُ" کا معنٰی ہے سمٹ جانا۔

رسول اللہ ﷺ کا مدینہ طیبہ کے لیے برکت کی دعا فرمانا:

امام ابن نجار رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمیں ابو محمد بن علی حافظ نے اپنی کتاب میں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن علی قرشی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حیدرہ بن علی انطا کی نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد بن ابو نصر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن سلیمان بن ایوب (طبرانی) نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الرحمن بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبید بن حسان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے سعید بن ابو سعید نے حدیث بیان کی، از عمرو بن سلیم زرقی، از عاصم بن عمرو، از حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم اس ''سقیا'' پر پہنچے جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِئْتُوْنِیْ بِوَضُوْءٍ

میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔

پس جب آپ ﷺ نے وضو فرمالیا تو قبلہ رُخ ہو کر تکبیر کہی پھر یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ عَبْدَكَ وَخَلِیْلَكَ وَدَعَاكَ لِاَھْلِ مَكَّةَ بِالْبَرَكَةِ وَاَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَدْعُوْكَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَةِ اَنْ تُبَارِكَ لَھُمْ فِیْ مُدِّھِمْ وَصَاعِھِمْ مِثْلَ مَا بَارَكْتَ لِاَھْلِ مَكَّةَ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَیْنِ۔

اے اللہ بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے خلیل تھے اور انہوں نے تجھ سے اہل مکہ کے لیے برکت کی دعا کی اور میں محمد تیرا بندہ اور رسول ہوں میں تجھ سے اہل مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے مد اور صاع میں اسی کی مثل برکت فرما جو تو نے اہل مکہ کے لیے برکت فرمائی اور اس برکت کے ساتھ دوگنا برکت کا اور اضافہ فرما۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث ۳۹۱۴۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۴۶)

مدینہ طیبہ میں برکت مکہ مکرمہ سے دوگنی ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبد الرحمن بن علی فقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن ابو محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن محمد بزار

نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابن مدرک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عزیز نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا، مجھے سلامہ نے حدیث بیان کی، از عقیل، از ابن شہاب، انہوں نے کہا مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ

اے اللہ! جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے دوگنی برکت مدینہ طیبہ میں عطا فرما۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۸۸۵۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۶۳)

اس حدیث کو شیخین رحمہا اللہ نے صحیحین میں بھی روایت کیا ہے۔

مدینہ طیبہ کی ہر چیز میں برکت کی دعا:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ: لوگ جب نیا موسمی پھل دیکھتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، پس جب آپ ﷺ اس کو لے لیتے تو یوں دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَ نَبِيُّكَ وَ اِنَّهٗ دَعَاكَ لِاَهْلِ مَكَّةَ وَ اِنِّيْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ مِثْلَ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ

اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے شہر میں برکت عطا فرما اور ہمارے صاع میں برکت عطا فرما اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما، اے اللہ! بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور انہوں نے تجھ سے اہل مکہ کے لیے دعا فرمائی اور میں تجھ سے (اہل) مدینہ کے لیے اسی کی مثل برکت کی دعا مانگتا ہوں جو انہوں نے تجھ سے مانگی اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور برکت کی دعا مانگتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پھر آپ ﷺ کوئی چھوٹا بچہ بلا کر وہ پھل اس کو دے دیتے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۷۳، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۴۷)

مدینہ طیبہ کی سختی اور تکلیف پر صبر کرنے کے فضائل کا ذکر:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰی لَاْوَائِهَا وَجُهْدِهَا اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ

جو شخص مدینہ طیبہ کی سختیوں اور مشقتوں پر ثابت قدم رہے گا (صبر کرے گا) میں اس کے لیے بروز قیامت گواہ بنوں گا اور شفاعت بھی کروں گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۵ ص ۱۹۷)

مدینہ طیبہ کی سختیوں پر صبر کرنے والے کیلئے شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوید:

امام ابن نجار قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:

ہمیں ابو محمد شافعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن خلیل بن فارس نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالقاسم بن ابو العلاء نے حدیث بیان کی، انہوں کہا ہمیں محمد بن عبداللہ دوری نے خبر دی، انہوں کہا ہمیں محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر محمد بن زبان بن حبیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن رمح نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں لیث نے خبر دی، از سعید بن ابوسعید مولیٰ مُہری ان کا بیان ہے کہ: یہ ایام حرہ کے فتنوں میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، پس ان سے مدینہ طیبہ کو الوداع کہنے کا مشورہ کیا، نیز مہنگائی اور زیادہ عیال (بال بچے) کی شکایت کی اور انہیں یہ بھی بتایا کہ میں مدینہ طیبہ کی سختیوں اور مشقتوں پر صبر نہیں کر سکتا (یہ سن کر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: تمہاری خیر ہو، میں تمہیں اس چیز کا حکم نہیں دیتا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا یَصْبِرُ اَحَدٌ عَلٰی جُهْدِ الْمَدِیْنَةِ وَلَاْوَائِهَا فَیَمُوْتُ اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا اَوْ شَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِذَا کَانَ مُسْلِمًا

جو شخص مدینہ منورہ کی سختیوں اور مشقتوں پر صبر کرتا ہوا فوت ہوگا میں بروز قیامت اس کے لیے شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی بھی دوں گا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۷۴، مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث ۱۲۶۶)

مدینہ طیبہ سے بے رغبتی کی مذمت کا بیان:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُوا الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهٖ وَقَرِيْبَهٗ هَلُمَّ اِلَى الرَّخَاءِ وَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَخْرُجُ مِنْهُ اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ فِيْهَا خَيْرًا مِنْهُ اَلَا اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَالْكِيْرِ تُخْرِجُ الْخَبِيْثَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِيْنَةُ شِرَارَهَا كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث ۱۳۸۱ - صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۳۷۳۴)

لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کو اور اپنے قریبی رشتہ دار کو یہ کہتے ہوئے بلائے گا آؤ کشادگی اور فراخی کی طرف چلیں (یعنی مدینہ شریف کو چھوڑ کر دیگر شہروں میں آباد ہو جائیں) حالانکہ مدینہ طیبہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ (اس کی فضلیت کو) سمجھ جائیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی مدینہ طیبہ سے منہ موڑ کر چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس سے افضل و بہتر آدمی کو مدینہ طیبہ میں سکونت عطا فرمادے گا۔ سنو مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل (زنگ) کو نکال دیتا ہے، قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مدینہ طیبہ اپنے اندر رہنے والے بُرے لوگوں کو اس طرح نہ نکالے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔

مدینہ طیبہ اور اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے اور ان کو دھمکیاں دینے کی مذمت کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالفرج بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالوہاب الحافظ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن العاصمی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوعمر بن مہدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عثمان بن احمد السماک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن خلیل اور حسن بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، ان دونوں نے کہا ہمیں سعید بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: (ایک دفعہ) مدینہ طیبہ میں نہایت مشکل وقت درپیش آیا اور خوب مہنگائی ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِصْبِرُوْا یَا اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ وَ اَبْشِرُوْا فَاِنِّیْ قَدْ بَارَکْتُ عَلٰی صَاعِکُمْ وَ مُدِّکُمْ کُلُوْا جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا فَاِنَّ طَعَامَ الرَّجُلِ یَکْفِی الْاِثْنَیْنِ فَمَنْ صَبَرَ عَلٰی لَاوَآئِهَا وَشِدَّتِهَا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا رَغْبَةً عَمَّا فِیْهَا اَبْدَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْهَا مَنْ هُوَ خَیْرٌ وَمَنْ بَغَاهَا اَوْ کَادَهَا بِسُوْءٍ اَذَابَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ۔

اے اہلِ مدینہ صبر کرو اور خوشخبری سن لو پس بے شک میں نے تمہارے صاع اور تمہارے مد میں برکت کی دعا کی ہے تم لوگ اکٹھے مل کر کھایا کرو اور آپس میں تفرقہ بازی مت کرو پس بے شک ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہو جاتا ہے سو جس شخص نے مدینہ کی شدتوں اور سختیوں پر صبر کیا بروز قیامت میں اس کے لیے سفارش کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو شخص منہ موڑتے ہوئے اس شہر سے نکل جائے گا اللہ عزوجل اس سے بہتر آدمی کو مدینہ طیبہ میں سکونت عنایت فرما دے گا اور جو شخص مدینہ طیبہ پر ظلم وستم کرے گا یا کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو یوں پگھلا دے گا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج ۳ ص ۳۰۵)

اہلِ مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کے فرائض اور نوافل قبول نہیں ہیں:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوطاہر لاحق بن علی قندرہ صوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالقاسم الکاتب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو علی بن مذہب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر القطیعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد محترم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے انس بن عیاض نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی، از عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابوصعصعہ، از عطا بن یسار، از سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

لَایَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

جس شخص نے اہلِ مدینہ کو ظلماً ڈرایا اور خوف زدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے فرائض قبول فرمائے گا نہ نوافل۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۶۶۳۳)

جس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا اس نے مجھے (رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم) کو ڈرایا:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو محمد شافعی نے خبر دی، از ابو محمد بن طاؤس، انہوں نے کہا ہمیں سلیمان بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبداللہ یزدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حامد بن محمود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے حدیث بیان کی، از عبداللہ بن نسطاص، از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَآئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَایَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا وَمَنْ اَخَافَ اَھْلَھَا فَقَدْ اَخَافَ مَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ وَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی جَنْبَیْہِ تَحْتَ ثَدْیَیْہِ

جس کسی نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے فرائض قبول فرمائے گا نہ نوافل اور جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اس نے ان دونوں کے درمیان کو خوف زدہ کیا۔ (راوی کہتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ مبارک کے نیچے پہلو مبارک پر رکھا (یعنی اس نے مجھے خوف زدہ کیا۔ معاذ اللہ)

(المصنف لابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۱۲۴۷۳)

اہلِ مدینہ کے ساتھ خفیہ سازش کرنے والا نمک کی طرح پگھل جائے گا:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَكِيدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ

جو شخص اہل مدینہ کو دھوکہ دینے اور ان کے ساتھ خفیہ سازش کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۸۷۷۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۸۷)

اہل مدینہ کی حفاظت میرے ہر امتی پر لازم اور ضروری ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبدالرحمن بن ابوالحسن نے اپنی کتاب میں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالبرکات ابن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عاصم بن حسن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالواحد بن محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابن سماک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسحاق بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبادہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی، از عبدالسلام بن ابوالجنوب، از عمرو بن عبید، از حسن، از حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَدِينَةُ مُهَاجَرِيْ فِيهَا مَضْجَعِيْ وَفِيهَا مَبْعَثِيْ حَقِيقٌ عَلَى أُمَّتِيْ حِفْظُ جِيرَانِيْ مَا اجْتَنَبُوا الْكَبَائِرَ مَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَحْفَظْهُمْ سُقِيَ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ

مدینہ طیبہ میری ہجرت گاہ ہے اس میں میری آرام گاہ ہے اسی سے مجھے (بروز قیامت) اُٹھایا جائے گا میری اُمت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے جب تک وہ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں جو شخص اہل مدینہ کی حفاظت کرے گا (یعنی ان کے حقوق کو پہچانے گا پھر ان کا ادب واحترام کرے گا) بروز قیامت میں اس کے لیے سفارشی بنوں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو شخص ان کی حفاظت نہیں کرے گا تو اس کو طینۃ الخبال سے پلایا جائے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۴۷۰ ج ۲۰ ص ۲۰۵)

امام مزنی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا "طینۃ الخبال" کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا جہنمیوں کے جسموں کی پیپ۔

دجال اور طاعون کی بیماری سے مدینہ طیبہ کے محفوظ ہونے کا ذکر:

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ مَلَآئِکَۃٌ لَا یَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ

مدینہ طیبہ کے داخلی راستوں پر فرشتے مقرر ہیں سو مدینہ طیبہ میں طاعون داخل ہو سکتا ہے نہ دجال۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۸۸۰۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۷۹)

مدینہ طیبہ کے تمام داخلی راستوں پر فرشتے صف در صف کھڑے ہیں:

صحیحین میں ہی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَیَطَؤُہُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃَ لَیْسَ نُقْبٌ مِنْ اَنْقَابِھَا اِلَّا عَلَیْہِ الْمَلَآئِکَۃُ صَافِّیْنَ یَحْرُسُوْنَھَا فَیَنْزِلُ السَّبِخَۃَ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِیْنَۃُ بِاَھْلِھَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ کُلُّ کَافِرٍ وَمُنَافِقٍ۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے سوا ہر شہر میں دجال داخل ہوگا مدینہ منورہ کے تمام تر راستوں پر فرشتے صف در صف کھڑے حفاظت کر رہے ہوں گے پس دجال (مدینہ شریف کے باہر) سبخہ نامی جگہ پر آئے گا، اس کے بعد مدینہ طیبہ میں زلزلہ کے تین جھٹکے آئیں گے سو ہر کافر اور ہر منافق مدینہ طیبہ سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۸۸۱۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۹۴۳۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۸۰۳)

مدینہ طیبہ کے ہر راستہ پر فرشتوں کی تقرری:

نیز امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَھَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَۃُ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ۔

مسیح دجال کا رعب مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوگا ان دنوں شہر مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہوں گے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۸۷۹۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۳۱)

قربِ قیامت مدینہ طیبہ ویران ہو جائے گا:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں قاسم بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الرحمن بن ابو الحسن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سہل بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو طاہر ذہلی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں جعفر بن محمد فریابی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ہشام بن عمار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں زہری نے حدیث بیان کی، از سعید بن مسیب، از سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَتَتْرُكُنَّ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ مُذَلَّلَةٌ ثِمَارُهَا لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ وَاٰخِرُ مَنْ يُّحْشَرُ مِنْهَا رَاعِيَانِ مِنْ مُّزَيْنَةَ يَرِدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا

تم ضرور بہ ضرور مدینہ طیبہ کو بہتر حال پر چھوڑ جاؤ گے اس کے پھل بھی عمدہ ہونگے اس میں صرف جانور اور پرندے ہوں گے (یعنی تمہارے جانے کے بعد اس میں جانور اور پرندے نظر آئیں گے) اور آخر میں قبیلہ مزینہ سے دو چرواہے مدینہ طیبہ میں آئیں گے چنانچہ وہ اپنی بکریوں کو ہانک رہے ہوں گے پس وہ مدینہ طیبہ کو ویران پائیں گے یہاں تک کہ جب وہ (وادی) ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو وہ اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۸۷۴)

مدینہ طیبہ میں اعمالِ صالحہ کے دوگنا ہونے کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ہمیں عبد العزیز بن محمود بن اخضر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الاول بن عیسیٰ بن شعیب سجزی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبد العزیز فارسی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الرحمن بن ابو شریح نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابن صاعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ہارون بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عمر بن ابو بکر موصلی نے حدیث بیان کی، از قاسم بن عبد اللہ، از کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف، از نافع، از حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلَاۃُ الْجُمُعَۃِ بِالْمَدِیْنَۃِ کَأَلْفِ صَلَاۃٍ فِیْمَا سِوَاھَا

مدینہ طیبہ میں جمعہ کی نماز ادا کرنا دیگر جگہوں میں ہزار نماز ادا کرنے کے برابر ہے۔

(اخبار اصفہان ج ۲ ص ۳۳۷)

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور سند سابق کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ فِی الْمَدِیْنَۃِ کَصِیَامِ أَلْفِ شَھْرٍ فِیْمَا سِوَاھَا

مدینہ طیبہ میں ایک ماہ رمضان کے روزے رکھنا دیگر شہروں میں ہزار مہینے کے روزے رکھنے کے برابر ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۱۴۴۸)

مدینہ منورہ میں موت کی فضیلت کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبدالرحمن بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن علی بن طراح نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن احمد معدل نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبداللہ الدقاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں صلت بن مسعود نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سفیان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی، از نافع، از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ فَإِنَّ مَنْ مَّاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ شَفَعْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

جو شخص مدینہ طیبہ میں فوت ہونے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ مدینہ طیبہ میں ہی فوت ہونے کی کوشش کرے کیونکہ جو مدینہ طیبہ میں فوت ہوگا بروز قیامت میں اس کے لیے شفاعت کروں گا۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث ۳۹۱۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۱۲۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۴۱)

پانچواں باب

رحمتِ عالم ﷺ کا مدینہ طیبہ کو حرم قرار دینا، نیز یہ باب حرمِ مدینہ منورہ کی حدود کے بیان میں ہے:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِاَهْلِهَا وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَاِنِّيْ دَعَوْتُ لِاَهْلِهَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلِ مَا دَعَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمُ لِاَهْلِ مَكَّةَ

بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور اہل مکہ کے لیے دعا فرمائی اور میں نے بھی اسی طرح مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے اہل مدینہ کے صاع اور مد میں برکت کی اسی طرح دعا کی ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لیے دعا فرمائی تھی۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۱۲۹۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۶۰۔ شرح مشکل الاثار، رقم الحدیث ۴۷۹۷)

امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث ذکر کی ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمَنْ اَنْشَدَهَا وَلَا يَصْلُحُ لِرَجُلٍ اَنْ يَّحْمِلَ فِيْهَا السَّلَاحَ لِقِتَالٍ وَلَا يَصْلُحُ اَنْ يَّقْطَعَ مِنْهَا شَجَرَةٌ اِلَّا اَنْ يَّعْلِفَ رَجُلٌ بَعِيْرَهٗ

مدینہ طیبہ عیر (نامی پہاڑ) سے لے کر ثور (نامی پہاڑ) تک حرم ہے سو جو شخص اس میں کوئی جرم کرے گا یا مجرم کو پناہ دے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ (بروز قیامت ایسے شخص کے) نہ فرائض قبول فرمائے گا نہ نوافل، اس کا گھاس نہ کاٹا جائے اور اس کا شکار نہ بھگایا جائے اور اس (کے حرم کی حدود

میں) گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے مگر اس شخص کے لیے اٹھانا جائز ہے جو اعلان کرنے کیلئے اٹھائے اور کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ لڑنے کے لیے اس میں ہتھیار اٹھائے اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اس کا کوئی درخت کاٹا جائے سوائے اس کے کہ کوئی اپنے اونٹ کو چارہ ڈالے۔

(مسند امام احمد: ج ۱ ص ۱۱۹۔ سنن ابو داؤد: رقم ۲۰۳۵۔ معرفۃ السنن والآثار للبیھقی: ج ۲ ص ۳۶۶)

نیز صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا

مدینہ طیبہ عیر (نامی پہاڑ) سے لے کر ثور (نامی پہاڑ) تک حرم ہے سو جس شخص نے اس میں کسی جرم کا ارتکاب کیا یا مجرم کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ بروز قیامت ایسے شخص کے نہ فرائض قبول کرے گا نہ نوافل۔

امام ابو عبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں:

عیر اور ثور دو پہاڑوں کے نام ہیں اور اہل مدینہ کسی ایسے پہاڑ کو نہیں پہچانتے جس کا نام "ثور" ہو، بلکہ ثور پہاڑ تو مکہ مکرمہ میں ہے تو ہمارے خیال کے مطابق حدیث شریف اس طرح ہوگی:

مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى اُحُدٍ

یعنی حرم مدینہ "عیر" نامی پہاڑ سے لے کر "احد" پہاڑ تک ہے۔

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

میں کہتا ہوں: بلکہ اہل مدینہ ثور نامی پہاڑ کو پہچانتے ہیں اور یہ اُحد پہاڑ کے پیچھے ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے اور اہل مدینہ اس کا انکار بھی نہیں کرتے۔

اور سنن ابو داود شریف میں سیدنا عدی بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے، فرماتے ہیں:

حَمٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ بَرِيْدًا لَا يُخْبَطُ خَبَطُهَا وَلَا شَجَرُهَا وَلَا يُعْضَدُ اِلَّا

مَا یُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ

رسالتِ مآب ﷺ نے مدینہ طیبہ کی ہر طرف کو ایک ایک برید محفوظ فرمایا اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے پتوں کو جھاڑا جائے مگر اتنا جس کے ساتھ اونٹ کو چرایا جائے۔

(السنن لابی داود رقم ۲۰۳۶۔المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱۷ ص ۱۱۱)

نیز سنن ابوداود شریف میں ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حرم شریف میں ایک شخص کو شکار کرتا ہوا پکڑا اور اس سے اس کے کپڑوں کو چھین لیا پھر اس کے قبیلہ والے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی سفارش کرنے کے لئے آئے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے شہر مدینہ کو حرم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

مَنْ وَّجَدَ اَحَدًا یَصِیْدُ فِیْهِ فَلْیَسْلُبْهُ ثِیَابَهٗ

جو شخص اس حرمِ مدینہ میں کسی شخص کو شکار کرتا ہوا پائے اسے چاہیے کہ وہ اس سے اس کے کپڑوں کو چھین لے۔

(سنن ابو دائود: رقم ۲۰۳۷)

سو میں تمہیں وہ چیز ہرگز نہیں دوں گا جو رسالت مآب ﷺ نے مجھے عطا فرمائی ہے ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی قیمت ادا کر دیتا ہوں۔

نیز سنن ابوداود شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یُخْبَطُ وَلَا یُعْضَدُ حِمٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلٰكِنْ یُهَشُّ هَشًّا رَفِیْقًا:

رسول اللہ ﷺ کی حرم بنائی ہوئی جگہ سے نہ پتے جھاڑے جائیں اور نہ درخت کاٹے جائیں ہاں انتہائی نرمی سے پتے توڑ لیے جائیں۔

(سنن ابو داود: رقم ۲۰۳۹۔السنن الکبری للبیھقی: ج ۵ ص ۲۰۰)

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن ابوالفضل فقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن رفاعہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن حسن شافعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں شعیب بن عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن حسن الرازی نے حدیث بیان

کی، انہوں نے کہا ہمیں ابوزنباع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی، از ابن الہاد، از ابوبکر بن محمد، از عبداللہ بن عمر، از رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ کا تذکرہ فرما رہے تھے:

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا

بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ طیبہ کی دونوں پتھریلی زمین کے درمیان کو حرم قرار دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۶۱، تفسیر طبری، رقم ۲۰۳۱)

صحیح بخاری شریف میں حدیث "ھجرت" میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

اِنِّیْ اُرِیْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَیْنَ لَابَتَیْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ

بے شک مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی ہے جو کہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان واقع ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۲۹۷)

حدودِ حرم کا تعین:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں قاسم بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سہل بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن منیر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ذہلی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں موسیٰ بن ہارون نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابراہیم بن منذر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے ابوبکر بن نعمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی، از والد خود، از جد خود، از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک برید (ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے) تک مدینہ شریف کے درختوں کے کاٹنے کو حرام قرار دیا ہے۔ (یعنی اتنی مقدار مدینہ منورہ کی حدود حرم مقرر فرمائی) اور آپ ﷺ نے مجھے بھیجا سو میں نے حدودِ حرم کے نشانات لگائے اور میں نے ذات الجیش، مشیرب، مجتہر اور تیم پر حدودِ حرم کے نشان لگائے۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۹۱۴۰)

حدودِ حرم مدینہ کے بیان میں ائمہ اربعہ کے اختلاف کا بیان:

میں کہتا ہوں (حضرت مصنف علیہ الرحمہ) حرمِ مدینہ کے شکار اور اس کے درختوں کے کاٹنے کی ممانعت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے:

چنانچہ حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک مدینہ طیبہ حرم ہے اور وہاں جانے والا شخص محرم ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مدینہ طیبہ (مکہ مکرمہ کی طرح) حرم نہیں ہے اور وہاں جانے والا محرم بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ حرم مدینہ کے شکار کرنے والے اور درخت توڑنے والے پر ضمان (تاوان۔دم) لازم ہے یا نہیں؟ ایک روایت میں ہے کہ اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے، جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ اس پر ضمان لازم ہے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے اقوال کی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے بھی دو قول ہیں۔

(حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

جب ہم اس پر ضمان کو لازم کریں تو اس کی جزاء یہ ہوگی کہ شکار کرنے والے کا سارا ساز وسامان چھین لیا جائے اور جس شخص نے حدودِ حرم مدینہ سے باہر شکار کیا پھر اس کو حدودِ حرم مدینہ میں لایا تو اس پر کوئی ضمان نہیں اور نہ اس پر کوئی گناہ ہے اور وہ اس شکار کو ذبح بھی کر سکتا ہے۔ اور کھا بھی سکتا ہے اور بقدرِ ضرورت مدینہ طیبہ کے درختوں کا کاٹنا بھی جائز ہے۔ مثلاً کجاوے کے لیے یا تکیہ بنانے کے لیے۔ نیز مدینہ طیبہ کی گھاس شریف بھی بقدرِ حاجت جانوروں کو کھلانا جائز ہے۔ لیکن مکہ معظمہ میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

❀❀❀

چھٹا باب

وادی عقیق اوراس کی فضیلت کے بیان میں:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وادی عقیق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

اَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِنْ رَّبِّي عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

رات میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک قاصد آیا اس نے کہا آپ اس بابرکت وادی میں نماز پڑھیے۔ اور حج وعمرہ کی ادھر سے نیت فرمایئے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۵۳۴، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۷۹۰)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سنت مبارکہ سے والہانہ محبت:

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وادی میں اپنی سواری کو بٹھاتے اور اس جگہ ٹھہرنے کی جستجو اور تلاش میں رہتے جہاں رسول اللہ ﷺ نے قبل از صبح قیام فرمایا تھا۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے وہ جگہ مسجد کے نشیب میں وادی کے درمیان میں ہے وہ مسجد راستہ کے وسط میں ہے

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۵۳۵۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۴۶)

وادی عقیق کی نرم مٹی اور اس کے میٹھے پانی کے کیا کہنے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن اسعد خباز نے خبر دی، انہوں نے کہا ابو علی المقری نے میری طرف لکھا، از احمد بن عبداللہ اصبہانی، انہوں نے کہا ہمیں جعفر بن محمد الزاہد نے بطور اجازت خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عمر بن عثمان بن عمر بن موسیٰ، از ایوب بن سلمہ، از عامر بن سعد بن ابی وقاص، آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سواری مبارک پر سوار ہو کر وادی عقیق تشریف لے گئے پھر واپس لوٹ کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

يَا عَائِشَةُ جِئْنَا مِنْ هٰذَا الْعَقِيقِ فَمَا أَلْيَنَ مَوْطِئَهُ وَأَعْذَبَ مَاءَهُ

اے عائشہ ہم اس وادی عقیق سے واپس لوٹ آئے ہیں اس کی نرم مٹی اور میٹھے پانی کی کیا بات ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم لوگ وہاں منتقل نہ ہو جائیں؟

ارشاد فرمایا: اب کیسے وہاں جاسکتے ہیں کیونکہ لوگوں نے یہاں گھر بنا لیے ہیں۔

وادی عقیق میں سیدنا سلیمان علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قاصدوں کی قبروں کا ذکر:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وادی عقیق میں ''جماء اُم خالد'' کے پاس ایک آدمی کی قبر پر ایک پتھر ملا جس پر یہ لکھا ہوا تھا:

أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ إِلٰى أَهْلِ يَثْرِبَ

میں اللہ کا بندہ اور اللہ کے رسول سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا اہل یثرب کی طرف بھیجا گیا قاصد ہوں۔

ایک اور آدمی کی قبر پر ایک کتبہ ملا جس پر لکھا تھا:

أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ إِلٰى أَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ

میں اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کا ان بستی والوں کی طرف بھیجا ہوا قاصد ہوں۔

وادی عقیق میں صحابہ کرام وتابعین عظام علیہم الرضوان کی رہائشیں:

میں کہتا ہوں: (حضرت مصنف علیہ الرحمہ)

کچھ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقیق میں گھر بنا لیے تھے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے اور اسی طرح تابعین عظام اور ان کے بعد والے لوگوں نے بھی وہاں سکونت اختیار کی تھی۔ اور اس وادی میں نہایت مضبوط محلات اور میٹھے کنویں تھے اور اس وادی کے باشندوں کے خوبصورت واقعات اور اشعار ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔

جب حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے وادی عقیق میں اپنا محل تیار فرمایا اور وہیں قیام پذیر ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا:

تم نے مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی کی، تو وہ فرماتے: میں نے دیکھا کہ لوگوں کی مساجد لہو ولہب کی جگہ بن چکی ہیں اور ان کے بازاروں کو دیکھا کہ وہ بے ہودہ جگہیں بن گئی ہیں اور ان کی مجلسوں میں برائیاں عروج پر پہنچ چکی ہیں، اس لیے میں

نے سمجھا ان سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ (یعنی لوگوں کی طبیعتیں اور عادتیں اس طرح ہو چکی ہیں کہ اب ان سے کنارہ کش ہو کر الگ تھلگ رہنے میں ہی بہتری ہے)

اہل سیر لکھتے ہیں کہ: بنواُمیہ ان لوگوں کو تنخواہیں دیتے تھے جو وادی عقیق میں مروان بن حکم کے حوض کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اسی وادی میں ایک کنواں تھا جسے "بئر مغیرہ" کہا جاتا تھا، اس کی رسیوں اور ڈول وغیرہ کی دیکھ بھال کی جاتی تھی۔

نیز اصحاب سیر نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقیق کا ایک نگران مقرر فرمایا تھا جس کا نام ''ہیصم مزنی'' تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد مدینہ طیبہ کے حکمران نگران مقرر کرتے رہے حتی کہ جب داود بن عیسیٰ کا زمانہ آیا اس نے یہ سلسلہ ختم کر دیا اور یہ ۱۹۸ھ کی بات ہے۔

علماء سیر فرماتے ہیں: کہ حضرت سعید بن زید اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ان دونوں کا وصال وادی عقیق میں ہوا، بعد میں ان کے اجسام مبارکہ کو مدینہ طیبہ لا کر کی تدفین کی گئی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، رقم الترجمہ ۳۲۶۱)

یاد رہے یہ دونوں صحابہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔

میں کہتا ہوں: (حضرت مصنف علیہ الرحمہ)

اب وادی عقیق میں کوئی آباد نہیں، اب وہاں پرانے گھروں کے نشانات اور کھنڈرات ہیں جنہیں دیکھ کر طبیعت خوشی محسوس کرتی ہے جیسا کہ ابوتمام شاعر نے اسی کی منظر کشی کی ہے کہ:

ماربع میة معمورا یطیف بہ : غیلان ابهی ربا من ربعها الخرب

ولا الخدود وان ادمین من خجل : اشهی الی ناظری من خدها الترب

❁❁❁

ساتواں باب

مدینہ طیبہ کے کنویں اوران کی فضیلت کے بیان میں:

واضح رہے کہ علماء سیر نے مدینہ طیبہ کے بہت سارے ایسے کنوؤں کے نام نقل کیے ہیں جن میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے پانی نوش فرمایا ہے اور کچھ کنویں ایسے ہیں جن میں آپ ﷺ نے لعاب دہن مبارک ڈالا ہے۔(یاد رہے "لعابِ نبوی کی برکات" پر راقم الحروف نے مستقل کتاب لکھی ہے جو بحمد اللہ طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ازمترجم)

مگر آج ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کا کوئی پتا نہیں، سو ان کے تذکرہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔لیکن ہم ان کنوؤں کا تذکرہ کریں گے جو آج بھی (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں) مشہور و معروف ہیں اور اہلِ مدینہ ان کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ذمہ داری بھی انہیں پر ہے۔

بئر حاء:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھجوروں کے باغات کے اعتبار سے انصارِ مدینہ کے مالدارترین لوگوں میں سے تھے اور ان کو تمام تر اموال سے زیادہ محبوب مال ان کا ایک باغ تھا جس کا نام "بئر حاء" تھا۔اور یہ باغ مسجد نبوی شریف کے بالکل سامنے واقع تھا۔رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس میں موجود کنویں کا پانی نوش فرماتے اور یہ پانی نہایت میٹھا تھا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے باغ صدقہ کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نال ہوئی:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ

(پ۴، آل عمران:۹۲)

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے،

یارسول اللہ ﷺ بے شک اللہ عزوجل ارشاد فرما رہا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔

(پ ۴، آل عمران:۹۲)

اور بے شک مجھے اپنے تمام مال سے زیادہ پسندیدہ مال "بئر حاء" ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں میں اس کی جزا اور ثواب کی اُمید رکھتا ہوں۔ سو آپ یارسول اللہ ﷺ اس باغ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہاں چاہیں جس طرح چاہیں رکھیں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَخٍ ذَالِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَالِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ

یہ تو بہت منافع والا مال ہے، یہ تو بہت منافع والا مال ہے اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سب کچھ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے وقف کردو۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں ایسا ہی کروں گا، سو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم فرمادیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۴۶۱۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۹۹۸۔ صحیح ابن حبان۔ رقم الحدیث ۳۳۴۰)

آج کل (حضرت مولف علیہ الرحمہ کے زمانہ میں) یہ کنواں نہایت چھوٹے سے باغیچے کے وسط میں واقع ہے اور اس کے نزدیک کھجور کے درخت ہیں اور اس کے اردگرد کھیتی باڑی کی جاتی ہے اور اس کے نزدیک ایک گھر ہے جو سطح زمین سے بلند تعمیر کیا گیا ہے۔

اور یہ کنواں مدینہ طیبہ کے قریب واقع ہے۔ اور یہ آج کل قبیلہ بنو نویرہ کے کچھ افراد کی ملکیت ہے اس کا پانی نہایت میٹھا ہے۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَذَرَعْتُهَا فَكَانَ طُوْلُهَا عِشْرِيْنَ ذِرَاعًا مِنْهَا أَحَدَ عَشَرَ ذِرَاعًا وَنِصْفَ مَاءٍ وَالْبَاقِيْ بُنْيَانٌ وَعَرْضُهَا ثَلَاثَةُ أَذْرُعٍ وَشِبْرٌ وَهِيَ مُقَابَلَةُ الْمَسْجِدِ كَمَا ذُكِرَتْ فِي الْحَدِيْثِ

اور میں نے اس کی پیمائش کی ہے سو اس کی لمبائی (گہرائی) بیس ہاتھ تھی جس میں ساڑھے گیارہ ہاتھ تک پانی تھا اور

باقی حصہ پر دیوار تھی اور اس کی چوڑائی تین ہاتھ اور ایک بالشت تھی اور یہ کنواں مسجد نبوی شریف کے سامنے واقع ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں بیان کیا گیا ہے۔

بئرِ اریس: (آج کے دور میں اس کی جگہ باب فہد سے داخل ہوتے ہی دائیں طرف ہے۔ میں نے خود اہلِ مدینہ سے ایسے ہی سنا ہے)

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر یہ ارادہ لے کر گھر سے نکلے کہ آج سارا دن رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہوں گا اور آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوں گا۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ مسجد میں آئے اور لوگوں سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے کہا آپ ﷺ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑا اور راستے میں لوگوں سے پوچھتا گیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ "بئر اریس" میں داخل ہو رہے ہیں، سو میں اس کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا اس کا دروازہ جریر کا بنا ہوا تھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو فرمایا، میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ ﷺ "بئر اریس" کے درمیانی حصہ پر اس حالت میں تشریف فرما ہیں کہ اپنی پنڈلیاں مبارک کھول کر کنویں میں لٹکائی ہوئی ہیں، پس میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا پھر واپس مڑ کر دروازہ کے پاس بیٹھ گیا اور دل میں کہنے لگا:

لَاَ كُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْيَوْمَ

آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان اور محافظ بن کر بیٹھوں گا۔

پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون؟ فرمایا: ابوبکر!

میں نے کہا ٹھہریئے: پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوبکر اجازت مانگ رہے ہیں، ارشاد فرمایا:

اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں آیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اندر تشریف

لایئے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پس جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب وسط کنواں کی جگہ میں آپ ﷺ کی طرح پاؤں لٹکا کر پنڈلیاں کھول کر بیٹھ گئے۔ پھر میں واپس پلٹ کر دروازہ کے پاس بیٹھ گیا اور میں جب گھر سے نکلا تھا تو اپنے بھائی کو وضو کرتا چھوڑ آیا تھا وہ بھی میرے ساتھ آنے کا ارادہ رکھتے تھے، تو میں نے دل میں کہا اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اس کو ضرور ادھر بھیجے گا۔ پھر اچانک کسی شخص کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی میں نے پوچھا کون؟ جواب آیا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)۔
میں نے کہا ٹھہریئے:

پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور میں نے کہا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اجازت مانگ رہے ہیں، ارشاد فرمایا:

اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو۔

پس میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا اندر تشریف لایئے، اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری دے رہے ہیں، سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہو کر وسط کنویں میں رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے، پھر میں واپس لوٹ کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا اگر اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے گا تو ضرور ان کو یہاں لے آئے گا، پس ایک انسان آیا اور دروازہ کھٹکانے لگا، میں نے پوچھا کون؟ فرمایا عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) میں نے انہیں کہا ادھر ہی ٹھہریئے۔

پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور میں نے عرض کیا: عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) اجازت مانگ رہے ہیں، ارشاد فرمایا:

اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ

انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو اور یہ بھی بتا دو کہ انہیں دنیا میں تکلیف پہنچے گی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آ کر ان سے کہا اندر تشریف لایئے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ

جنت کی بشارت دے رہے ہیں لیکن اس سے پہلے دنیا میں تمہیں تکلیف پہنچے گی۔

فرماتے ہیں: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے لیکن کنویں کے منڈیر میں جگہ نہ پائی اور ان تینوں حضرات کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۶۷۴۔صحیح مسلم، رقم ۲۴۰۳۔السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶ ص ۳۸۸)

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی صحیح میں اسی حدیث کو الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور ان تینوں حضرات کے ساتھ بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی تو اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ ان کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیاں کھول کر کنویں میں لٹکا لیں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۰۹۷)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ان تینوں حضرات کی قبریں ایک جگہ ہیں جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر ان سے الگ ہے۔(کیونکہ آپ جنت البقیع شریف میں مدفون ہیں)

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۰۹۷)

شیخین اپنی صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور وہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں رہی، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ سے ”بئر اریس“ میں گر گئی۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۸۶۶۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۹۱۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۵۴۹۵)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی مبارک آپ کے دست اقدس میں رہی، بعد ازاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی تو ایک مرتبہ وہ ”بئر اریس“ میں بیٹھے تھے اور انگوٹھی کو انگلی سے اُتار لیا اور اس کو دیکھنے لگے کہ اچانک وہ کنویں میں گر گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن تک پانی نکال نکال کر اس کو تلاش کرتے رہے مگر وہ انگوٹھی ہمیں نہیں ملی۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۸۷۹۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۰۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴ ص ۱۴۲)

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں):

قُلْتُ وَ هٰذِهِ الْبِئْرُ مُقَابَلَةُ مَسْجِدِ قُبَاءَ وَعِنْدَهَا مَزَارِعُ وَ يُسْتَقٰى مِنْهَا وَمَآؤُهَا عَذْبٌ وَ ذَرَعْتُهَا فَكَانَ طُوْلُهَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ ذِرَاعًا وَ شِبْرًا مِنْهَا ذِرَاعَانِ وَنِصْفُ مَاءٍ وَعَرْضُهَا خَمْسَةُ اَذْرُعٍ وَطُوْلُ قُفِّهَا الَّذِيْ جَلَسَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبَاهُ ثَلَاثَةُ اَذْرُعٍ تَشِفُّ كَفًّا وَالْبِئْرُ تَحْتَ اُطُمٍ عَالٍ خَرَابٍ مِّنْ حِجَارَةٍ

میں کہتا ہوں یہ کنواں مسجد قباء شریف کے سامنے واقع ہے اور اس کے نزدیک کھیت اور باغات ہیں اس کنویں سے پانی کھینچا جاتا ہے اور اس کا پانی نہایت میٹھا ہے میں نے اس کنویں کی پیائش کی ہے سو اس کی لمبائی چودہ ہاتھ اور ایک بالشت تھی جس میں سے اڑھائی ہاتھ تک پانی تھا اور اس کی چوڑائی پانچ ہاتھ تھی اور اس کے اس منڈیر کی لمبائی جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے ہتھیلی بھرے ہوئے تین ہاتھ ہے اور یہ کنواں ایک بلند ویران اور پتھروں سے تعمیر کیے گئے قلعہ کے نیچے واقع ہے۔

بئرِ بُضاعہ:

امام ابوداؤد اپنی "سنن" میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ کے استعمال کے لیے پانی "بئر بضاعہ" سے لایا جاتا ہے حالانکہ یہ وہ کنواں ہے جس میں کتوں کے گوشت، حیض کے پلید کپڑے اور لوگوں کے پاخانے ڈالے جاتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمَآءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ

بے شک پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔

(سنن ابوداود۔ رقم الحدیث ۶۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱ ص ۵)

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالقاسم الصموت نے خبردی، از حسن بن احمد، از احمد بن عبداللہ، از جعفر بن محمد، انہوں نے کہا ہمیں ابویزید مخزومی نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از حاتم بن اسماعیل، از محمد بن ابویحییٰ، از والدہ خود، انہوں نے کہا ہم چند عورتیں مل کر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں انہوں نے کہا:

لَوْ اَنِّیْ سَقَیْتُکُنَّ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَۃَ لَکَرِھْتُنَّ ذَالِکَ وَقَدْ وَاللہِ سَقَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ بِیَدِیْ مِنْھَا

اگر میں تمہیں بئر بضاعہ سے پانی پلاؤں تو تم کو ناگوار گزرے گا حالانکہ اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے اس کنویں کا پانی پلایا ہے۔

(شرح معانی الاثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۲)

(اور سند سابق کے ساتھ زبیر بن بکار نے کہا:)

ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عبدالمہین بن عباس بن سہل، از والد خود، از جد خود، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بئر بضاعہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا تھا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۵۷۰۴)

(نیز زبیر بن بکار نے کہا:)

ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از ابراہیم بن محمد بن ابویحییٰ، از مالک بن حمزہ بن ابواسید، از والد خود، از جد خود، ان کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بئر بضاعہ کے لیے دعا مانگی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۳۹۲)

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

امام ابوداؤد بجستانی رحمہ اللہ نے اپنی "سنن" میں کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے قتیبہ بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے "بئر بضاعہ" کے نگران سے اس کی گہرائی کے بارے میں سوال کیا اور میں نے کہا: زیادہ سے زیادہ پانی اس کا کس حد تک

ہوتا ہے؟اس نے کہا،ناف تک ہوتا ہے۔میں نے پوچھا جب پانی کم ہوجاتا ہے تو کہاں تک ہوتا ہے؟اس نے کہاناف سے نیچے شرمگاہ تک۔(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۶۷)

قُلْتُ وَ هٰذِهِ الْبِئْرُ الْيَوْمَ فِيْ بُسْتَانٍ وَمَآؤُهَا عَذْبٌ طَيِّبٌ وَلَوْنُهٗ صَافٌ اَبْيَضُ وَرِيْحُهٗ كَذَالِكَ وَيُسْتَقٰى مِنْهَا كَثِيْرًا وَذَرَعْتُهَا فَكَانَ طُوْلُهَا اَحَدَ عَشَرَ ذِرَاعًا وَشِبْرًا مِنْهَا ذِرَاعَانِ رَاجِحَةٌ مَآءٌ وَالْبَاقِيْ بِنَآءٌ وَعَرْضُهَا سِتَّةُ اَذْرُعٍ كَمَا ذَكَرَ اَبُوْ دَاوٗدَ فِي السُّنَنِ

میں کہتا ہوں کہ آج کل یہ کنواں ایک باغ میں واقع ہے اس کا پانی نہایت میٹھا ہے اس کا رنگ انتہائی چمکدار سفید ہے اور اس کی خوشبو بھی نہایت اچھی ہے اور اس سے پانی کھینچا جاتا ہے اور میں نے خود اس کی پیائش کی ہے سو اس کی لمبائی گیارہ ہاتھ اور ایک بالشت تھی جس میں سے دو ہاتھ پانی تھا اور باقی کنویں کی دیوار تھی اور اس کی چوڑائی چھ ہاتھ تھی جیسا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔

بئرِ غرس:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن اسعد نے اپنے خط کے ساتھ خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو علی الحداد نے خبر دی، از ابو نعیم الاصبہانی، انہوں نے کہا ابو محمد الخواص نے میری طرف لکھا، کہ محمد بن عبدالرحمن نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عبدالعزیز بن محمد، از سعید بن عبدالرحمن بن رقیش، انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہارا یہ (بئرِ غرس) کنواں کہاں ہے؟ سو ہم نے انہیں بتایا تو آپ نے فرمایا:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَآءَ هَا وَ اَنَّهَا لَتُسْلٰى عَلٰى حِمَارٍ بِسَحَرٍ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِدَلْوٍ مِنْ مَّآئِهَا فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ سَكَبَهٗ فِيْهَا فَمَا نَزَفَتْ بَعْدُ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو سحری کے وقت دیکھا آپ ﷺ اس کنویں کے پاس تشریف لائے اس وقت اس کا پانی ایک گدھے کے ذریعے کھینچا جارہا تھا پس نبی اکرم ﷺ نے اس کے پانی کا ایک ڈول منگوایا اس سے وضو فرمایا پھر وہ پانی اس کنویں میں ڈال دیا پس اس کے بعد یہ کنواں کبھی خشک نہیں ہوا۔

(الطبقات الکبری ج ۱ ص ۳۹۱)

(راوی زبیر بن بکار کہتے ہیں:)

ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از قاسم بن محمد، از ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ اَنِّيْ اَصْبَحْتُ عَلٰى بِئْرٍ مِنَ الْجَنَّةِ فَاَصْبَحَ عَلٰى بِئْرِ غَرْسٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا وَ بَصَقَ فِيْهَا وَغُسِّلَ مِنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ ﷺ

مین نے آج رات خواب دیکھا کہ میں جنت کے ایک کنویں میں ہوں، پس صبح کے وقت آپ ﷺ "بئر غرس" کے پاس تشریف لائے اس کے پانی سے وضو فرمایا اور اس میں لعاب دہن مبارک ڈالا۔(راوی کہتے ہیں)اور اس کنویں کے پانی سے رسول اللہ ﷺ کو بعد از وصال شریف غسل مبارک دیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۹۱)

(راوی زبیر بن بکار کہتے ہیں:)

اور ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از سفیان بن عیینہ، از جعفر بن محمد، از والد خود، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو "بئر غرس" نامی کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا اور آپ ﷺ اسی کنویں سے پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۹۱)

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَهٰذِهِ الْبِئْرُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ مَسْجِدِ قُبَاءَ نَحْوُ نِصْفِ مِيْلٍ وَهِيَ فِيْ وَسْطِ الشَّجَرِ وَقَدْ خَرَّبَهَا السَّيْلُ وَطَمَّهَا وَفِيْهَا مَاءٌ اَخْضَرُ اِلَّا اِنَّهُ عَذْبٌ طَيِّبٌ وَرِيْحُهُ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الْاَجُوْنُ وَذَرَعْتُهَا فَكَانَ طُوْلُهَا سَبْعَةَ اَذْرُعٍ شَافَّةٍ مِنْهَا ذِرَاعَانِ مَاءٌ وَعَرْضُهَا عَشَرَةُ اَذْرُعٍ

میں کہتا ہوں: اس "بئر غرس" اور مسجد قباء شریف کے درمیان تقریباً آدھے میل کا فاصلہ ہے اور یہ کنواں درختوں کے جھرمٹ میں واقع ہے سیلاب نے اس کنویں کو ویران کر دیا اس کے پانی کا رنگ سبز ہے مگر تا حال نہایت لذیذ اور میٹھا ہے اور اس کی خوشبو پر اجون غالب ہے میں نے اس کی پیائش کی ہے سو اس کی لمبائی مکمل سات گز ہے جس میں سے دو ہاتھ پانی تھا اور اس کی چوڑائی دس ہاتھ ہے۔

بئرِ بُصَّہ:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ذاکر الحذاء نے خبر دی، از حسن بن احمد اصبہانی، از احمد بن عبد اللہ الحافظ، از جعفر بن محمد، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبد الرحمن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از محمد بن موسیٰ، از سعید بن ابوزید، از زر بن عبد الرحمن۔ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ شہداء کی قبور کے پاس اور ان کے بیٹوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے اہل خانہ کی کڑی حفاظت فرماتے۔ ایک دن آپ ﷺ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

هَلْ عِنْدَكَ مِنْ سِدْرٍ اَغْسِلُ بِهٖ رَأْسِیْ فَاِنَّ الْيَوْمَ الْجُمُعَةُ

کیا تمہارے پاس بیری کے پتے ہیں؟ ان سے میں اپنا سر مبارک دھونا چاہتا ہوں کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔

انہوں نے عرض کی، جی ہاں!

پس انہوں نے وہ پتے لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے، آپ ﷺ وہ پتے لے کر ''بصہ'' نامی کنویں کی طرف تشریف لے گئے اور اس کنویں کے پانی سے سر مبارک دھویا اور اپنے سر مبارک کا دھوون اور بالوں سے گرنے والا پانی اس ''بصہ'' کنویں میں ڈال دیا۔

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَهٰذِهِ الْبِئْرُ قَرِيْبَةٌ مِنَ الْبَقِيْعِ عَلٰى طَرِيْقِ الْمَارِّ اِلٰى قُبَآءَ وَهِیَ بَيْنَ نَخْلٍ وَقَدْ هَدَمَهَا السَّيْلُ وَطَمَّهَا وَفِيْهَا مَآءٌ اَخْضَرُ وَوَقَفْتُ عَلٰى قُفِّهَا وَذَرَعْتُ طُوْلَهَا فَكَانَ اَحَدَ عَشَرَ ذِرَاعًا مِنْهَا ذِرَاعَانِ مَآءٌ وَعَرْضُهَا تِسْعَةُ اَذْرُعٍ وَهِیَ مَبْنِيَّةٌ بِالْحِجَارَةِ وَلَوْنُ مَآئِهَا اِذَا انْفَصَلَ مِنْهَا اَبْيَضُ وَطَعْمُهٗ حُلْوٌ اِلَّا اِنَّ الْاَجُوْنَ غَلَبَ عَلَيْهِ وَذَكَرَ لِیَ الثِّقَةُ اَنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ كَانُوْا يَسْتَقُوْنَ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ يَّطُمَّهَا السَّيْلُ

میں کہتا ہوں: یہ کنواں بقیع شریف کے قریب قباء شریف جانے والے راستہ پر واقع ہے سیلاب نے اس کنویں کی حالت خستہ کر دی ہے اور اس کے پانی کا رنگ سبز ہے میں نے اس کی منڈیر پر کھڑے ہو کر پیمائش کی ہے سو اس کی

لمبائی گیارہ ہاتھ تھی جس میں سے دو ہاتھ پانی تھا جبکہ اس کی چوڑائی نو ہاتھ تھی اور یہ کنواں پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے جب اس کا پانی کنویں سے الگ کیا جائے تو سفید ہوتا ہے اس کا ذائقہ میٹھا ہے لیکن اجون (تغیر لون وطعم) اس پر غالب ہے۔ ایک ثقہ اور قابل اعتماد شخص نے مجھے بتایا ہے کہ سیلاب کی وجہ سے اس کی خستہ حالی سے پہلے اہل مدینہ اس کا پانی پیا کرتے تھے۔

بئرِ رُومہ اور تبع بادشاہ:

علماء سیر نے روایت کیا ہے کہ تُبع بادشاہ جب مدینہ منورہ آیا تھا تو وہ قباء کے علاقہ میں ٹھہرا اور اس نے وہاں کنواں کھودنے کا حکم جاری کیا جسے ''بئر الملك'' کہا جاتا ہے۔ لیکن اس بادشاہ نے اس کنویں کا پانی صحت بخش نہ پایا، سوایک یہودن فکیہہ نامی خاتون جس کا تعلق قبیلہ بنوزریق سے تھا وہ بادشاہ کے پاس آئی، بادشاہ تُبع نے اس عورت کی طرف اس کنویں کے پانی کے صحت مند نہ ہونے کی شکایت کی، وہ عورت گئی اور ''بئر رومہ'' سے پانی بھر کر دو گدھوں پر لاد کر لائی۔

پس بادشاہ نے اس کنویں کا پانی پیا (وہ نہایت خوش ذائقہ پایا) اور کہنے لگا ہمیں یہ پانی اور لاکر دو۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میری طرف عفیفہ اصبہانیہ نے لکھا، کہ ابوعلی الحداد نے اپنے خط کے ساتھ انہیں خبر دی، از ابونعیم، انہوں نے کہا جعفر خلدی نے میری طرف لکھا، کہ ابویزید مخزومی نے انہیں خبر دی، از زبیر بن بکار، از محمد بن حسن، از محمد بن طلحہ، از اسحاق بن یحییٰ، از موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ الْحَفِيْرَةُ حَفِيْرَةُ الْمُزَنِيِّ

مزنی کا کنواں کتنا اچھا ہے۔

یعنی ''بئر رومہ''

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ''بئر رومہ'' خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرنا:

پس جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد مبارک سنا تو انہوں نے سو (۱۰۰) جوان اُونٹوں کے بدلے نصف کنواں خرید کر (مسلمانوں کے لیے) صدقہ کر دیا (وقف کر دیا)۔

تو لوگ اس کنویں سے پانی پینے لگے، پس جب اس کنویں کے مالک نے دیکھا کہ جو کچھ اس کو اس کنویں سے نفع ہوتا تھا

اب وہ نہیں ہو رہا۔ اس نے تھوڑی سی قیمت کے عوض دوسرا حصہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا سو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ سارا کنواں خرید کر صدقہ کر دیا (یعنی مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا)۔

(الطبقات الکبری، ج ١ ص ٣٩٢)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی "صحیح" میں حضرت ابو عبد الرحمن السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اور قسم بھی صرف اصحاب رسول ﷺ کو دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَفَرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ

جو شخص رومہ کا کنواں کھودے گا اس کے لیے جنت ہے۔

اور میں نے اس کنویں کو کھدوایا۔ بتاؤ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ

جس شخص نے جیش عسرہ (غزوۂ تبوک) کے لیے سامان مہیا کیا اس کے لیے جنت ہے۔

اور میں نے بھرپور اس لشکر کی معاونت کی تھی۔

راوی نے کہا:

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تصدیق کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ٢٧٧٨۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ٦٩١٦۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ٦ ص ١٦٧)

(حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَهٰذِهِ الْبِئْرُ الْيَوْمَ بَعِيْدَةٌ عَنِ الْمَدِيْنَةِ جِدًّا فِيْ بَرَاحٍ وَاسِعٍ مِنَ الْاَرْضِ وَطِيءٍ وَعِنْدَهَا بِنَاءٌ مِنْ حِجَارَةٍ خَرَابٍ قِيْلَ اِنَّهُ كَانَ دَيْرًا لِلْيَهُوْدِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَحَوْلَهَا مَزَارِعُ وَاٰبَارٌ وَاَرْضُهَا رَمْلَةٌ وَقَدِ انْتَقَضَتْ خَرَزَتُهَا وَاَعْلَامُهَا اِلَّا اَنَّهَا بِئْرٌ مَلِيْحَةٌ جِدًّا مَبْنِيَّةٌ بِالْحِجَارَةِ الْمُوَجَّهَةِ وَذَرَعْتُهَا فَكَانَ طُوْلُهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ ذِرَاعًا مِنْهَا ذِرَاعَانِ مَاءٌ وَبَاقِيْهَا مَطْمُوْمٌ

بِالرَّمَلِ الَّذِیْ تَسْفِیْهِ الرِّیَاحُ فِیْهَا وَعَرْضُهَا ثَمَانِیَةُ اَذْرُعٍ وَمَآؤُهَا صَافٍ وَطَعْمُهٗ حُلُوٌّ اِلَّا اَنَّ الْاَجُوْنَ غَلَبَ عَلَیْهِ

میں کہتا ہوں: آج یہ کنواں مدینہ طیبہ سے بہت دور ایک وسیع اور کھلے میدان میں واقع ہے اس کے پاس پتھروں سے بنی ہوئی ایک ویران عمارت ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ یہودیوں کا عبادت خانہ تھا۔ واللہ اعلم۔ اور اس کنویں کے ارد گرد کھیتیاں باغات اور دیگر کنویں ہیں اور اس کی زمین ریتلی ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں مٹ چکی ہیں مگر یہ نہایت نمکین کنواں ہے اور یہ سدھائے ہوئے پتھروں سے بنا ہوا ہے میں نے اس کی پیمائش کی ہے سو اس کی لمبائی اٹھارہ ہاتھ تھی جس میں سے دو ہاتھ پانی تھا اور باقی حصہ تیز ہوائیں چلنے کی وجہ سے ریت سے اٹھا ہوا تھا اور اس کی چوڑائی آٹھ ہاتھ ہے اس کا پانی صاف اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے لیکن اجون (کائی) اس پر غالب ہے۔

(ان کنوؤں کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمہ بطور نوٹ لکھتے ہیں:)

قُلْتُ وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰبَارَ قَدْ یَزِیْدُ مَآؤُهَا فِیْ بَعْضِ الْاَزْمَانِ عَمَّا ذَكَرْنَا وَقَدْ یَنْقُصُ وَ رُبَمَا بَقِیَ مِنْهَا مَا كَانَ مَطْمُوْمًا

میں کہتا ہوں: یہ بات واضح رہے کہ جن کنوؤں کا ہم نے تذکرہ کیا ہے بعض اوقات ان کا پانی ہماری بیان کردہ مقدار سے بڑھ جاتا ہے اور کبھی اس مقدار سے بھی کم ہو جاتا ہے اور کچھ تو ایسے کنویں بھی ہیں جو ریت وغیرہ سے بھرے اٹے ہوتے ہیں۔ (یعنی پانی بالکل موجود نہیں ہوتا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ مبارک کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن اسعد نے خبر دی، از حسن بن احمد، از ابو نعیم، از جعفر بن محمد، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں زبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از موسیٰ بن ابراہیم بن بشیر، از طلحہ بن خراش ان کا بیان ہے: کہ غزوہ خندق والے دنوں میں صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے خوف کی وجہ سے قبیلہ بنو حرام کی ایک غار میں لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک وہیں تشریف فرما ہوتے حتیٰ کہ جب صبح ہو جاتی تو نیچے اُتر کر واپس تشریف لے جاتے۔

راوی کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار کے قریب ایک چھوٹا سا گڑھا کھودا تھا جس کا پانی آج تک جاری وساری ہے۔

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَهٰذِهِ الْعَيْنُ فِيْ ظَاهِرِ الْمَدِيْنَةِ وَعَلَيْهَا بِنَآءٌ وَهِيَ مَقَابَلَةُ الْمُصَلّٰى

میں کہتا ہوں: یہ چشمہ شریف مدینہ طیبہ کے سامنے واقع ہے اور اس پر تعمیر بھی موجود ہے اور یہ عیدگاہ کے مقابل واقع ہے۔

آٹھواں باب

جبلِ اُحد اور اس کی فضیلت اور شہداء احد کے فضائل کے بیان میں:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی ''صحیح'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ اُحد پہاڑ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ

یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۳۶۷۔ مسند ابویعلی رقم الحدیث ۳۷۰۲)

امام ابوعمر ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ اس حدیث کا معنٰی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

يَحْتَمِلُ اَنَّ اللهَ خَلَقَ فِيْهِ الرُّوْحَ فَاَحَبَّ النَّبِيَّ ﷺ وَقِيْلَ يُحْمَلُ عَلَى الْمَجَازِ

ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس میں روح پیدا کردی ہو جس کی وجہ سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے لگا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو مجاز پر محمول کیا جائے۔

(التمہید لما فی المؤطا من المعانی والمسانید ج ۷ ص ۳۰۶)

(مجازی معنی یہ ہے کہ: اُحد پہاڑ کے رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں)

اُحد پہاڑ جنت کا ستون ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوغالب محمد بن مبارک الکاتب اور عبدالعزیز بن احمد الناقد نے خبر دی، ان دونوں نے کہا ہمیں محمد بن عمر الفقیہ نے خبر دی اس نے کہا ہمیں جابر بن یاسین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمر بن احمد مقری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن محمد بغوی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی، از سیدنا سہل رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

أُحُدٌ رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ الْجَنَّةِ

احد پہاڑ جنت کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے (ایک کونہ ہے)۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۵۸۱۳)

سیدنا ہارون علیہ السلام کی قبر مبارک اُحد پہاڑ میں ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابو محمد بن ابوالقاسم الحافظ نے میری طرف لکھا، کہ عبدالرحمن بن ابوالحسن نے انہیں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سہل بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن بن منیر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوطاہر محمد بن عبداللہ الذہلی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں موسیٰ بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن محمد نے حدیث بیان کی، از طلحہ بن خراش، از ابن جابر بن عقیل، از حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَرَجَ مُوسٰى وَ هَارُوْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنَ فَلَمَّا كَانَا بِالْمَدِيْنَةِ مَرِضَ هَارُوْنُ فَثَقُلَ فَخَافَ عَلَيْهِ مُوسٰى مِنَ الْيَهُوْدِ فَدَخَلَ بِهٖ اُحُدًا فَمَاتَ فَدَفَنَهٗ فِيْهِ

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کے ارادہ سے نکلے پس جب وہ دونوں مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوگئی اور مرض مزید شدت اختیار کرتا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان پر یہودیوں کے شر کا اندیشہ ہوا سو وہ ان کو اُحد پہاڑ پر لے گئے پس وہیں ان کا وصال ہوا اور وہیں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔

(تاریخ المدینۃ للقاضی ابن شبہ ج ۱ ص ۸۶)

جبلِ اُحد حقیقت میں کوہِ طور پر پڑنے والی تجلی ربانی کا مظہر ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا تَجَلّٰى اللّٰهُ تَعَالٰى لِجَبَلِ طُوْرِ سِيْنَاءَ تَشَظّٰى مِنْهُ سِتُّ شَظَايَا فَنَزَلَتْ مَكَّةَ فَكَانَ حِرَاءَ

وَثَبِيْرَ وَثَوْرَ وَبِالْمَدِيْنَةِ اُحُدَ وَوَرَقَانَ وَعَيْرَ

جب خالق کائنات جل مجدہ نے طور سیناء پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کے چھ ٹکڑے اُڑے پھر (تین) مکہ مکرمہ میں اُترے سوان سے یہ تین پہاڑ بنے۔ جبل حراء، جبل ثبیر، جبل ثور اور (تین) مدینہ شریف میں اُترے جس سے یہ تین پہاڑ بن گئے، جبل اُحد، جبل ورقان اور جبل عیر۔

میں (حضرت مصنف علیہ الرحمہ) کہتا ہوں:

اُحد پہاڑ مشہور و معروف ہے اور جبل عیر اس کے سامنے واقع ہے اور ورقان پہاڑ شعب علی رضی اللہ عنہ کے پاس واقع ہے۔

جنگ اُحد کی مکمل تفصیل:

میں (حضرت مصنف علیہ الرحمہ) کہتا ہوں:

قریش مکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کے لیے آئے اور بروز ہفتہ نصف شوال ۳ھ میں جبل اُحد کے پاس آمنے سامنے ہوئے، اس جنگ میں رب ذوالجلال نے بہت سارے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے شہادت کے رتبے سے سرفراز فرمایا اور دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے اور آپ ﷺ پر انہوں نے پتھر پھینکے، یہاں تک کہ امام الانبیاء ﷺ اپنے پہلو مبارک کے بل زمین پر جلوہ افروز ہوگئے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوگئے اور سر مبارک اور چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور ہونٹ مبارک پر بھی زخم آئے اور یہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے سامنے شہید ہونے والے مومنین کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے اکرام در اکرام تھا۔ (سبحان اللہ)

جنگ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسماءِ گرامی:

شہید ہونے والے اصحاب رسول ﷺ کی تعداد ستر (۷۰) تھی اور ان سب کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدنا امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

۲۔ سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔

۳۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ۔

۴۔ سیدنا شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

نوٹ:

یہ چاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان مہاجرین میں سے تھے اور باقی حضرات انصار مدینہ میں سے تھے۔

ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۵۔ سیدنا عمرو بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہ۔

۶۔ سیدنا حارث بن انس بن رافع رضی اللہ عنہ۔

۷۔ سیدنا عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ۔

۸۔ سیدنا سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ۔

۹۔ سیدنا عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ۔

۱۰۔ سیدنا ابو ہمام بن وقش رضی اللہ عنہ۔

۱۱۔ سیدنا رفاعہ بن وقش رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔ سیدنا حسیل بن ثابت رضی اللہ عنہ، ان کا صل نام ''یمان'' ہے اور یہ حضرت حذیفہ کے والد ہیں۔

۱۳۔ سیدنا صیفی بن قیظی رضی اللہ عنہ۔

۱۴۔ سیدنا عباد بن سہل رضی اللہ عنہ۔

۱۵۔ سیدنا حباب بن قیظی رضی اللہ عنہ۔

۱۶۔ سیدنا حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ عنہ۔

۱۷۔ سیدنا ایاس بن اوس بن عتیک رضی اللہ عنہ۔

۱۸۔ سیدنا عبید بن تیہان رضی اللہ عنہ۔ اور ان کو عتیک بھی کہا جاتا ہے۔

۱۹۔ سیدنا حبیب بن زید بن تیم رضی اللہ عنہ۔

۲۰۔ سیدنا یزید بن حاطب بن امیہ بن رافع رضی اللہ عنہ۔

۲۱۔ سیدنا ابو سفیان بن حارث بن قیس بن زید رضی اللہ عنہ۔

۲۲۔ سیدنا انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ۔

۲۳۔ سیدنا حنظلہ بن ابو عامر بن صیفی رضی اللہ عنہ۔

۲۴۔ سیدنا ابوحبہ بن عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ یہ سعد بن خیثمہ کے ماں شریک بھائی ہیں۔

۲۵۔ سیدنا عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ۔

۲۶۔ سیدنا خیثمہ ابوسعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔

۲۷۔ سیدنا عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ

۲۸۔ سیدنا سبیع بن حاطب بن حارث رضی اللہ عنہ

۲۹۔ سیدنا عمرو بن قیس بن زید رضی اللہ عنہ

۳۰۔ سیدنا قیس بن عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ

۳۱۔ سیدنا ثابت بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ

۳۲۔ سیدنا عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ

۳۳۔ سیدنا ابوھبیرہ بن حارث بن علقمہ رضی اللہ عنہ

۳۴۔ سیدنا عمرو بن مطرف بن علقمہ رضی اللہ عنہ

۳۵۔ سیدنا اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

۳۶۔ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ

۳۷۔ سیدنا قیس بن مخلد رضی اللہ عنہ

۳۸۔ سیدنا کیسان رضی اللہ عنہ۔ یہ بنونجار کے غلام تھے۔

۳۹۔ سیدنا سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ

۴۰۔ سیدنا نعمان بن عبدعمرو رضی اللہ عنہ

۴۱۔ سیدنا خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ

۴۲۔ سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

۴۳۔ سیدنا انس بن ارقم بن زید رضی اللہ عنہ

۴۴۔سیدنا مالک بن سنان رضی اللہ عنہ۔ یہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ کے والد گرامی ہیں۔

۴۵۔سیدنا سعید بن سوید بن قیس رضی اللہ عنہ

۴۶۔سیدنا عتبہ بن ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ

۴۷۔سیدنا ثعلبہ بن سعد بن مالک رضی اللہ عنہ

۴۸۔سیدنا ثقف بن فروہ رضی اللہ عنہ

۴۹۔سیدنا عبداللہ بن عمرو بن وہب رضی اللہ عنہ

۵۰۔سیدنا ضمرہ رضی اللہ عنہ۔ یہ قبیلہ جھینہ کی طرف سے قبیلہ بنوطریف کے حلیف تھے۔

۵۱۔سیدنا نوفل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۵۲۔سیدنا عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ

۵۳۔سیدنا نعمان بن مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

۵۴۔سیدنا المجذّر بن ذیاد رضی اللہ عنہ

۵۵۔سیدنا عبادہ ابن الحسحاس رضی اللہ عنہ

۵۶۔سیدنا رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

۵۷۔سیدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ۔آپ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والد تھے۔

۵۸۔سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

۵۹۔اوران کے صاحبزادے حضرت خلاد رضی اللہ عنہ

۶۰۔سیدنا ابویمن رضی اللہ عنہ۔ یہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۶۱۔سیدنا سلیم بن عمرو بن حدیدہ رضی اللہ عنہ

۶۲۔اوران کے آزاد کردہ غلام سیدنا عنترہ رضی اللہ عنہ

۶۳۔سیدنا سھل بن قیس بن ابوکعب رضی اللہ عنہ

۶۴۔سیدنا ذکوان بن عبدقیس رضی اللہ عنہ

۶۵۔سیدنا عبید بن المعلی بن لوذان رضی اللہ عنہ

۶۶۔سیدنا مالک بن نمیلہ رضی اللہ عنہ

۶۷۔سیدنا حارث بن عدی بن خرشہ رضی اللہ عنہ

۶۸۔سیدنا مالک بن ایاس رضی اللہ عنہ

۶۹۔سیدنا ایاس بن عدی رضی اللہ عنہ

۷۰۔سیدنا عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ

سو یہ وہ عظیم لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے شہید ہوئے اور انہوں نے خوب کفار کا مقابلہ کیا اور پھر شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور اپنی رضا نصیب فرمائے۔(آمین)

تذکرہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس امام الانبیاء ﷺ کھڑے ہوئے، جبکہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا کافروں نے مثلہ کر دیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ کا کان مبارک اور ناک مبارک کاٹ دیئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا پیٹ مبارک چیر کر جگر نکال لیا گیا تھا۔

یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر مجھے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے غم و حزن کا خدشہ نہ ہوتا اور یہ بات میرے بعد سنت نہ بن جاتی تو میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسی حال میں چھوڑ دیتا یہاں تک کہ پرندے اور درندے ان کو کھا جاتے۔

پھر فرمایا: اے حمزہ! تیری جدائیگی جیسا صدمہ مجھے ہرگز نہیں پہنچے گا، اس دن سے بڑھ کر مجھ پر زیادہ دکھ اور غم والا موقع کبھی نہیں آیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

جَآءَنِیْ جِبْرِیْلُ وَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ حَمْزَةَ مَكْتُوْبٌ فِی السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَسَدُ اللهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ

میرے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے یہ خبر دی کہ ساتوں آسمانوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام یوں لکھا ہے "حمزہ بن عبد المطلب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا شیر ہے"۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۹۵۱)

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کی شہادت پر صبر جمیل:

پھر حضرت صفیہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہا جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی ہمشیرہ تھیں وہ آئیں اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کی طرف بڑھنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اِلْقَهَا فَارْجِعْهَا لَا تَرٰى مَا بِاَخِيْهَا

اے زبیر! تم ان کے پاس جاؤ اور انہیں واپس لوٹا دو تا کہ وہ اپنے بھائی کو اس حال میں نہ دیکھیں۔

انہوں نے جا کر کہا: اماں جی! رسول اللہ ﷺ آپ کو واپس لوٹنے کا حکم فرما رہے ہیں، وہ کہنے لگیں کیوں؟ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے اور یہ سب راہ خدا میں ہوا ہے اس سے بڑھ کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور کیا چاہتے ہیں، انشاء اللہ میں ضرور باضرور بہ نیت ثواب صبر کروں گی۔

سو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آ کر یہ ساری خبر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو سنائی آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

خَلِّ سَبِيْلَهَا

پھر ان کا راستہ چھوڑ دو۔

سو یہ اپنے بھائی کے پاس آئیں اور ان کی زیارت کی اور ان کے لیے دعا مانگی اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا اور ان کے لیے استغفار کیا۔

بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے حکم مبارک سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا، پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ستر تکبیریں کہیں اور پھر ان کی تدفین کا حکم دیا۔

(العجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۲۹۳)

جب رحمتِ عالم ﷺ مدینہ طیبہ لوٹے تو آپ ﷺ نے شہداء کے لواحقین کو شہداء پر آہ و بکاء کو سنا تو آپ ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسو گرنا شروع ہو گئے اور آپ ﷺ بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا:

لٰكِنْ حَمْزَةُ لَا بَوَاكِيَ لَهٗ

لیکن حضرت حمزہ کی جدائیگی میں تو رونے والیاں بھی نہیں ہیں۔

یہ سن کر قبیلہ بنو عبد الاشھل کی خواتین آ گئیں اور عمِ رسول اللہ ﷺ کے غم میں، مسجد شریف کے دروازہ پر رونے لگیں

، جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے رونے کی آواز کو سنا تو ان کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا:

اِرْجِعْنَ يَرْحَمْكُنَّ اللهَ فَقَدْ اٰسَيْتُنَّ بِاَنْفُسِكُنَّ

اے عورتوں کی جماعت! اللہ تم پر رحم فرمائے تم واپس لوٹ جاؤ تم نے تعزیت کر لی۔

(السيرة النبوية لابن ہشام، ج ۳ ص ۷۹)

تذکرہ حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ:

اور جہاں تک حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے سو انہوں نے خوب ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا حتی کہ جب زخموں سے چور چور ہو گئے تو پھر گر پڑے۔

یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَدْنُوْهُ مِنِّيْ فَاَدْنَوْهُ مِنْهُ فَوَسَّدَهٗ قَدَمَهٗ فَمَاتَ وَخَدُّهٗ عَلٰى قَدَمِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهُ

ان کو میرے قریب کرو سو انہوں نے ان کو آپ ﷺ کے قریب کر دیا پس وہ آپ ﷺ کے قدم مبارک کے ساتھ لگ گئے۔ اور اس حال میں ان کی روح پرواز ہوئی کہ ان کے رخسار حضور ﷺ کے قدم شریف پر تھے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

تذکرہ حضرت عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ:

اور جہاں تک حضرت عمرو بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے سو یہ (اولاً) اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے رہے، غزوہ اُحد والے دن اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق نصیب فرمائی تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی تلوار لی اور چلے گئے حتی کہ مسلمانوں کی صفوں میں جا کر کفار کے خلاف خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا، حتی کہ زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور مسلمانوں نے انہیں اپنے مقتولین کے درمیان پایا اور کہا، اے عمرو! تمہیں کیا چیز یہاں لائی؟ قومی غیرت تمہیں کھینچ لائی یا اسلام کی رغبت سے تم یہاں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: اسلام کی رغبت سے یہاں آیا ہوں، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اسلام لایا، پھر وہیں سے تلوار کو لیا اور رسول اللہ ﷺ کے لشکر کے ساتھ شامل ہو گیا، سو میں نے کفار سے خوب مقابلہ کیا حتی کہ مجھے وہ زخم آئے جو تم دیکھ رہے ہو، بعد ازاں مسلمانوں کے سامنے ان کا وصال ہو گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

بے شک وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

انہی کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

حَدِّثُوْنِيْ عَنْ رَجُلٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَلَمْ يُصَلِّ قَطُّ فَإِذَا لَمْ تَعْرِفْهُ النَّاسُ قَالَ هُوَ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ

مجھے ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو جنت میں داخل ہو چکا ہے حالانکہ اس نے کبھی کوئی نماز نہیں پڑھی تھی سو جب لوگ اس شخص کو نہ پہچان پاتے تو خود فرماتے کہ وہ حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۷)

تذکرہ حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل رضی اللہ عنہما:

اور جہاں تک ان کے والد حضرت ثابت بن وقش اور حضرت حسیل جن کا نام یمان تھا اور یہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی تھے، کا تعلق ہے سو یہ دونوں نہایت بوڑھے تھے، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ سے اُحد کی طرف تشریف لے گئے تو یہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک مضبوط قلعہ میں چلے گئے، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تمہارا باپ نہ رہے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم! ہم میں سے ہر ایک کی عمر صرف اتنی باقی بچ گئی ہے جتنا پانی کے دو گھونٹوں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے، آج یا کل ہمیں کسی وقت موت آسکتی ہے۔ تو کیا ہم اپنی تلواریں لے کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ مل جائیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپ ﷺ کی معیت میں شہادت نصیب فرمادے۔

فَاَخَذَا اَسْيَافَهُمَا وَخَرَجَا حَتّٰى دَخَلَا فِي النَّاسِ فَقَاتَلَا حَتّٰى قُتِلَا

سو ان دونوں نے اپنی اپنی تلواریں تھامیں اور میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہو گئے حتی کہ لوگوں میں داخل ہو گئے پھر خوب ڈٹ کر قتال کیا حتی کہ دونوں شہید ہو گئے۔

(المستدرک للحاکم: ج ۳ ص ۲۰۲)

تذکرہ سیدنا حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ:

اور حضرت سیدنا حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کچھ یوں ہے کہ جب مشرکین نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، تو

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ صَاحِبَكُمْ لَتَغْسِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ فَاسْأَلُوْا اَهْلَهٗ مَا شَانُهٗ

بے شک تمہارے اس ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں جاؤ ان کے گھر والوں سے پوچھو کیا ماجرا ہے؟

سو ان کی بیوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

جیسے ہی انہوں نے جہاد کا اعلان سنا فی الفور جہاد کے لیے روانہ ہو گئے حالانکہ جنبی تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِذٰلِكَ غَسَلَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ

اسی وجہ سے فرشتوں نے ان کو غسل دیا ہے۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۷۰۲۵)

تذکرہ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ:

اور حضرت سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس طرح ہے کہ یہ مہاجرین وانصار کے پاس آئے اس حال میں کہ وہ سب اپنے آلات حرب ڈال چکے تھے، تو انہوں نے کہا، تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: رسول اکرم ﷺ کو شہید کر دیا گیا۔ حالانکہ یہ خبر ان میں شیطان نے پھیلائی اور مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے منتشر ہونے کی وجہ سے نہ پایا۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:

فَمَا تَصْنَعُوْنَ بِالْحَيَاةِ بَعْدَهٗ قُوْمُوْا عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ

اگر ایسا ہو گیا ہے تو تم آپ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اُٹھو اور اسی غرض پر اپنی جان دے دو۔

پھر حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ اُحُدٍ

بلاشبہ مجھے اُحد کی جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی طرف چلے گئے اور مشرکین کا سامنا کیا اور خوب ڈٹ کر لڑتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔ جب مقتولین میں انہیں پایا گیا تو کوئی انہیں (کثرت زخم کی وجہ سے) نہ پہچان سکا، حتی کہ انہیں ان کی ہمشیرہ جن کا نام "بشامہ یا بنانہ" تھا انہوں نے انگلی کے پوروں سے پہچانا اور ان کے جسم شریف پر اسی (۸۰) سے زیادہ تیروں، تلواروں اور

نیزوں کے زخم تھے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۸۰۵۔جامع الترمذی، رقم الحدیث ۳۲۰۱)

تذکرہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ:

اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

هَلْ مِنْ رَجُلٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَا فَعَلَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ أَفِي الْأَحْيَاءِ هُوَ أَمْ فِي الْأَمْوَاتِ

کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا حال دیکھ کر مجھے آ کر بتائے کیا وہ زندہ ہیں یا شہید کر دیئے گئے ہیں؟

سو انصار میں سے ایک شخص بولا یا رسول اللہ ﷺ میں ان کا حال دیکھ کر آپ کو آگاہ کرتا ہوں، انہوں نے جا کر دیکھا کہ وہ مقتولین کے درمیان شدید زخمی حالت میں ہیں اور چند لمحات ان کی زندگی کے باقی بچے تھے۔

انصاری صحابی کہتے ہیں: میں نے انہیں جا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہیں دیکھوں کہ تم زندہ ہو یا شہید کر دیئے گئے ہو؟ انہوں نے کہا: میں شہداء میں سے ہوں۔

پس تم میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو سلام پہنچاؤ اور انہیں عرض کرو کہ سعد بن ربیع آپ کو عرض کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو ان جزاؤں میں سے سب سے بہتر جزا عطا فرمائے جو وہ اپنے کسی نبی کو عطا فرماتا ہے۔

نیز انہیں یہ بھی عرض کرنا: اور تم اپنی قوم کو میری طرف سے سلام فرمانا اور انہیں یہ بھی کہنا کہ سعد بن ربیع تمہیں کہہ رہے ہیں:

لَا عُذْرَ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ يُّخْلَصَ إِلٰى نَبِيِّكُمْ وَفِيكُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا اگر دشمن تمہارے نبی ﷺ تک پہنچ گئے اور تم میں ایک آنکھ بھی دیکھنے والی باقی ہوئی۔

اس انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابھی میں ان کے سامنے سے ہٹا نہیں تھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ ﷺ کو سارا واقعہ سنایا۔

(مستدرک للحاکم، ج۳ ص۲۰۱)

تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ:

اور جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کا تعلق ہے، سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں

روایت کیا ہے کہ ان کے صاحبزادے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب میرے والد گرامی کو شہید کیا گیا تو میں رونا شروع ہو گیا اور ان کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹانے لگا اور اصحاب رسول ﷺ مجھے منع کرتے رہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَبْكِهِ مَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ

اے جابر! تم ان کی شہادت پر مت رو فرشتوں نے مسلسل ان پر اپنے پروں سے سایہ کیے رکھا حتی کہ تم نے انہیں اُٹھالیا۔

تذکرہ سیدنا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ:

اور حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا قصہ کچھ یوں ہے کہ یہ شدید لنگڑاتے تھے اور شیر کی طرح ان کے بہادر چار بیٹے تھے وہ سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ پس جب غزوۂ احد کا دن آیا تو ان کے بیٹوں نے اپنے والد کو اس جنگ میں روکنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا عذر قابل قبول ہے۔ پس وہ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: میرے بیٹے اس جنگ میں بھی مجھے شامل ہونے سے روک رہے ہیں:

فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ أَطَأَ بِعَرْجَتِيْ هٰذِهٖ فِي الْجَنَّةِ

پس اللہ کی قسم مجھے ضرور اُمید ہے کہ میں اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں داخل ہونگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَمَّا أَنْتَ فَقَدْ عَذَرَكَ اللّٰهُ فَلَا جِهَادَ عَلَيْكَ وَ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَمْنَعُوْهُ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُهُ الشَّهَادَةَ

اے عمرو بن جموح! جہاں تک تمہارا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارا عذر قبول کیا ہے لہٰذا تم پر کوئی جہاد فرض نہیں اور ان کے بیٹوں سے فرمایا: اگر تم انہیں جہاد میں شرکت سے نہ روکو تو تمہیں کیا تنگی ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں شہادت کی موت نصیب فرمائے گا۔

پس حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ رحمتِ عالم ﷺ کے ساتھ جنگ اُحد کے لیے نکلے اور اُحد ہی میں شہید ہو گئے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۱۶)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ جنگ اُحد والے دن ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

اَرَأَیتَ اِنْ قُتِلْتُ فَاَیْنَ اَنَا قَالَ فِی الْجَنَّةِ فَاَلْقٰی تَمَرَاتٍ فِیْ یَدِہٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ

مجھے بتائیے اگر میں اس جنگ میں شہید کر دیا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا؟ ارشاد فرمایا: جنت میں، سو اس شخص نے اپنے ہاتھ سے چند کھجوریں پھینکیں پھر خوب مشرکین سے قتال کیا یہاں تک کہ درجہ شہادت کو پہنچ گئے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۰۴۶۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۶۵۳)

شہداءِ اُحد کی تدفین و تکفین:

نیز امام بخاری رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد میں سے دو دو شہیدوں کو ایک ایک کپڑے میں کفن دیا، پھر معلوم فرماتے تھے:

اَیُّھُمْ اَکْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ

ان میں سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا کون ہے؟

سو جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ان کو لحد میں پہلے رکھتے تھے اور فرماتے:

اَنَا شَھِیْدٌ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

بروز قیامت میں ان کے حق میں گواہی دوں گا۔

رقم التصنیف

اور حکم ارشاد فرمایا: کہ ان شہداء کو ان کے خونوں سمیت دفن کیا جائے اور آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ ان شہداء کو غسل دیا گیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۴۳۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۱۹۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۴)

(میں کہتا ہوں: کثیر طرق کے ساتھ بکثرت احادیث میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان شہداء کی نماز جنازہ پڑھائی ہے جیسا کہ ابھی سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں گزرا ہے اور یہی احناف کا موقف ہے کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ واللہ اعلم۔ از خادم کتاب ہذا ابو احمد محمد اللہ بخش قادری)

بروزِ قیامت شہید کی کیفیت مبارکہ:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ جَرِیْحٍ یُجْرَحُ فِی اللّٰہِ اِلَّا وَاللّٰہُ یَبْعَثُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَجَرْحُهٗ یَدْمٰی اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ

وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث، ۲۸۰۳۔جامع الترمذی، رقم الحدیث ۱۶۵۶)

جنگ اُحد کی فتح ونصرت کی بشارت:

نیز امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أُرِيتُ فِي رُؤْيَايَ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفِي فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللهُ بِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ۔

مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اسکا اگلا حصہ ٹوٹ گیا تو اس کی تعبیر وہ ہے جو احد والے دن مسلمانوں کو شدید تکالیف لاحق ہوئیں اور ان کی شہادتیں ہوئیں پھر میں نے دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے کی بنسبت اچھی حالت میں لوٹ آئی اس کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فتح عطا فرمائی اور مسلمانوں کو اکٹھا کردیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۰۸۱)

امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جنگ اُحد والے دن اپنے نبی ﷺ پر قرآن کی ساٹھ آیات نازل فرمائیں جو سورۂ آل عمران میں موجود ہیں۔ ان آیات میں جنگ اُحد کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ آیات "وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ، (پ۴، آل عمران:۱۲۱)" سے لے کر "مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ، (پ۴، آل عمران:۱۷۹)" تک ہیں۔

(السیرۃ لابن ہشام، ج۳ ص ۸۴)

شہداءِ اُحد کی جنت میں پر تعیش اور عمدہ طریقہ سے دعوت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا اُصِیْبَ اِخْوَانُکُمْ بِاُحُدٍ جَعَلَ اللہُ اَرْوَاحَھُمْ فِیْ اَجْوَافِ طُیُوْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ اَنْھَارَ الْجَنَّۃِ وَتَأْکُلُ مِنْ ثِمَارِھَا وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مِنْ ذَھَبٍ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِیْبَ شُرْبِھِمْ وَمَأْکَلِھِمْ وَحُسْنَ مَقِیْلِھِمْ قَالُوْا یَالَیْتَ اِخْوَانَنَا یَعْلَمُوْنَ مَا صَنَعَ اللہُ بِنَا لِئَلَّا یَزْھَدُوْا فِی الْجِھَادِ وَلَا یَنْکُلُوْا عَنِ الْحَرْبِ فَقَالَ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَاَنَا اُبَلِّغُھُمْ فَاَنْزَلَ اللہُ عَلَی الرَّسُوْلِ ﷺ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللہِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(پ ۴، آل عمران: ۱۶۹۔۱۷۱)

جنگ احد میں جو تمہارے بھائی شہید ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر رکھ دیا جو جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور پھر عرش کے سایہ میں سونے کی قندیلوں میں آ کر سکون کرتے ہیں پھر جب وہ کھانے، پینے اور آرام و سکون کی لذت کو محسوس کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہائے کاش! ہمارے بھائیوں کو بھی اطلاع مل جاتی کہ رب تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے تاکہ وہ جہاد کرنے سے پیچھے نہ ہٹیں اور جنگ سے نہ گھبرائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میں ان تک تمہاری بات پہنچا دیتا ہوں۔ پھر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔ (سورۃ آل عمران: 169/ 170/ 171)

(مسند ابو یعلی، رقم الحدیث ۲۳۳۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۹ ص ۱۶۳)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک: بے شک مجھے اپنی امت پر شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد شہداء اُحد کے پاس ٹھہرے، اس طرح لگ رہا تھا جیسے زندہ اور فوت شدگان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم الوداع فرما رہے ہیں، پھر منبر مبارک پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا:

إِنِّي بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فَرَطٌ وَأَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيدٌ وَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَإِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَيْهِ مِنْ مَقَامِي هٰذَا وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا وَلٰكِنْ أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْفِيهَا۔

بلاشبہ میں تمہارے لئے پیش رو ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔ اور تمہاری جائے وعدہ حوض ہے اور بے شک میں اپنی اس جگہ سے اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تم پر اس بات کا کوئی خوف نہیں ہے کہ تم (میرے بعد) مشرک بن جاؤ گے لیکن مجھے تم پر اس بات کا خدشہ ہے کہ تم دنیا کے مال ومتاع میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

راوی سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پس میں نے یہ آخری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تھا۔

(یعنی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو گیا تھا)

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۴۴۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۹۶۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۱۹۸)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداءِ اُحد کی زیارت کے لئے تشریف لے جانا:

امام ابوداؤد اپنی سنن میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہداء کی قبور کی زیارت کے لئے نکلے حتیٰ کہ جب ہم ”حرہ واقم“ کے قریب ہوئے تو ہمیں وادی کی نچلی جانب کئی قبریں نظر آئیں، تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں؟

ارشاد فرمایا: یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں۔ پھر جب ہم شہداء کی قبور کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

هٰذِهِ قُبُوْرُ إِخْوَانِنَا

یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں۔

(سنن ابوداود شریف، رقم الحدیث ۲۰۴۳۔السنن الکبری للبیہقی، ج۵ ص ۲۴۹)

شہداءِ اُحد کو جو بھی سلام کرے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیں گے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے متعلق ارشاد فرمایا:

هٰؤُلَآءِ شُهَدَاءُ فَأْتُوهُمْ وَ سَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ وَلَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ مَا قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ

یہ شہداء ہیں سو تم ان کے پاس جا کر انہیں سلام کرو اور جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں انہیں جو بھی سلام کرے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۳ ص ۳۰۷)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا شہداءِ اُحد کے لئے ان کے پاس جا کر استغفار فرمانا:

امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد گرامی اپنے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دوسرے تیسرے دن شہداء احد کی قبروں کے پاس جا کر وہاں نماز پڑھتیں اور دعا کرتیں اور رویا کرتی تھیں، وصال مبارک تک ان کا یہ عمل جاری رہا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۳ ص ۳۰۹)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ باقی شہداء کی طرح اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں:

حضرت عطاف بن خالد روایت کرتے ہیں، مجھے میری خالہ نے حدیث بیان کی اور میری خالہ نہایت عبادت گزار خاتون تھیں، انہوں نے کہا:

رَكِبْتُ يَوْمًا حَتّٰى جِئْتُ قَبْرَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَصَلَّيْتُ مَا شَآءَ اللهُ وَاللهِ مَا فِي الْوَادِيْ دَاعٍ وَلَا مُجِيْبٌ وَغُلَامِيْ اٰخِذٌ بِرَأْسِ دَآبَّتِيْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ صَلَاتِيْ قُمْتُ فَقُلْتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ اَشَرْتُ بِيَدِيْ فَسَمِعْتُ رَدَّ السَّلَامِ مِنْ تَحْتَ الْاَرْضِ اَعْرِفُهٗ كَمَا اَعْرِفُ اَنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ خَلَقَنِيْ فَاقْشَعَرَّ جِلْدِيْ وَ كُلُّ شَعْرَةٍ مِّنِّيْ فَدَعَوْتُ الْغُلَامَ وَرَكِبْتُ

ایک دن میں اپنی سواری پر سوار ہو کر سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے پاس گئی اور جتنا اللہ نے

چاہا میں نے وہاں نماز پڑھی اللہ کی قسم وادی میں نہ ہی کوئی بلانے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا تھا اور میرے غلام نے میری سواری کی لگام کو تھام رکھا تھا سو جب میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو میں نے کھڑے ہو کر کہا "السلام علیکم" اور میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو میں نے زمین کے نیچے سے سلام کا جواب سنا میں اس جواب کو ایسے پہچانتی ہوں جیسے میں اس بات کو پہچانتی ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے سو خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر میں نے غلام کو بلایا اور سواری پر سوار ہو کر واپس چلی گئی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۳ ص ۳۰۷۔طبع دار الکتب العلمیہ)

شہداءِ کے اجسام مبارکہ ان کی قبروں میں بالکل صحیح سلامت ہوتے ہیں:

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ نے "موطا" میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن جموح انصاری اور عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہم کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا اور یہ دونوں صحابی ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے تھے اور یہ دونوں غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے، سو ان دونوں کی قبروں کی کھدائی کی گئی تا کہ ان کو دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے:

فَوُجِدَا كَأَنَّهُمَا مَاتَا بِالْأَمْسِ

پس ان دونوں کو ایسے پایا گیا گویا کہ گذشتہ کل ان کی وفات ہوئی ہو۔(یعنی ان کے جسم بالکل صحیح سلامت اور تروتازہ تھے)

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان میں سے ایک نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور اسی حالت میں ان کی تدفین ہوئی اور زخم سے ان کا ہاتھ ہٹایا گیا پھر اسے چھوڑا گیا تو وہ واپس اپنی جگہ آ گیا حالانکہ ان کی شہادت کے درمیان اور اس واقعہ کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔

(مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۴۹ء۔التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر، ج ۷ ص ۱۵۳)

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر موجود گنبد کا ذکر:

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَقُبُوْرُ الشُّهَدَآءِ الْيَوْمَ لَا يُعْرَفُ مِنْهَا إِلَّا قَبْرُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ قَدْ بَنَتْ عَلَيْهِ أُمُّ الْخَلِيْفَةِ النَّاصِرِ لِدِيْنِ اللهِ رَحِمَهُمَا اللهُ مَشْهَدًا كَبِيْرًا وَجَعَلَتْ عَلَيْهِ بَابًا مِنْ سَاجٍ

مَنْقُوْشٍ وَحَوْلَهُ حِصْنًا وَ عَلَى الْمَشْهَدِ بَابٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُفْتَحُ فِيْ كُلِّ يَوْمِ خَمِيْسٍ وَ قَرِيْبٌ مِنْهُ مَسْجِدٌ يَذْكُرُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ اِنَّهُ مَوْضِعُ مَقْتَلِهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِصِحَّةِ ذَالِكَ

میں کہتا ہوں: آج حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے علاوہ دیگر شہداء اُحد کی قبور معروف نہیں (ان کا پتا لگانا نہایت مشکل ہے) سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر خلیفہ الناصر لدین اللہ کی والدہ نے بہت بڑا مزار تعمیر کروا دیا تھا اور اس میں ساج کی لکڑی کا دروازہ لگوایا تھا اور اس دروازہ پر نقش ونگار بنے ہوئے ہیں اور اس مزار کے قریب ایک قلعہ بھی تعمیر کروایا اور مزار اقدس کا ایک دروازہ لوہے کا ہے جو ہر جمعرات کو کھولا جاتا ہے اور اس کے قریب ایک مسجد بھی موجود ہے اہل مدینہ ذکر کرتے ہیں کہ اسی مسجد والی جگہ پر حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی صحت کو بخوبی جانتا ہے۔

نیز حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اور جہاں تک باقی شہداء اُحد کی قبور کا تعلق ہے تو ان کی قبروں کے مقامات پر پتھر رکھے ہوئے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہی ان کی قبور ہیں۔ اور جبل اُحد میں ایک غار ہے اہل مدینہ ذکر کرتے ہیں کہ اس غار میں رحمت عالم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ اور جبل اُحد میں ایک چٹان میں انسانی سر کے برابر ایک گڑھا ہے اہل مدینہ یہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس جگہ بیٹھتے تھے اور اس میں اپنا سر انور داخل فرمایا تھا۔

یہ ساری باتیں وہ ہیں جو بلا سند ہیں لہٰذا ان باتوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔ (فافہم)

نواں باب

رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ بنونضیر کو مدینہ طیبہ سے جلاوطن کرنے کے بیان میں:

رسول اللہ ﷺ نے یہود کے قبیلہ بنونضیر اور قبیلہ بنوعامر کے درمیان معاہدہ طے فرمایا تھا، سو قبیلہ بنونضیر کے ایک شخص نے قبیلہ بنوعامر کے دو شخصوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ ان دونوں مقتولوں کی دیت کے سلسلہ میں قبیلہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم ﷺ! ٹھیک ہے جو آپ چاہتے ہیں ہم اس پر آپ کی بات کو ضرور تسلیم کریں گے۔

یہودیوں کی ناکام سازش:

پھر جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں گئے تو کہنے لگے اس حالت میں اس شخص کو (سیدنا محمد ﷺ) تم ہرگز نہیں پاؤ گے، اس وقت آپ ﷺ ان کے گھر کی ایک دیوار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، یہودی آپس میں کہنے لگے کہ ایک شخص کو حکم دو وہ اس مکان کی چھت پر چڑھ کر (معاذ اللہ) ان پر پتھر پھینکے تا کہ ہمیں ان سے راحت مل جائے (معاذ اللہ)۔

سو ان میں سے ایک بدبخت یہودی شخص اس قبیح عمل کے لیے تیار ہو گیا اور وہ اس مکان کی چھت پر چڑھ گیا، جبکہ اس مکان کی دیوار کے پاس رسول اللہ ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے جن میں سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی تھے، سو اسی دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو ان کے ناپاک ارادے کی وحی آ گئی، پس آپ ﷺ اُٹھے اور مدینہ شریف کی طرف واپس چلے گئے اور یہودیوں کے اس ناپاک ارادہ کی اپنے اصحاب کو خبر دے دی اور انہیں یہودیوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے کا بھی حکم ارشاد فرما دیا۔

سو آپ ﷺ ماہ ربیع الاول ۴ھ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو لے کر چلے گئے اور یہودی اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ کر جلانے کا حکم دے دیا اور قبیلہ بنوخزرج کے چند منافقین نے یہودیوں کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ تم ڈٹے رہو اور اندر ہی اندر رہو، ہم ضرور تمہاری مدد کو پہنچیں گے، اگر قتال تک نوبت پہنچی تو ہم

ضرور تمہارے ساتھ مل کر ان سے قتال کرینگے۔

یہودیوں نے ان منافقین کے تکمیل وعدہ کا شدید انتظار کیا مگر منافقین نے وعدہ وفا نہ کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تو یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ہمیں ملک بدر کر دیں (جلاوطن کر دیں) اور ہم میں سے کسی کو قتل نہ کریں اور ہم اسلحہ کے سوا اپنے ساتھ صرف وہ مال لے جائیں گے جو ہمارے اُونٹ اُٹھا سکیں گے۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی)۔

پس انہوں نے اپنا اتنا ہی مال ساتھ لیا جتنا اُونٹ اُٹھا سکتے تھے ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اپنے گھروں کو گرا کر دروازہ لے کر اُونٹ پر رکھتے اور ان کے ساتھ عورتیں، بچے اور دیگر اموال ساتھ ساتھ چلتے اور ان کے پیچھے پیچھے دف بجانے والی، گانے گانے والی اور دیگر الات موسیقی بجانے والی عورتیں گانے گاتی چلی جاتیں، اور یہ سب لوگ خیبر کی طرف نکل گئے اور کچھ شام کی طرف نکل گئے اور جو اموال وہ چھوڑ کر چلے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مہاجرین اولین میں تقسیم فرما دیئے اور انصار کو نہیں دیئے سوائے حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہما کے، کیونکہ ان دونوں نے اپنی حاجت کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال عطا فرما دیا، قبیلہ بنونضیر کے یہودیوں میں سے صرف دو اشخاص نے اسلام قبول کیا۔

ایک کا نام یامین بن عمیر بن کعب تھا، جبکہ دوسرے کا نام ابوسعید بن وہب تھا۔ ان دونوں نے اسلام قبول کر کے اپنے اموال کو محفوظ کر لیا۔

ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے قبیلہ بنونضیر کے بارے میں پوری ''سورۃ الحشر'' نازل فرمائی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتقام لیا ہے اور کیسے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلط فرما کے ان کو ذلیل وخوار کیا۔

(فتح الباری بشرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۳۲۸)

❀❀❀

دسواں باب

رسول اللہ ﷺ کا مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھودنے کا بیان:

قبیلہ بنونضیر کے وہ لوگ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ملک بدر کر دیا تھا وہ بھاگ کر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس چلے گئے۔ اور انہیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر خوب بھڑکایا اور کہنے لگے اس معاملہ میں ہم تمہارے ساتھ ہیں حتی کہ ہم ان کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں گے۔ یہ سن کر قریش خوش ہو گئے اور ان سے جنگ کے لیے وعدہ کیا اور پھر یہ سب اکٹھے ہو کر قبیلہ غطفان کے پاس چلے گئے اور انہیں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر خوب بھڑکایا اور یہ بھی کہا کہ اس معاملہ میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور قریش بھی ہمارے ساتھ ہیں۔

اب قریش اور غطفان مل کر لشکر لے کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے نکل پڑے۔ سو جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا تو رحمت عالم ﷺ بمع اپنے اصحاب علیہم الرضوان کے اس خندق کھودنے کے عمل میں شریک رہے۔

انصار و مہاجرین صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے دعائیں:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف نکلے تو دیکھا کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام علیہم الرضوان صبح صبح سرد موسم میں خندق کھودنے میں مشغول ہیں اور اس کام میں ہاتھ بٹانے کے لیے ان کے ساتھ غلام بھی نہیں ہیں، سو جب آپ ﷺ نے ان جانثاروں پر تھکاوٹ اور بھوک کے آثار دیکھے تو فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ : فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ

(اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار و مہاجرین کی بخشش فرما)

یہ سن کر ان بہادر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جواباً کہا:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا : عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

(ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی بیعت کی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے (جہاد کرتے رہیں گے)۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۲۸۳۴۔ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۶۷۸۹)

نیز صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق والے دن مٹی اٹھا رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا پیٹ مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

وَاللّٰہِ لَوْ لَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے، پس تو ہم پر سکون نازل فرما اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ بے شک ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۸۳۶۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۵۳۵)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم "اَبَیْنَا اَبَیْنَا" فرماتے تو آواز بلند فرماتے۔

عظیم معجزہ مبارکہ کا ظہور:

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا بیان ہے کہ مجھے میری والدہ محترمہ نے ایک مٹھی برابر کھجوریں میرے ایک کپڑے میں باندھ کر دیں پھر کہا: جاؤ یہ اپنے والد اور اپنے ماموں کو دے آؤ۔ وہ کہتی ہیں، میں وہ لے کر چل پڑی پھر راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری اس حال میں کہ میں اپنے والد اور اپنے ماموں کو تلاش کر رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

تَعَالَ یَا بُنَیَّۃُ مَا ھٰذَا مَعَکِ

اے بیٹی لاؤ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟

کہتی ہیں: میں نے عرض کیا کہ یہ کھجوریں ہیں جو میری والدہ نے میرے والد اور میرے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی

اللہ عنہ کے لئے بھیجی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاؤ دے دو۔

کہتی ہیں میں نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں میں ڈال دیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بچھانے کا حکم دیا، اس کے بعد کھجوریں اس پر ڈال دیں، پھر وہاں موجود ایک شخص کو فرمایا:

اِصْرَخْ فِیْ اَھْلِ الْخَنْدَقِ اَنْ ھَلُمَّ اِلَی الْغَدَآءِ

تمام اہل خندق میں یہ اعلان کردو کہ وہ دوپہر کا کھانا آکر کھالیں۔

سو تمام اہل خندق جمع ہو گئے اور وہ اس سے کھانے لگے اور کھجوریں بڑھتی چلی گئیں حتی کہ سب نے سیر ہو کر کھائیں اور کھجوریں اتنی زیادہ ہو گئیں کہ کپڑوں کے کناروں سے گرنے لگیں۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، رقم الحدیث ۴۳۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۳ ص ۴۲۷)

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کے درمیان سخت چٹان کو ریت کے ڈھیر کی طرح ریزہ ریزہ کر دیا:

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کھودنے کے دوران ایک سخت چٹان آ گئی، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور اس میں لعاب دہن مبارک ڈالا، پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا دعا فرمائی، پھر وہ پانی اس چٹان پر چھڑک دیا وہ چٹان مٹی یا ریت کے ڈھیر کی طرح نہایت نرم ہو گئی، مسلسل مسلمان اس خندق میں کام کرتے رہے اور اپنے کندھوں پر مٹی اُٹھا اُٹھا کر لے جاتے رہے حتی کہ اس عمل سے فارغ ہو گئے اور نہایت مضبوط خندق تیار کر لی گئی۔ ادھر قریش اور ان کے پیروکار دس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہو گئے حتی کہ "رومہ" کے مقام پر جہاں سیلاب کا پانی اکٹھا ہوتا تھا وہاں جا اُترے اور دوسری طرف "غطفان" اور ان کے پیروکار "اہلِ نجد" بھی آ گئے حتی کہ یہ اُحد کے قریب "ذنب نقمی" نامی جگہ پر آ کر اُترے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار افراد کا لشکر لے کر نکلے یہاں تک کہ "جبل سلع" کے سامنے جا ٹھہرے اور یہ پہاڑ اس لشکر کی پشت پر تھا، ادھر ہی اس لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور خندق مسلمانوں اور کافروں کے لشکروں کے درمیان واقع تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ بچوں اور عورتوں کو مضبوط قلعوں میں محفوظ کیا جائے۔

یہودیوں کا معاہدہ کو توڑنا:

حُیَی بن اخطب نضری یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے پاس گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر بھڑکایا، لیکن انہوں نے کہا: ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان امن کا معاہدہ ہے مگر یہ مسلسل انہیں بھڑکاتا رہا۔ بالآخر انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا، پس رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ایک جماعت کو اس معاملہ کی حقیقت پرکھنے کے لیے بھیجا، سو جب وہ ان کے پاس پہنچے تو یہودیوں کو ان سے زیادہ خبیث اور بُرا پایا اور وہ بدبخت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے اور کہنے لگے ہمارے اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں سخت جملے کہے اور انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔

منافقین کے نفاق کا ظہور:

پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت حضور ﷺ کی بارگاہ میں واپس پہنچے اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ یہ سن کر مسلمانوں کی پریشانی اور بڑھ گئی، خوف شدید ہو گیا اور مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہو گیا حتی کہ ایک منافق معتب بن قشیر کہنے لگا:

كَانَ مُحَمَّدٌ يَعِدُنَا اَنْ نَأْكُلَ كُنُوْزَ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَاَحَدُنَا الْيَوْمَ لَا يَأْمَنُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَنْ يَّذْهَبَ اِلَى الْغَائِطِ

(سیدنا) محمد (ﷺ) ہم سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کرتے تھے اور آج ہم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے امن کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ (معاذ اللہ)

اسی حال میں رسول اللہ ﷺ اور مشرکین رہے اور بیس سے زیادہ دن گزر گئے، اس دوران کوئی باقاعدہ جنگ تو نہ ہوئی، لیکن سنگ بازی اور تیر بازی ہوتی رہی، مگر قریش کے چند لوگ خندق پار کر کے آگئے اور مسلمانوں نے ان کے ساتھ خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہ سب مارے گئے، جب مشرکین کو خندق سے متعلق اطلاع ملی تو کہنے لگے مسلمانوں نے ایسی خفیہ چال چلی ہے جس سے تمام اہل عرب ناواقف ہیں۔

خندق کھودنے کا مشورہ دینے والے:

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خندق کھودنے کا مشورہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا کفارِ قریش کا قلع قمع کرنے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا:

حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھ مبارک میں تیر لگا تو انہوں نے یوں دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ اَبْقَیْتَ مِنْ حَرْبِ قُرَیْشٍ شَیْئًا فَاَبْقِنِیْ لَھَا فَاِنَّہٗ لَا قَوْمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اُجَاھِدَھُمْ مِنْ قَوْمٍ اٰذَوْا رَسُوْلَکَ وَ کَذَّبُوْہُ وَ اَخْرَجُوْہُ اَللّٰھُمَّ وَاِنْ کُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ فَاجْعَلْہُ لِیْ شَھَادَۃً وَلَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُقِرَّ عَیْنِیْ مِنْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ

اے اللہ! اگر آپ نے قریش سے جنگ کو باقی رکھا ہے تو اس جنگ کے لیے مجھے بھی زندہ رکھ کیونکہ کوئی ایسی قوم مجھے پسند نہیں ہے جن سے میں جہاد کروں اس قوم سے بڑھ کر جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائی اور ان کی تکذیب کی اور انہیں ان کے شہر سے نکال دیا، اے اللہ! اور اگر آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کو ختم کر دیا ہے تو میرے اس زخم کو شہادت کا ذریعہ بنا اور اس وقت تک مجھے موت نہ دے جب تک کہ تو قبیلہ بنو قریظہ کو (عہد شکنی کی وجہ سے) سزا دے کر میری آنکھیں ٹھنڈی نہ کر دے۔

جنگ خندق میں شہید ہونے والے جان نثاروں کے اسماءِ گرامی:

جنگ خندق والے دن چھ انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جامِ شہادت نوش فرمایا، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سیدنا انس بن اوس بن عتیک رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حضرت سیدنا طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ۔

۴۔ حضرت سیدنا ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ۔

۵۔ حضرت سیدنا کعب بن زید رضی اللہ عنہ۔

۶۔ حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت:

حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس وقت تک زندہ رہے حتی کہ ان کے فیصلہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا کو قبول فرمایا، پھر وہ شہید ہو گئے۔

اور ان کی شہادت کا واقعہ عنقریب آرہا ہے۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین (بظاہر) شدید خوف کی حالت میں تھے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان کیا ہے، کیونکہ دشمنوں نے ہر طرف گھیرا تنگ کر دیا تھا، یہاں تک کہ قبیلہ غطفان سے تعلق رکھنے والے نعیم بن مسعود کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت دی اور ان کے ذریعے رب ذوالجلال نے اپنے حکم کا نفاذ فرمایا، اور اپنے نبی ﷺ کی نصرت فرمائی اور دین متین کو قوت بخشی۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حکمتِ عملی:

حضرت نعیم بن مسعود رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے:

یارسول اللہ ﷺ! میں اسلام لا چکا ہوں اور میری قوم کو میرے اسلام کا پتہ نہیں ہے، سو میرے لائق کوئی حکم ہو تو ارشاد فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم جتنا ہو سکے ان دشمنوں کے درمیان پھوٹ ڈالو کیونکہ جنگ میں خفیہ چال چلنی پڑتی ہے، پس وہ وہاں سے نکل کر قبیلہ بنو قریظہ کی طرف گئے اور یہ زمانہ جاہلیت میں ان کے قابل اعتماد آدمی تھے۔ پس انہوں نے انہیں کہا: اے بنو قریظہ میری تم سے سچی محبت اور ہمدردگی کو تم بخوبی پہنچانتے ہو، وہ کہنے لگے تم سچ کہہ رہے ہو بلاشبہ ہم تم پر کسی قسم کی تہمت نہیں لگاتے، پھر انہوں نے ان سے کہا: بے شک قریش اور غطفان کے لوگ تم جیسے نہیں ہیں (یعنی وہ پردیس میں آئے ہیں) یہ شہر تمہارا ہے اور یہیں تمہارے اموال ہیں اور تمہارے بیٹے بھی یہیں ہیں اور یہیں تمہاری عورتیں ہیں تم یہ طاقت نہیں رکھ سکتے کہ تم اس شہر کو چھوڑ کر بھاگ جاؤ، جبکہ قریش اور غطفان (سیدنا) محمد (ﷺ) سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں اور تم نے اس جنگ میں ان کی خوب مدد کی ہے ان کا شہر اور ہے اور ان کے اموال یہاں نہیں ہیں، لہٰذا وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ سو اگر انہیں فتح مل گئی تو وہ سب کچھ سمیٹ کر لے جائیں گے بصورت دیگر وہ اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور تمہیں اسی جگہ اسی شہر میں (سیدنا

) محمد (ﷺ) کے حوالے کر جائیں گے، اور جب تم یہاں تنہا رہ جاؤ گے تو پھر ان سے مقابلہ نہیں کر سکو گے، لہٰذا ان لوگوں کے ساتھ مل کر لڑائی اس شرط پر کرو کہ بطور رہن تم ان کے سرداروں اور وڈیروں کو اپنے قبضہ میں لے لو اور وہ وڈیرے بطور رہن تمہارے پاس اس وقت تک رہیں گے جب تک تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے ساتھ قتال کرتے رہو اور یہ اس لئے ہے تا کہ وہ قبیلہ والے بھاگ نہ جائیں۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر یہودی کہنے لگے: تم نے بالکل صحیح مشورہ دیا ہے۔

بعد ازاں حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے پاس گئے اور انہیں کہا: تم بخوبی آگاہ ہو میں تمہارا نہایت مخلص دوست ہوں اور میں (سیدنا) محمد (ﷺ) کے دین سے بالکل جدا ہوں، مجھے ایک ایسی بات پہنچی ہے میں اپنے اُوپر لازم سمجھ کر تمہاری بطور خیر خواہی کے وہ تم تک پہنچانا چاہتا ہوں لہٰذا تم اس خبر کو ظاہر نہ کرنا، وہ کہنے لگے ٹھیک ہے جو تم کہہ رہے ہو ہم ویسے ہی کریں گے۔ پھر حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: تم اچھے طریقے سے جانتے ہو کہ یہودیوں کو اس فعل پر شدید ندامت ہوئی ہے جو انہوں نے (سیدنا) محمد (ﷺ) اور اپنے درمیان کیا ہے (یعنی وعدہ خلافی)۔

نیز انہوں نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کی طرف یہ پیغام بھجوایا ہے کہ ہم نے قریش کا ساتھ دے کر سنگین غلطی کی ہے تو کیا آپ اس بات پر راضی ہو جائیں گے کہ ہم قریش اور غطفان کے دونوں قبیلوں کے معزز سردار اور وڈیرے آپ کے حوالہ کر دیں اور آپ ان کو قتل کر ڈالیں، پھر جو بچ جائیں گے ان کو ہم آپ کے ساتھ مل کر جڑ سے اُکھاڑ پھینکیں گے۔ تو (سیدنا) محمد (ﷺ) نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ جی ہاں میں تمہاری اس پیش کش پر راضی ہوں، سو اگر یہودی تم میں سے ایک شخص بھی مانگیں تو اسے ان کے حوالے ہرگز نہ کرنا۔

اس کے بعد حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ قبیلہ غطفان کے لوگوں کے پاس گئے اور انہیں بھی اسی طرح کہا جس طرح قریش کو کہا، پھر قریش نے یہودیوں کی طرف پیغام بھیجا کہ تم صبح صبح نکل آؤ تا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) سے جنگ کریں وہ کہنے لگے ہم تمہارے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ وقتال نہیں کریں گے جب تک تم بطور رہن اپنے معزز لوگ ہمیں نہ دے دو گے۔

یہ سن کر قریش نے کہا: بلاشبہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ پھر انہوں نے قبیلہ بنو قریظہ کی طرف پیغام بھیجا کہ: ہرگز ہرگز ہم اپنا کوئی شخص تمہارے حوالہ نہیں کریں گے، سو اگر تمہارا لڑائی کا ارادہ ہے تو خود جا کر لڑو۔ یہ سن کر قبیلہ بنو

قریظہ کے لوگ کہنے لگے بلاشبہ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔

اسی طرح خالق کائنات نے ان کے درمیان پھوٹ پیدا کر دی اور ان لشکروں پر انتہائی سخت سردی کی رات میں تیز آندھی بھیجی اس آندھی نے ان کی ہنڈیاں اُلٹ دیں اور ان کے خیموں کو اُکھاڑ پھینکا۔

سو یہ لوگ ناکام ہو کر واپس اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے اور ان کا آنا اور جانا ماہ شوال 5ھ میں تھا۔

خندق شریف کے بقیہ آثار کا تذکرہ:

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَالْخَنْدَقُ الْيَوْمَ بَاقٍ وَ فِيْهِ قَنَاةٌ تَأْتِيْ مِنْ عَيْنٍ بِقُبَاءَ اِلَى النَّخْلِ الَّذِيْ بِأَسْفَلِ الْمَدِيْنَةِ بِالسَّيْحِ حَوَالِيْ مَسْجِدِ الْفَتْحِ وَ فِي الْخَنْدَقِ نَخْلٌ قَدِ انْطَمَّ اَكْثَرُهٗ وَتَهَدَّمَتْ حِيْطَانُهٗ

میں کہتا ہوں: آج بھی خندق کے آثار باقی ہیں اور اس خندق میں ایک ندی ہے جو قباء کے ایک چشمہ سے جاری ہے اور اس باغ کی طرف جاتی ہے جو مدینہ طیبہ کے نشیب میں مقام سیح کے ساتھ مسجد فتح کے گرد واقع ہے اور اس خندق میں کھجوروں کے درخت بھی ہیں اور اس خندق کا اکثر حصہ گر چکا ہے اور اس کی دیواریں بھی منہدم ہو چکی ہیں۔

گیارھواں باب

مدینہ طیبہ میں قتل ہونے والے قبیلہ بنوقریظہ کا بیان:

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمان غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر واپس مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے اور مسلمانوں نے ہتھیار اُتار کر رکھ دیئے تو حضرت جبریل علیہ السلام استبرق کپڑے کا عمامہ شریف باندھے ایک ایسے خچر پر سوار ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے جس پر ریشم کا کپڑا تھا اور عرض کرنے لگے:

اَوَ قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! حضرت جبریل علیہ السلام عرض کرنے لگے، ابھی تک فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے اور میں ایک اور قوم کا پیچھا کرنے کے لیے آیا ہوں، بلاشبہ اللہ عزوجل تمہیں حکم فرما رہا ہے کہ تم قبیلہ بنوقریظہ کی طرف تشریف لے جاؤ:

فَاِنِّيْ عَامِدٌ اِلَيْهِمْ فَمُزَلْزِلٌ بِهِمْ

کیونکہ میں بھی انہی کی طرف جا رہا ہوں اور ان کو زلزلہ (خوف ودہشت) میں مبتلا کروں گا۔

سو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ لوگوں میں اعلان فرما دیا:

مَنْ كَانَ سَامِعًا وَمُطِيْعًا فَلَا يُصَلِّيَنَّ الْعَصْرَ اِلَّا بِبَنِيْ قُرَيْظَةَ

جو شخص میری بات کو سننے والا ہے اور میرا فرمانبردار ہے وہ عصر کی نماز قبیلہ بنوقریظہ کی بستی میں ہی جا کر پڑھے۔

قبیلہ بنوقریظہ کے خلاف جنگ میں سیدنا جبریل علیہ السلام کی شرکت:

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان روانہ ہوئے اس دوران راستہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک اور جماعت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو ان سے پوچھا:

هَلْ مَرَّ بِكُمْ اَحَدٌ

اس راستے سے تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے ''دحیہ کلبی'' ایک ایسے خچر پر سوار ہو کر گزرے ہیں جس پر ریشم کی چادر تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذَاكَ جِبْرِيْلُ بُعِثَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ يُزَلْزِلُ بِهِمْ حُصُوْنَهُمْ وَيَقْذِفُ الرُّعْبَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

وہ جبریل علیہ السلام تھے جنہیں قبیلہ بنو قریظہ کی طرف ان کے قلعوں کو ہلانے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

قبیلہ بنو قریظہ کا محاصرہ:

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ قبیلہ بنو قریظہ جا پہنچے اور ان کا پچیس (۲۵) دن تک محاصرہ کیے رکھا، حتی کہ وہ لوگ اس محاصرہ سے تنگ آ گئے اور ان کے دلوں میں رعب اور خوف و ہراس بیٹھ گیا، سو وہ سب لوگ رسول اکرم ﷺ کے حکم مبارک اور فیصلہ مبارک پر راضی ہو گئے۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تاریخ ساز فیصلہ:

بعد ازاں قبیلہ اوس کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ (بنو قریظہ کے لوگ) ہمارے موالی ہیں، قبیلہ خزرج کے لوگ ہمارے موالی نہیں ہیں، سو آپ انہیں خوف زدہ فرمائیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلَا تَرْضَوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَوْسِ اَنْ يَحْكُمَ فِيْهِمْ رَجُلٌ مِنْكُمْ

اے قبیلہ اوس کی جماعت! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے بارے میں تمہارے ہی قبیلہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص فیصلہ کر دے؟

انہوں نے کہا: کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فَذَالِكَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

تو یہ فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کریں گے۔

ان دنوں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی شریف میں خیمہ لگا ہوا تھا اور وہیں ان کے زخموں کا علاج ہو رہا تھا۔ سو قبیلہ اوس کے لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو سواری پر بٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے

آئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا:

اَنْ تُقْتَلَ الرِّجَالُ وَتُقْسَمَ الْاَمْوَالُ وَتُسْبٰى الذَّرَارِيُّ

ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اور ان کے بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

یہ فیصلہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ بِحُكْمِ اللهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ

اے سعد بلاشبہ تم نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ دیا ہے جو سات آسمانوں کے اُوپر سے اللہ رب العزت کا فیصلہ ہے۔

بعد ازاں بنو قریظہ کے لوگوں کو ان کے قلعوں سے اُتار کر قبیلہ بنونجار کی ایک خاتون کے مکان میں قید کر دیا گیا۔

مدینہ طیبہ کے بازار میں بنو قریظہ کا قتل:

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے بازار میں خندقیں کھدوائیں، پھر ان کے مردوں کو لایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں اُڑائی گئیں۔ یاد رہے ان کی تعداد سات سو (۷۰۰) تھی۔

حُیی بن اخطب یہودی نضری انہی میں تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے یہودیوں کو معاہدہ امن توڑنے اور اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر اُبھارا تھا۔ ان کی خواتین میں سے کسی خاتون کو قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک خاتون کے جسے قصاصاً قتل کیا گیا، کیونکہ اس خاتون نے قلعہ سے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ پھینکا تھا جس سے ان کی شہادت واقع ہو گئی تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون کے قتل کا حکم جاری فرمایا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان میں سے ہر اس شخص کی گردن اُڑا دینے کا حکم فرمایا تھا جس کے بلوغت والے بال نکل آئے تھے۔ لیکن جن کے ابھی بلوغت والے بال نہیں نکلے تھے انہیں بچوں کی فہرست میں شمار کر کے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے اموال، عورتیں اور بچے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیئے۔

اللہ رب العزت نے بنو قریظہ کے واقعہ کے متعلق اور غزوہ خندق کے متعلق "سورۃ الاحزاب" کی ان آیات کو نازل فرمایا:

(آیت نمبر ۹ تا ۲۷) کو ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت مبارکہ:

اور جب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو قریظہ کے حوالہ سے تمام معاملات سے فارغ ہوئے تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم پھوٹ پڑا جس سے ان کو شہادت نصیب ہوگئی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۲ ص ۷۴)

حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک پر عرشِ الٰہی ہِل گیا:

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ:

حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام آدھی رات کے وقت نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اے محمد ﷺ! یہ کون شخص تھا جس کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی ہل گیا اور اس کے استقبال کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ جلدی کے ساتھ اُٹھے اور آپ کا کپڑا مبارک گھسٹ رہا تھا۔ سو آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس حال میں پایا کہ ان کی شہادت واقع ہو چکی تھی۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج ۳ ص ۱۹۶)

اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

بارھواں باب

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ اوراس کے فضائل کا بیان:

بارہ ربیع الاول بروز پیر بوقت چاشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور (قباء شریف کے علاقہ) قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے۔ان کے ہاں پیر، منگل، بدھ اور جمعرات ٹھہرے۔ پھر حضرت کلثوم کے مربد (اُونٹوں کو چارہ کھلانے کی جگہ) میں مسجد تعمیر فرمائی اور اس مسجد میں بیت المقدس کی طرف رُخ مبارک فرما کر نماز پڑھائی (یہ مسجد آج مسجد قباء شریف کے نام سے موسوم ہے)۔اور اہل قباء سے بروز جمعہ دن چڑھنے کے بعد اپنی قصواء اُونٹنی پر سوار ہوکر مدینہ طیبہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔آپ کے دائیں بائیں مسلمان صفیں باندھے ہوئے ہتھیاروں سے لیس ہوکر ساتھ ساتھ چلنے لگے،ان میں سے کچھ تو پیدل تھے اور کچھ سوار تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصارِ مدینہ کے جس گھر سے گزرتے تو ہر گھر سے یہ آواز آتی:

هَلُمَّ يَارَسُوْلَ اللهِ اِلَى الْقُوَّةِ وَالْمَنَعَةِ وَالثَّرْوَةِ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمارے پاس تشریف لائیں ہمارے پاس آپ قوت، حفاظت اور کثیر مال و دولت پائیں گے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ہر ایک کے بارے میں تعریفی کلمات ارشاد فرماتے اور ساتھ دعائیں بھی دیتے اور اپنی اُونٹنی کے متعلق فرماتے:

اِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ خَلُّوْا سَبِيْلَهَا

میری اُونٹنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے اس کا راستہ چھوڑ دو۔

اسلام میں پہلی نمازِ جمعہ:

جب قبیلہ بنو سالم کے پاس سے گزرے تو ان کی اس مسجد میں تشریف لے گئے جو وادی ''راھوباء'' میں تھی۔ادھر نمازِ جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ سب لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی، اس وقت نمازیوں کی تعداد سو (۱۰۰) تھی اور یہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلی نمازِ جمعہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آمد شریف:

پھر آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور اس کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا، چلتے چلتے جب اُونٹنی قبیلہ بنو نجار کے محلے میں پہنچی تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی، پس رسول اللہ ﷺ وہیں قیام پذیر ہو گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی وحی لے کر آنا شروع ہو گئے، حتی کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی شریف اور حجرات مبارکہ کی تعمیر شروع فرما دی۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی نچلی منزل میں قیام پذیر تھے۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ادب:

رات کے وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے اُوپر ٹھہرا ہوا ہوں کہیں یہ بے ادبی شمار نہ ہو، بس اسی خیال سے پوری رات جاگتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ اَکُوْنَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَنْ اَبِیْتَ فَوْقَ رَأْسِكَ

اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے یہ خدشہ ہے کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے کیونکہ میں آپ سے اُوپر والی منزل پر سوتا ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلسُّفْلُ اَرْفَقُ بِنَا وَلِمَنْ یَّغْشَانَا

نیچے والی منزل ہمیں اور ہم سے ملاقات کرنے والوں کے لیے زیادہ موافق اور نفع بخش ہے۔

(علامہ ابن نجار رحمہ اللہ لکھتے ہیں:)

فَلَمْ یَزَلْ اَبُوْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَتَضَرَّعُ اِلَیْہِ حَتّٰی اِنْتَقَلَ اِلَی الْعُلُوِّ

مسلسل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اصرار پر اصرار کرتے رہے حتی کہ جانِ دوعالم ﷺ اُوپر والی منزل کی طرف منتقل ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ سات ماہ تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر رہے۔

بنونجار کی مہمان نوازی:

بنونجار روزانہ باری باری کھانے کے لیے ثرید کے پیالے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آتے تھے، سوائے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہ روزانہ ہر رات ثرید کا پیالہ لے کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ جاتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اصحاب کو بلاتے اور سب مل جل کر کھاتے تھے۔

تعمیرِ مسجد کے لئے جگہ کی خریداری:

امام بخاری اور امام مسلم اپنی صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنونجار سے مربد (اُونٹوں کو چارہ کھلانے کی جگہ) کو خرید لیا تو اس میں کچھ کھجور کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھی اور اس میں کھنڈرات بھی تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مشرکین کی قبروں کو اُکھاڑ دیا گیا اور کھنڈرات کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ کر ایک قطار میں قبلہ کی جانب لگا یا گیا اور دروازہ کی دو چوکھٹیں پتھروں کی بنائی گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ پتھروں کو اٹھا رہے تھے اور ساتھ جوشیلے اشعار پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْخَیْرَ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ

(اے اللہ! نیکی تو صرف آخرت کی نیکی ہے پس تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما)

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پتھر اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ خود ان کے ساتھ کپڑوں میں اینٹیں اُٹھاتے جاتے اور ساتھ یہ پڑھتے جاتے:

ھٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَیْبَرَ ھٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْھَرُ

(یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے اے ہمارے رب یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے)

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۹۳۲۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۲۴)

مسجد نبوی شریف کے محراب کا ذکر:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد شریف کو مربع شکل میں تعمیر فرمایا اور مسجد کے قبلہ (محراب) کو (شروع شروع میں) بیت المقدس کی طرف رکھا۔ اس وقت مسجد نبوی شریف کا طول ستر ہاتھ یا اس سے زیادہ رکھا گیا۔

مسجد نبوی شریف کے دروازوں کا ذکر:

اور اس کے دروازے تین رکھے گئے، ایک دروازہ مسجد کے آخری حصہ میں تھا، دوسرا دروازہ باب عاتکہ تھا جو"باب الرحمۃ" کے نام سے مشہور ہے، جبکہ تیسرا دروازہ "باب عثمان" تھا، جس سے رسول اللہ ﷺ مسجد شریف میں داخل ہوا کرتے تھے، جب قبلہ کا رخ تبدیل ہو کر کعبہ مکرمہ کی طرف ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس دروازے کو بند کرنے کا حکم دے دیا جو مسجد کے آخری حصہ میں تھا (کیونکہ اس جگہ اب محراب آ گیا تھا) اور اس کے مقابل دوسرا دروازہ کھولنے کا حکم فرمادیا، سو مسجد کے تین دروازے ہو گئے ایک دروازہ پچھلی جانب، دوسرا دروازہ نمازیوں کی دائیں جانب اور تیسرا دروازہ نمازیوں کی بائیں جانب۔

مسجد کی بنیاد پتھروں کی تھی جبکہ باقی حصہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔

صحیحین میں مروی ہے:

كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَانَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهُ

مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی اس سے بکری بمشکل گزر سکتی تھی۔

(البخاری:۴۹۷۔مسلم:۵۰۹)

عہد رسالت مآب ﷺ میں مسجد نبوی شریف میں توسیع وترمیم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسجد نبوی شریف کی دیوار کافی لمبی تھی، لیکن دیوار کی چوڑائی ایک ایک اینٹ کی تھی، پھر جب مسلمان بکثرت ہو گئے تو انہوں نے ڈیڑھ اینٹ (یعنی ایک اینٹ پوری اور دوسری آدھی اینٹ) کی دیوار چوڑائی میں بنائی، پھر لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر آپ حکم دیں تو اس میں تھوڑا اور اضافہ ہو جائے، سو آپ ﷺ نے اضافہ کرنے کا حکم دے دیا، پھر مسجد نبوی شریف کی دو دیواریں دو مختلف قسم کی اینٹوں کے ساتھ بنائی گئیں، پھر جب گرمی شدید ہو گئی تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مسجد میں ستون ہونے چاہیے، ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے، پھر آپ ﷺ کے حکم کے مطابق مسجد کے لیے کھجور کے تنوں کے ستون فاصلے فاصلے پر بنائے گئے اور ان پر اذخر نامی گھاس اور کھجور کی چھالیں اور دیگر لکڑیاں ڈالی گئیں اور درمیانی حصہ کھلا رکھا گیا۔ پھر جب بارش ہوتی تو مسجد کے وسط میں پانی جمع ہو جاتا جس سے لوگوں کو خاصی پریشانی لاحق ہوتی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایک مرتبہ پھر درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ کاش! آپ ساری مسجد بمع چھت کو مٹی کے گارے کے ساتھ لیپ کروا دیں، تب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو

جواباً ارشاد فرمایا:

عَرِیْشٌ کَعَرِیْشِ مُوْسٰی ثُمَامٌ وَخُشَیْبَاتٌ وَالْاَمْرُ اَعْجَلُ مِنْ ذَالِكَ

یہ میری مسجد موسیٰ علیہ السلام کے چھپر جیسی ہے جو چند لکڑیوں اور ثمام گھاس (یہ ایک نرم سی گھاس ہے بسا اوقات اس سے گھروں کے سوراخوں اور روشندانوں کو بند کیا جاتا ہے) کا بنا ہوا تھا اور معاملہ تو اس سے نزدیک تر ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک تک مسجد شریف اسی طرح ہی رہی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۱ ص ۱۸۴)

کہا جاتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چھپر مبارک اس طرح تھا کہ اگر اس کے نیچے سے کوئی کھڑا ہوجاتا تو اس کا سر اس کی چھت سے لگتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دومرتبہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی:

علماء سیر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد دومرتبہ تعمیر فرمائی۔ ایک بار اس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت فرما کر) مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اس وقت مسجد شریف کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک سو ہاتھ سے بھی کم تھی، خیبر فتح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ تعمیر فرمایا اور اس کی لمبائی اور چوڑائی کو دوگنا فرمادیا۔ اور اس مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سولہ ماہ (۱۶) تک بیت المقدس شریف کی طرف رخ انور فرما کے نماز پڑھاتے رہے، بعد ازاں تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔

محراب شریف کا قبلہ رُخ تعین:

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے محراب شریف کا رخ کعبہ مکرمہ کی طرف دیکھتے ہوئے رکھیے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے تمام ترکاوٹیں آگے سے ہٹادیں۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ مکرمہ کو دیکھتے ہوئے قبلہ کا رُخ متعین فرمایا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی شئی حائل نہیں تھی۔

سیدنا جبریل علیہ السلام کی طاقت کی جھلکیاں:

پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعیین قبلہ کے معاملہ سے فارغ ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے

دوبارہ اشارہ فرمایا اور سارے پہاڑوں کو اور درختوں اور سب چیزوں کو ان کی اصلی حالت پر لوٹا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ میزاب رحمت کی طرف ہو گیا۔

تحویلِ قبلہ سے پہلے محرابِ نبوی کا محل:

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو القاسم المظفری اور الازجی نے اپنی اپنی کتابوں میں خبر دی، از ابو علی الاصفہانی، از ابو نعیم الحافظ، از ابو محمد الخلدی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبد الرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے عبد العزیز بن ابو حازم نے حدیث بیان کی، از ہشام بن سعد بن ابو ھلال، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ بیان کرتے ہیں کہ (تحویل قبلہ سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ شام (بیت المقدس) کی جانب تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محراب جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف سے ملک شام والی سمت تھا۔ یعنی آج کل جہاں اسطوانہ مخلقہ کی جگہ ہے تم اسے اپنی پشت کی طرف رکھ کر شام کی طرف رخ کرو، حتی کہ جب تم بابِ عثمان کی داہنی جانب ہو گئے تو اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف کا محراب تھا۔

مسجد نبوی شریف کے فضائل اور اس میں نماز پڑھنے کا ثواب:

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو عبد اللہ احمد بن حسن بن احمد العطار نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو سعد عمار بن طاہر الہمذانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں مکی بن عبد السلام الرمیلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبد العزیز بن احمد النصیبی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن محمد الواسطی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمر بن فضل بن مہاجر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ولید بن حماد الرملی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں معمر نے حدیث بیان کی، از زہری، از سعید بن مسیب، از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا لِثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَالْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی

رخت سفر نہ باندھا جائے سوائے تین مساجد کے، مسجد حرام، میری اس مسجد کی طرف اور مسجد اقصیٰ کی طرف۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۱۸۹، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۹۷۔ سنن ابو داؤد، رقم الحدیث ۲۰۳۳)

مسجد نبوی شریف میں تعلیم و تعلم کی فضیلت:

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں قاسم بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرحمٰن بن ابوالحسن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں منہال بن بشر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن محمد الفارسی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں الذھلی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابواحمد محمد بن عبدوس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یعقوب بن حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابوحازم نے حدیث بیان کی، از والد خود، از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِیْ هٰذَا يَتَعَلَّمُ خَيْرًا اَوْ يُعَلِّمُهٗ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ وَ مَنْ دَخَلَهٗ لِغَيْرِ ذَالِكَ مِنْ اَحَادِيْثِ النَّاسِ كَانَ كَالَّذِیْ يَرٰى مَا يُعْجِبُهٗ وَهُوَ لِغَيْرِهٖ

جو میری اس مسجد میں نیکی کی بات سیکھنے یا سکھانے کے لئے داخل ہوا تو وہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور جو شخص اس مسجد میں اس کے علاوہ دنیاوی باتوں کے لئے داخل ہوا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسی شئی کو دیکھے جو اس کے دل کو بھائے اور اچھی لگے حالانکہ وہ ہوتی کسی اور کی ہے۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۸۷)

تذکرہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام:

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن الہمدانی نے اپنی کتاب میں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں قاضی ابوالحسین محمد بن محمد الفقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن احمد النصیبی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر محمد بن احمد الواسطی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمرو بن فضل بن مہاجر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن نعمان نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سلیمان بن عبدالرحمٰن

نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبد الملک نے خبر دی، از عبد الواحد بن زید، از شہر بن حوشب، از حضرت عبد اللہ (بن عمرو بن العاص) رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بیان ہے:

مَسْكِنُ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْتُ الْمَقْدِسِ فِيمَا بَيْنَ بَابِ الرَّحْمَةِ إِلَى الْأَسْبَاطِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فِي خَمْسَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُ الْمَدِينَةِ وَمَسْجِدُ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَمَسْجِدُ قُبَاءَ وَيُصَلِّي كُلَّ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ فِي مَسْجِدِ الطُّوْرِ وَيَأْكُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ أَكْلَتَيْنِ مِنْ كَمْأَةٍ وَكَرَفْسٍ وَيَشْرَبُ مَرَّةً مِنْ زَمْزَمَ وَمَرَّةً مِنْ جُبِّ سُلَيْمَانَ الَّذِي بِبَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَيَغْتَسِلُ مِنْ عَيْنِ سُلْوَانَ۔

حضرت خضر علیہ السلام کی رہائش بیت المقدس شریف میں باب رحمت سے اسباط تک ہے وہ پانچ مساجد میں ہر جمعہ کو نماز ادا کرتے ہیں۔ ۱۔ مسجد حرام۔ ۲۔ مسجد نبوی شریف۔ ۳۔ مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ)۔ ۴۔ مسجد قباء۔ ۵۔ اور ہر جمعہ کی رات مسجد طور میں نماز پڑھتے ہیں، اور ہر جمعہ کو دو کھانے کھاتے ہیں ایک کماۃ سے اور دوسرا کرفس سے اور کبھی زم زم کا پانی پیتے ہیں اور کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس کنویں شریف سے پانی پیتے ہیں جو بیت المقدس میں واقع ہے اور سلوان کے چشمہ سے غسل فرماتے ہیں۔

آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد:

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں (محدث) ابو الفرج ابن الجوزی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عباد بن احمد الحسنا باذی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسن بن عمر الاصبہانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسن بن علی البغدادی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن علی الہمذانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عمران نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن نصیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں موسیٰ بن عبیدہ نے خبر دی، از داؤد بن مدرک، از عروہ، از حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ اَحَقُّ الْمَسَاجِدِ اَنْ يُزَارَ وَتُرْكَبَ اِلَيْهِ الرَّوَاحِلُ وَصَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا

اَلْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

میں سب سے آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء علیہم السلام کی مساجد میں سے سب سے آخری ہے میری مسجد تمام مساجد سے اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور اس کی طرف رخت سفر باندھا جائے اور میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

(مسند البزار، رقم الحدیث ۱۱۹۳۔ اخبار مکۃ للفاکھی، ج ۲ ص ۹۴)

مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۱۹۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۶۲۵)

مسجد نبوی شریف میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے سے زیادہ ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبد الوہاب بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الوہاب بن مبارک انماطی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد الصریفینی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو بکر بن عبدان نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الواحد بن المہتدی باللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ایوب بن سلیمان الصعدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عطاف بن خالد نے حدیث بیان کی، از عبد اللہ بن عثمان بن ارقم بن ابو الارقم، از والد خود، از جد خود رضی اللہ تعالی عنہ، ان کا بیان ہے کہ:

قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَخْرُجَ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ فَلِمَ قُلْتُ لِلصَّلَاةِ فِيْهِ قَالَ هٰهُنَا اَفْضَلُ مِنَ الصَّلَاةِ هُنَاكَ اَلْفَ مَرَّةٍ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ میں بیت المقدس کی طرف سفر کرنا چاہتا ہوں، ارشاد فرمایا کس لئے؟ میں نے گذارش کی وہاں نماز پڑھنا چاہتا ہوں، ارشاد فرمایا۔ یہاں (مسجد نبوی شریف میں) نماز پڑھنا وہاں

ایک ہزار بار نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة: ج ۵ ص ۲۶۲)

مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب حج کے برابر ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالقاسم النعال نے خبر دی، از ابو علی الاصبہانی، از ابو نعیم الحافظ، از جعفر الخلدی، انہوں نے کہا ہمیں ابو یزید المخزومی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے اسماعیل بن معلی نے حدیث بیان کی، از یوسف بن طہمان، از حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ خَرَجَ عَلٰى طُهْرٍ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلَاةَ فِيْ مَسْجِدِيْ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيْهِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ حَجَّةٍ

جو شخص باوضو میری مسجد میں نماز ادا کرنے کے ارادہ سے نکلا اور میری مسجد میں نماز ادا کی تو اس کا یہ عمل ایک حج کے برابر ہوگا۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۸ ص ۳۷۹)

قیامت کے قریب مسجد نبوی شریف میں بھیڑیوں کا غلبہ:

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (زبیر بن بکار نے کہا)

مجھے حدیث بیان کی محمد بن حسن نے، انہوں نے کہا مجھے حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، از یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی لبیبہ، از جد خود، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْلِبَ عَلٰى مَسْجِدِيْ هٰذَا الْكِلَابُ وَالذِّئَابُ وَالضِّبَاعُ فَيَمُرُّ الرَّجُلُ بِبَابِهٖ فَيُرِيْدُ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَمَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ

قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ (اس سے پہلے) میری اس مسجد شریف میں کتے، بھیڑیے اور بجو غالب آجائیں گے، ایک شخص اس کے دروازے کے پاس سے گذرے گا اور اس میں نماز پڑھنا چاہے گا مگر نماز پڑھنے پر قدرت و طاقت نہ رکھ پائے گا۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرات شریفہ کا تذکرہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف تعمیر فرمائی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے بھی دو حجرے تعمیر فرمائے، ان حجروں کی تعمیر مسجد کی تعمیر کی طرز پر کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے فرمائی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے دروازے کی چوکھٹ سرو یا ساج کے درخت کی تھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر ازواج مطہرات سے عقد نکاح فرمایا تو ان ازواج مطہرات کے لئے الگ الگ حجرات تعمیر فرمائے۔

یہ حجرات شریفہ کل نو تھے:

یہ حجرات شریفہ کل نو تھے اور یہ حجرات شریفہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ سے لے کر باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تھے۔

علماء سیر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حجرے مشرقی جانب سے شام کی طرف اور قبلہ کے درمیان بنوائے، مغربی جانب نہیں بنوائے تھے۔ اور یہ حجرات شریفہ مسجد کی مغربی جانب کے علاوہ باقی تینوں جانب تھے اور ان سب کے دروازے مسجد شریف کی طرف کھلتے تھے۔

شیخ عمران بن ابوانس رضی اللہ عنہ نے کہا:

ان حجروں میں سے چار حجرے کچی اینٹوں اور کھجور کے تنے سے تعمیر کیے گئے تھے۔ جبکہ باقی پانچ کھجور کے تنے جن پر مٹی کا لیپ تھا، کے بنے ہوئے تھے، ان میں پتھر وغیرہ استعمال نہیں کیا گیا تھا اور ان کے دروازوں پر بالوں کے بنے ہوئے پردے تھے۔

شیخ عمران فرماتے ہیں:

وَذَرَعْتُ السِّتْرَ فَوَجَدْتُهُ ثَلَاثَةَ اَذْرُعٍ فِيْ ذِرَاعٍ

میں نے ان پردوں میں سے ہر ایک کی پیمائش کی تو میں نے اس کی لمبائی تین ہاتھ جبکہ چوڑائی ایک ہاتھ پائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۱ ص ۳۸۷)

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَ حَدَّثَنِيْ الثِّقَةُ عِنْدِيْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَدْخُلُوْنَ حُجُرَاتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ يُصَلُّوْنَ فِيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ

مجھے ایسے شخص نے بیان کیا جو میرے نزدیک قابل اعتماد ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جمعہ کے دن ان حجرات شریفہ میں داخل ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔

نیز امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے جگہ کم پڑ جاتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم کے حجرات مبارکہ مسجد کا حصہ نہ تھے لیکن ان کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اِعْتَكَفَ يُدْنِيْ اِلَيَّ رَأْسَهٗ فَاُرَجِّلُهٗ وَ كَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھتے تو اپنا سر انور میرے قریب کر دیتے بس میں آپ کی زلف مبارک میں کنگا کرتی تھی اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ضروری حاجت کے لئے گھر داخل ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۲۰۲۹۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۲۹۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۴ ص ۳۱۵)

سب سے بُری چیز جس میں مسلمان کا مال ضائع ہوتا ہے وہ تعمیرات ہیں:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں صالح بن ابوالحسن الخریمی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالباقی الانصاری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد الجوہری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عمرو بن حیوۃ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن بن معروف نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حارث بن ابو اسامہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن سعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عمر (الواقدی) نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن یزید الھذلی نے خبر دی،

ان کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حجرات شریفہ کو منہدم کر رہے تھے (مسجد نبوی شریف کی توسیع کے

لئے) اس دوران میں نے حجرات شریفہ کی زیارت کی وہ کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے اور ان کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ بھی دیکھا وہ کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔

سو میں نے ان کے پوتے سے پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ دومۃ کی طرف تشریف لے گئے، تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کچی اینٹوں سے اپنا حجرہ بنوالیا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان اینٹوں کی طرف دیکھا تو فرمایا یہ کیسی تعمیر ہے؟ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میں نے لوگوں کی نظروں سے حفاظت کے ارادہ سے ایسا کیا ہے (یعنی نہایت پردہ کا اہتمام کرنے کے لئے یہ تعمیر کرائی) یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا أُمَّ سَلِمَةَ إِنَّ شَرَّ مَا ذَهَبَ فِيهِ مَالُ الْمُسْلِمِ الْبُنْيَانُ۔

اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) بے شک سب سے بری چیز جس میں مسلمان کا مال ضائع ہوتا ہے وہ تعمیرات ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ: ج ۱ ص ۳۸۷)

حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرات مبارکہ دیکھے ہیں وہ کھجور کے تنوں سے بنے ہوئے تھے، ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں کے بنے ہوئے پردے تھے اور میں اس وقت بھی موجود تھا جب ولید بن عبدالملک کا خط پڑھا جارہا تھا، اس خط میں یہ لکھا ہوا تھا کہ حجرات مبارکہ کو گرا کر مسجد میں شامل کر دیا جائے، سو اس دن سے بڑھ کر میں نے انہیں (اہل مدینہ کو) روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

خیر التابعین سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا درد بھرا بیان:

نیز میں نے اس دن حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا تھا کہ ان حجرات شریفہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا، تاکہ اہل مدینہ اور باہر سے زیارت کے لیے آنے والے لوگ دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کس قدر کم سے کم دنیا پر اکتفاء فرمایا تھا۔ سو یہ چیز لوگوں کو مال ومتاع کی کثرت پر فخر کرنے سے روکتی۔

(الطبقات الکبریٰ، ج ۱ ص ۳۸۷)

بعد والے لوگ اگر حجرات طیبہ کو دیکھ لیتے تو کبھی اونچے محلات تیار نہ کرتے:

حضرت عمران بن ابوانس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں اس وقت مسجد نبوی شریف میں تھا جب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کے حجرات مبارکہ کو منہدم کیا جارہا تھا اور وہاں اصحاب رسول ﷺ کے چند صاحبزادگان بھی موجود تھے۔ جن میں سے چند یہ ہیں: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حضرت ابوامامہ بن سہل اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم یہ سب لوگ اس دن اتنا روئے حتیٰ کہ آنسو سے ان کی داڑھیاں تر ہوگئیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے اس دن فرمایا: کاش ان حجروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تاکہ لوگوں کو بھی پتہ چلتا اور وہ بھی اونچے اونچے محلات تیار نہ کرتے بلکہ وہ بھی اس چیز کو دیکھتے جس چیز کو رب ذوالجلال نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے لیے پسند فرمایا، حالانکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کے دست مبارک میں رکھ دی گئی تھیں۔

سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کا بیان:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر مبارک رسول اللہ ﷺ کے گھر مبارک کی پچھلی طرف مصلی شریف کی بائیں جانب سے قبلہ کی سمت میں واقع تھا۔

اور اس میں ایک کھڑکی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے گھر مبارک کی طرف کھلتی تھی۔

سید عالم ﷺ رات کے وقت جب بیدار ہوتے اور اپنے گھر مبارک سے باہر تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کا چکر لگاتے اور ان کی خبر دریافت فرماتے۔ اور آپ ﷺ روزانہ صبح کے وقت ان کے دروازے کی چوکھٹ کے دونوں کنارے پکڑ کر فرماتے:

اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا

نماز، نماز اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم اہل بیت سے آلائش کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک صاف فرمادے۔

(مسند امام احمد: ج ۳ ص ۲۵۹۔ جامع الترمذی: رقم الحدیث ۳۲۰۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی: رقم ۲۶۷۱)

حضرت محمد بن قیس نے کہا:

رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے، اور بڑی دیر تک ان کے ہاں ٹھہرے رہتے۔

رسول اللہ ﷺ چٹائی بچھا دیتے تھے (اور پھر اس پر صلوۃ اللیل ادا فرماتے)۔

راوی نے کہا: میں نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بھی اسی جگہ تہجد کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

نیز راوی عیسیٰ نے کہا:

یہ تہجد کی جگہ اس اسطوانہ کی جگہ تھی جو نبی اکرم ﷺ کی حجرات مبارکہ کے راستہ میں واقع تھی۔

حضرت سعد بن عبداللہ بن فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں اسی اسطوانہ کے پاس نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے حضرت محمد بن علی ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ گزرے، بعد از نماز مجھے فرمایا:

مَالِیْ اَرَاكَ تَلْزَمُ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةَ هَلْ جَاءَكَ فِيْهَا اَثَرٌ قُلْتُ لَا قَالَ فَالْزَمْهَا فِاِنَّهَا كَانَتْ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِاللَّيْلِ

کیا وجہ ہے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اس اسطوانہ کو (نماز کی ادائیگی کے لیے) لازم پکڑے رہتے ہو کیا اس سلسلہ میں کوئی روایت تم تک پہنچی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔

ارشاد فرمایا: اسے لازم پکڑے رکھو کیونکہ یہی جگہ رسول اللہ ﷺ کی تہجد گاہ ہے۔

(حضرت مصنف رحمہ اللہ کا تبصرہ:)

قُلْتُ وَهٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةُ وَرَاءَ بَيْتِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَفِيْهَا مِحْرَابٌ اِذَا تَوَجَّهَ الرَّجُلُ كَانَ يَسَارُهُ اِلٰى بَابِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

میں کہتا ہوں: یہ اسطوانہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کی پچھلی جانب واقع ہے اور اس میں محراب بھی بنی ہوئی ہے جب کوئی شخص اس کی جانب منہ کرے تو اس کا بایاں کندھا بابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ہوگا۔

کھجور کے اس تنے کا ذکر جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو محمد بن ابو نصر الجنابذی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن علی المدینی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الحسین بن نوفل نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو القاسم بن حبابہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو القاسم بغوی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ہدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی، از عمار

بن ابوعمار، از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے درخت کے ایک تنے کے ساتھ سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے پس جب منبر شریف بنوایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو وہ کھجور کا تنا رونے لگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف سے اتر کر اس کو اپنے جسم انور سے لگا لیا، سو اس کا رونا بند ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ لَمْ اَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اگر میں اسے اپنے جسم انور کے ساتھ نہ لگاتا تو یہ تا قیامت روتا رہتا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث ۱۴۵۱۔ سنن الدارمی: ج ۱ ص ۱۹۔)

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبدالرحمٰن بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں جابر بن یاسین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں المخلص نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں بغوی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں شیبان بن فروخ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں مبارک بن فضالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حسن بصری نے حدیث بیان کی، از حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پس جب لوگوں کی کثرت ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِبْنُوْا لِيْ مِنْبَرًا

میرے لیے منبر بنواؤ۔

پس لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا منبر شریف بنوا دیا جس کی دو چوکھٹیں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ لکڑی رونے لگ گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اس وقت مسجد میں موجود تھا میں نے خود اس کے رونے کی آواز سنی وہ سسکیاں لے کر رو رہی تھی، پس وہ مسلسل روتی رہی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف سے اتر کر اسے سینہ انور سے لگا لیا پھر وہ چپ ہو گئی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو روتے اور فرماتے:

يَا عِبَادَ اللهِ اَلْخَشَبَةُ تَحِنُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ شَوْقًا اِلَيْهِ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ اَنْ تَشْتَاقُوْا اِلٰى لِقَائِهٖ ﷺ

(صحيح ابن خزيمه: رقم الحديث ١٧٧٦ ـ صحيح ابن حبان: رقم الحديث ٦٥٠٧ ـ الجعديات: رقم الحديث ٣٣٤١ ـ مسند ابو يعلى: رقم الحديث ٣٣٨٤)

اے اللہ کے بندو! یہ (بے جان) لکڑی اللہ کے رسول ﷺ کی ملاقات کے شوق میں سسکیاں لے لے کر روتی ہے تمہیں تو اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی ملاقات کا شوق ہونا چاہیے۔

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

فَنَزَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحْتَضَنَهٗ وَسَارَّهٗ بِشَيْءٍ

پس رسول اللہ ﷺ نے منبر شریف سے اتر کر اس تنے کو سینہ انور سے لگایا اور پھر اس سے چپکے سے کوئی بات ارشاد فرمائی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ج ٣ ص ١٩٥)

ایک اور روایت میں یوں منقول ہے:

فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ تَنْشَقُّ

پس وہ کھجور کا تنا جس کے ساتھ آپ ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اس قدر رویا قریب تھا کہ پھٹ جاتا۔

(صحيح البخاری: رقم الحديث ٢٠٩٥ ـ دلائل النبوۃ لابی نعیم: رقم الحديث ٣٠٣ ـ دلائل النبوہ للبیہقی: ج ٢ ص ٥٦٠)

اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِيْ يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ

پس وہ کھجور کا تنا اس طرح سسکیاں لے لے کر رونے لگا جس طرح چھوٹا بچہ روتا ہے اور اسے چپ کرایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ (جب آپ ﷺ نے اسے سینہ اطہر سے لگایا تو) وہ خاموش ہو گیا۔

(ایضاً۔۔۔)

اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

كَانَتْ تَبْكِيْ عَلٰى مَا كَانَتْ تُسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ

وہ اس لیے رو رہا تھا کیونکہ اس کے پاس ذکر کیا جاتا تھا۔

(ایضاً۔۔۔)

یہ سب الفاظ صحیح روایات کے ساتھ منقول ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا سَكَنَ الْجِذْعُ اَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُّحْفَرَ لَهٗ وَيُدْفَنَ

جب وہ کھجور کا تنا چپ ہو گیا تو حضور ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا کہ اس کو زمین کھود کر دفن کر دیا جائے۔

(مسند دارمی: ج ۱ صفحہ ۱۸)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب وہ کھجور کا تنا چپ ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنْ شِئْتِ اَرُدَّكِ اِلَى الْحَائِطِ الَّذِيْ كُنْتِ فِيْهِ كَمَا كُنْتِ فَتَنْبُتُ بِكِ عُرُوْقُكِ وَيَكْمُلُ خَلْقُكِ وَيُجَدَّدُ لَكِ خُوْصٌ وَثَمَرٌ وَاِنْ شِئْتِ اَنْ اَغْرُسَكِ فِي الْجَنَّةِ فَتَاْكُلُ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ مِنْ ثَمَرِكِ۔

اگر تو چاہے تو تجھے اس باغ کی طرف واپس لوٹا دوں جہاں تو پہلے تھا تیری جڑیں اُگ آئیں گی اور تیری خلقت مکمل ہو جائی گی اور تیرا پھل وغیرہ بھی ہو گا اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں گاڑ دیتا ہوں جہاں اللہ تعالیٰ کے اولیاء تیرا پھل کھائیں گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ کان مبارک لگا کر سنا۔ اس نے کہا:

بَلْ تَغْرُسُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَيَاْكُلُ مِنِّيْ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ وَاَكُوْنُ فِيْ مَكَانٍ لَا اُدَاسُ فِيْهِ

مجھے جنت میں گاڑھ دیں اللہ کے اولیاء میرا پھل کھائیں اور میں ایسی جگہ میں ہوں جہاں مجھے روندا نہ جائے۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَعَمْ قَدْ فَعَلْتُ۔ ٹھیک ہے میں نے ایسے ہی کر دیا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف کی طرف واپس تشریف لے گئے۔

پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

خَیَّرْتُهٗ کَمَا سَمِعْتُمْ فَاخْتَارَ اَنْ اَغْرِسَهٗ فِی الْجَنَّةِ اِخْتَارَ دَارَ الْبَقَآءِ عَلٰی دَارِ الْفَنَآءِ

جیسا کہ تم نے سنا ہے میں نے اسے اختیار دیا ہے سو اس نے یہ پسند کیا ہے کہ میں اسے جنت میں گاڑ دوں۔ اس نے دار بقاء کو دار فناء پر ترجیح دی ہے۔

(مسند دارمی،۔فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج۶ ص۶۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب اس تنے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گفتگو کو سن لیا تو وہ زمین میں غائب ہو گیا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: رقم الحدیث ۲۲۷۱، دلائل النبوۃ لابی نعیم: رقم الحدیث ۳۱۰)

حضرت امام ابن ابی الزناد نے فرمایا:

کھجور کا وہ تنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں اپنی حالت پر باقی رہا۔ پس جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر فرمایا تو اس تنے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔

کچھ اہل علم نے کہا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور ان کے پاس موجود رہا حتی کہ اسے دیمک کھا گئی۔

اور کچھ اہل علم نے کہا کہ اس کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔

یاد رہے! یہ تنا مبارک اسطوانہ مخلقہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب شریف کی دائیں جانب صندوق کے پاس تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک کی کیفیت کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ چند لوگ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ لوگ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث مباحثہ کر رہے تھے کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا تھا؟

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سنو! بخدا مجھے علم ہے کہ کس لکڑی کا تھا اور اسے کس نے تیار کیا تھا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی مرتبہ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوحازم کہتے ہیں میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہمیں بیان فرمائیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا۔

أُنْظُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ یَعْمَلْ لِیْ اَعْوَادًا اُكَلِّمُ النَّاسَ عَلَیْهَا

اپنے غلام بڑھئی کو کہو وہ میرے لیے منبر بنائے میں اس پر بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کروں گا۔

سو اس نے منبر شریف بنایا جس کی تین سیڑھیاں تھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم شریف سے اس منبر کو اس جگہ رکھا گیا اور یہ منبر شریف طرفاء نامی لکڑی سے بنایا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۹۱۷۔صحیح مسلم: رقم الحدیث ۵۴۴۔صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۲۱۴۲۔المنتقی لابن الجارود: رقم الحدیث ۳۱۱)

نیز صحیح بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کیلئے کوئی ایسی چیز تیار کرا دوں جس پر آپ بیٹھا کریں۔ کیونکہ میرا غلام ترکھان (بڑھئی) ہے؟

ارشاد فرمایا: اگر چاہو تو بنوا دو۔ سو اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر شریف تیار کروا دیا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۴۴۹۔دلائل النبوۃ لابی نعیم: رقم الحدیث ۳۰۳)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں (بظاہر) کمزوری آنے لگی تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کے لئے منبر نہ بنوا دوں جس پر آپ تشریف فرما ہوں؟

ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے بنوا دو۔

تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا منبر بنوایا جس کی دو سیڑھیاں تھیں۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث ۱۰۸۱)

امام ابن ابوالزناد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

ایک دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَّ الْقِیَامَ قَدْ شَقَّ عَلَیَّ

کھڑے ہو کر خطبہ دینے میں مجھے مشقت محسوس ہوتی ہے۔

اور آپ ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک میں ضعف کی شکایت فرمائی۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے لیے اس طرح منبر بنواتا ہوں جیسے میں نے ملک شام میں بنتے دیکھے ہیں (فلسطین کا نام انہوں نے اس لیے لیا کیونکہ خود) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اہل فلسطین میں سے تھے۔

راوی نے کہا پس جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل مشورہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رائے منبر بنوانے پر جم گئی تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا۔

میرا ایک غلام ہے جس کا نام "کلاب" ہے وہ نہایت تجربہ کار کاریگر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

فَمُرْهُ یَعْمَلْ

پھر تم انہیں حکم دے دو وہ منبر تیار کرے۔

سو اس غلام کو ایک جنگل کی طرف غابہ لکڑی کاٹنے کے لیے بھیج دیا گیا وہ جب لکڑی کاٹ کر لے آیا تو اس نے اس طرح منبر تیار کیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں اور ایک بیٹھنے کی جگہ۔ پھر وہ منبر تیار کر کے لے آیا اور اس نے اسے اس جگہ رکھ دیا جہاں آج منبر نبوی ﷺ کی جگہ ہے۔

پھر جمعہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ کھجور کے تنے سے گذر کر منبر شریف کی طرف بیٹھنے کے لیے جانے لگے تو وہ کھجور کا تنا اس طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جس طرح گائے کی آواز ہوتی ہے حتی کہ لوگ گھبرا گئے اور کچھ تو اٹھ کھڑے ہوئے۔

پس رسول اللہ ﷺ اس کی طرف بڑھے اور اس پر دست شفقت پھیرا جس سے وہ خاموش ہو گیا۔

بعدازاں اس کی آواز نہیں سنی گئی، پھر رسول اللہ ﷺ منبر شریف کی طرف لوٹے اور اس پر تشریف فرما ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج۱ ص۱۹۲)

منبر شریف بنانے والے کاریگر کا نام:

مروی ہے کہ جس غلام نے یہ منبر شریف تیار کیا تھا اس کا نام "مینا" تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام "صباح" نے تیار کیا تھا۔

امام واقدی نے کہا:

۸ھ میں منبر نبوی ﷺ بنوایا گیا جس کی دو سیڑھیاں اور ایک نشست تھی۔

منبر نبوی ﷺ کی تعظیم و تکریم کا بیان:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قَوَائِمُ مِنْبَرِیْ رَوَاتِبُ فِی الْجَنَّةِ وَمَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ

میرے منبر کے پائے جنت کی سیڑھیاں ہونگے اور میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث ۲۸۷۲۔ صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۳۷۴۹۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۵ ص۲۴۸۔ المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۵۱۹ ج۲۳)

رسالتِ مآب ﷺ کا فرمان "میرا منبر میرے حوض پر ہوگا":

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ

میرا منبر میرے حوض پر ہوگا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۱۱۹۶۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۱۳۹۱۔ صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۳۷۵۰۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج۵ ص۲۴۶)

امام ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا:

مَعْنَاہُ مَنْ لَزِمَ عِبَادَۃَ اللّٰہِ عَنْدَہٗ سُقِیَ مِنَ الْحَوْضِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس منبر شریف کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کو لازم پکڑے گا اسے بروز قیامت حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

(اعلام السنن: ج ۱ ص ۶۴۹ مطبوعہ بیروت)

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "میرا منبر جنت کے کناروں کے پاس ہوگا":

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

میرا خیال یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یوں ہے کہ اس منبر شریف کو اللہ تعالیٰ بعینہٖ اصل حالت پر لوٹا دے گا اور اسے حوض کے پاس رکھ دے گا بالکل اسی طرح جس طرح دیگر مخلوقات کو اللہ تعالیٰ اصل حالت پر لوٹائے گا۔

(مصنف امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

ہمیں ابوطاہر مبارک بن مبارک العطار نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالغنائم محمد بن خطیب نے خبر دی، (التحویل) اور ہمیں ہبۃ اللہ بن حسن بن سبط نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن عبداللہ عکبری نے خبر دی، ان دونوں نے کہا ہمیں ابو طالب عُشاری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمر بن احمد بن شاہین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن محمد عسکری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے دارم بن قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے یغنم بن سالم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِنْبَرِیْ عَلٰی تُرْعَۃٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّۃِ

میرا منبر جنت کے کناروں میں سے ایک کنارہ کے پاس ہوگا

(مشکل الآثار للطحاوی: رقم الحدیث ۲۸۸۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۵۷۷۹)

امام ابوعبید قاسم بن سلام نے کہا "الترعۃ" کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

قول اول: یہ ایک باغیچہ ہے جو ایک خاص بلند جگہ پر (جنت میں) واقع ہوگا۔

قول دوم: اس سے مراد دروازہ ہے۔

قول سوم: اس سے مراد (جنت کا) ایک درجہ ہے۔

(غریب الحدیث: ج ۱ ص ۴ طبع بیروت)

منبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قسم کھانے کی ممانعت:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِيْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّاَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

میرے اس منبر شریف کے پاس جس شخص نے جھوٹی قسم اٹھائی خواہ ایک تر مسواک پر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (یا فرمایا) اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔

(سنن ابو داو: در قم الحدیث ۳۲۴۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث ۲۱۸۵)

خلفاء راشدین اور ادبِ منبر نبوی:

امام ابن ابی الزناد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر شریف پر بیٹھتے تو دوسری سیڑھی پر اپنے قدمین شریفین کو رکھتے، پھر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو وہ دوسری سیڑھی پر بیٹھتے لیکن اپنے پاؤں مبارک نچلی سیڑھی پر رکھتے۔

لیکن جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ نچلی سیڑھی پر بیٹھتے اور اپنے پاؤں مبارک زمین پر رکھتے۔ پھر جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ بھی اسی طرح (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عمل مبارک کی طرح) چھ سال تک کرتے رہے، بعد از اں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مبارک پر بیٹھتے تھے۔

اور انہوں نے منبر شریف پر قبطی کپڑا اچڑھادیا۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو انہوں نے بھی منبر شریف پر قبطی کپڑا اچڑھایا اور ساتھ منبر شریف کی سیڑھیوں میں چھ درجوں کا اور اضافہ فرمادیا۔

پھر انہوں نے اس وقت کے مدینہ شریف کے والی مروان بن حکم کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: منبر شریف کو زمین سے بلند کردو۔ پس انہوں نے دو درکھان بلائے اور انہوں نے منبر شریف کی یہ سیڑھیاں بنائیں اور

اسے زمین سے بلند کر دیا۔

اب منبر شریف پر بیٹھنے کے لیے نو سیڑھیاں بن گئیں اور اب تک اس میں کسی نے کچھ بھی اضافہ نہیں کیا۔

منبرِ نبوی سے متعلق امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

نیز امام ابن ابی الزناد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب مہدی (بادشاہ وقت ۱۶۱ھ) میں مدینہ طیبہ آیا تو اس نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے گذارش کی کہ میں چاہتا ہوں کہ منبر نبوی ﷺ کو اسی پہلی حالت (یعنی تین درجات پر مشتمل) پر لوٹا دوں، تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ جنگل سے لائی گئی لکڑی سے تیار کیا گیا تھا اور مزید لکڑی سے اسے مضبوط بنا دیا گیا، سو اب اگر آپ ان لکڑیوں کو الگ الگ کرو گے تو مجھے خدشہ ہے کہ یہ منبر بالکل ہی جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے یہی ہے کہ اس میں اب کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کی جائے۔

(تاریخ المدینہ للامام عمر بن شبہ ص ۱۷۔۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

منبرِ نبوی کی پیمائش:

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: نبی اکرم ﷺ کے منبر شریف کی لمبائی دو ہاتھ ایک بالشت اور تین انگشت تھی، جبکہ چوڑائی ایک کشادہ ہاتھ کے برابر تھی۔ وہ مسند جس کے ساتھ آپ ﷺ سہارا لے کر بیٹھتے تھے اس کی لمبائی ایک ہاتھ تھی۔ منبر شریف کے وہ دو حصے جنہیں آپ ﷺ خطبہ دینے کے لیے بیٹھتے وقت پکڑتے تھے وہ ایک بالشت اور دو انگل تھے۔

اور آج (حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دور میں) منبر شریف کی لمبائی تین ہاتھ، ایک بالشت اور تین انگشت ہے اور وہ رکن جس پر منبر شریف ہے اس کی لمبائی ایک بالشت اور ایک مٹھی بھر ہے۔ اور بالائی حصہ سے نیچے چوکھٹ تک پانچ ہاتھ ایک بالشت اور چار انگشت ہے۔

اور آج کل (مصنف علیہ الرحمہ کے دور میں) اس میں دو چوکاٹھوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے ایک دروازہ رکھا گیا ہے جو جمعہ کے دن کھولا جاتا ہے۔

منبرِ نبوی کے غلافوں کا ذکر:

ہمیشہ سے لے کر آج تک (مصنف علیہ الرحمہ کے دور تک) خلفاء ہر سال کالے ریشم سے تیار شدہ غلاف بھیجتے ہیں جس کے تار سونے کے ہوتے ہیں اسے منبر شریف پر ڈالا جاتا ہے۔ پس جب یہ غلاف بکثرت جمع ہو جاتے ہیں تو وہ ان کو حرم کے دروازوں پر بطور پردے کے استعمال کرتے ہیں۔

ریاض الجنّہ شریف کا ذکرِ خیر:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو طاہر بن معطوش نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الغنائم بن مہتدی نے خبر دی، (التحویل) اور ہمیں ابو القاسم الہمذانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو العز بن کادش نے خبر دی، ان دونوں نے کہا ہمیں محمد بن علی بن ابو الفتح الجزی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الحفص ابن شاہین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن محمد عسکری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں بازی بن قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے یغنم بن سالم بن قنبر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَا بَيْنَ حُجْرَتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ

میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۱۱۹۶۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۵۰۰)

اس حدیث کو شیخین رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ریاض الجنہ اور ائمہ کرام کی تشریحات:

امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کو لازم کیے رکھا تو اس کی یہ طاعت اسے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں پہنچا دے گی۔

(اعلام الحدیث: ج ۲ ص ۶۴۹)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: میرے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ بعینہ بروز قیامت جنت کا باغ ہوگی۔

امام ابوعمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم علیہم الرضوان اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کا فیض حاصل کرتے تھے اس لیے اس جگہ کو روضہ (باغیچہ) فرمایا گیا۔

(التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: رقم الحدیث ۲۵۴ ج ۱ ص ۵۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: امام ابن عبدالبر کے اس قول کی تائید اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ

جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو چر لیا کرو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغات کون سی چیزیں ہیں؟ ارشاد فرمایا: ذکر کے حلقے۔

(جامع الترمذی: رقم الحدیث ۳۵۱۰۔ مسند ابویعلی: رقم الحدیث ۳۴۳۲۔ شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث ۵۲۹)

مسجد نبوی شریف کے ان دروازوں اور راستوں کا ذکر جن کو بند کر دیا گیا:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا:

إِنَّ اللهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دے دیا چاہے تو وہ دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے کو پسند کرے، سو اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے کو پسند کر لیا ہے۔

(یہ سن کر) جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دل ہی دل میں کہا ان بزرگوں کو کیا ہوا ہے اس بات پر رو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا کو پسند کر لے چاہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے کو پسند کر لے اور اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے کو پسند کیا۔

شانِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حقیقت میں یہ اختیار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیا گیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا اَبَابَكْرٍ لَا تَبْكِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ۔

اے ابو بکر تم نہ روؤ، بے شک مجھے تمام لوگوں میں صحبت اور مال میں سب سے زیادہ جس کا فائدہ پہنچا ہے وہ ابو بکر ہیں اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔ سنو مسجد کی طرف کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے صدیق اکبر کے دروازہ کے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۴۶۵۴۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۲۳۸۲۔ صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۶۵۹۴)

اہل سیر کہتے ہیں: کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد نبوی شریف کی مغربی جانب تھا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے۔[1]

مسجد نبوی شریف میں خوشبو کی دھونی دینے کا بیان:

اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لکڑی کا ایک بہت بڑا برتن لے کر آئے۔

سو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس لکڑی سے مسجد شریف کو دھونی دے دو تاکہ سارے مسلمان اس سے محظوظ ہوں۔ پس آج تک یہ سنت چلی آ رہی ہے، ہر سال لکڑی کا ایک بہت بڑے برتن کی مانند سفط لایا جاتا اور پھر جمعرات اور جمعہ کے دن منبر شریف کے پاس اس سے مسجد کو دھونی دی جاتی ہے، بالخصوص جمعہ کے دن امام کے پیچھے سے دھونی دی جاتی ہے جب وہ خطبہ دینے کے لیے منبر پر بیٹھتے۔

علماء سیر نے کہا:

ایک دفعہ ملک شام سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس چاندی کا ایک عود سوز لایا گیا جس میں (غیر جاندار چیزوں کی) تصویریں بنی ہوئی تھیں، پھر اس سے مسجد شریف کو دھونی دی جاتی اور پھر اسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا جاتا۔

بعد ازاں جب ابراہیم بن یحییٰ بن محمد مدینہ طیبہ کے بطور والی بن کر آئے تو انہوں نے اس عود سوز میں ردو بدل کر کے اسے ڈھال کر (کیونکہ وہ چاندی کا تھا) سادہ بنا دیا۔

(مجمع الزوائد: ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور یہ آج (مصنف علیہ الرحمہ کے دور میں) تک موجود ہے اور اس پر نقش و نگار بنی ہوئی ہے۔

مسجد نبوی شریف میں تخلیق (خوشبو لگانے) کا بیان:

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے مسجد میں تھوک دیا۔ پھر اس پر نہایت غمزدہ ہوئے، آپ سے آپ کی بیوی صاحبہ نے پوچھا۔ کیا وجہ ہے آپ غمگین اور پریشان نظر آ رہے ہیں؟ فرمایا کوئی ایسی بات نہیں لیکن میں نے دوران نماز قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا پھر میں نے اس دیوار کو دھو کر اس پر خوشبو بھی لگائی۔

سو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مسجد کی قبلہ سمت دیوار پر خوشبو لگائی۔

(اخبار المدینہ لعمر بن شبہ: ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سب سے پہلے جس شخص نے مسجد کی دیواروں پر خوشبو لگائی وہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر جب موسیٰ اور ہارون کی والدہ "خیزران" نے ۱۷۰ھ میں حج کیا تو اس نے حکم دیا کہ مسجد نبوی شریف کی ساری دیواروں کو خوشبو مل دی جائے، سو اس کی باندی اور خزانچی مونسہ نامی عورت نے مسجد نبوی شریف کی ساری دیواروں پر خوشبو لگا دی حتیٰ کہ حجرہ مبارکہ کی بھی ساری دیواروں کو خوشبو لگا دی گئی۔

لہسن کھا کر مسجد نبوی شریف میں داخل ہونے کی ممانعت کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا

جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہماری مسجد سے دور رہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۸۵۵۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۵۶۴۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۳ ص ۷۶)

ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں:

فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا

وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۸۵۶۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث ۵۶۲)

مسجد نبوی شریف میں آواز بلند کرنے کی ممانعت کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مسجد نبوی شریف میں سویا ہوا تھا، پس مجھے ایک شخص نے کنکر مارا، میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے مجھے فرمایا جاؤ ان دو شخصوں کو میرے پاس بلا کر لاؤ، پس میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے ان دونوں سے پوچھا تم کون ہو؟ یا فرمایا تم کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا طائف سے۔

ارشاد فرمایا:

لَوْ کُنْتُمَا مِنْ اَھْلِ الْبِلَادِ لَاَوْجَعْتُکُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَکُمَا فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ ﷺ؟

اگر تم اس شہر (مدینہ طیبہ) کے ہوتے تو میں تمہیں ضرور دردناک سزا دیتا تم اللہ کے نبی ﷺ کی مسجد شریف میں آوازیں بلند کر رہے ہو؟

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۴۷۰)

مسجد نبوی شریف میں سونے کے جواز کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی شریف میں سوتے تھے حالانکہ وہ جوان تھے اور غیر شادی شدہ تھے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۰)

محمدیہ لائبریری

قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ:

نیز امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو گھر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔

سیدہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا۔

تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟

حضرت سیدہ پاک رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

میرے اور ان کے درمیان کچھ چپقلش ہوگئی سو وہ ناراض ہوکر گھر سے باہر چلے گئے اور انہوں نے گھر میں قیلولہ نہیں فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ دیکھو علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟

پھر آپ ﷺ (مسجد میں) آئے تو دیکھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے جسم مبارک کے ایک حصہ سے چادر ہٹی ہوئی ہے اور اس حصہ پر مٹی لگی ہوئی ہے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا:

قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ اے ابوتراب (مٹی والے) اٹھو۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث ۴۴۱۔صحیح مسلم :رقم الحدیث ۲۴۰۹۔صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۶۹۲۵۔المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث ۵۸۷۹)

مسجد نبوی شریف میں نماز جنازہ پڑھنے کا جواز:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: بخدا رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں سہیل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد نبوی شریف میں پڑھائی تھی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث ۹۹۔سنن ابو داود: رقم الحدیث ۳۱۸۹۔صحیح ابن حبان: رقم الحدیث ۳۰۶۵)

نیز امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الۡمَسۡجِدِ فَلَا شَیۡءَ عَلَیۡهِ

جس شخص نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

(سنن ابو داود: رقم الحدیث ۳۱۹۱۔سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷)

مسجد نبوی شریف کی کنکریوں کو مسجد نبوی شریف سے نکالنے کی ممانعت کا بیان:

امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الۡحَصَاةَ لَتُنَاشِدُ الَّذِیۡ یُخۡرِجُهَا مِنَ الۡمَسۡجِدِ

بے شک وہ کنکری جس کو کوئی شخص مسجد سے نکال دے وہ اس شخص کو قسم دیتی ہے اور واسطہ دیتی ہے (کہ مجھے مسجد سے مت نکالو)۔

(سنن ابو داود: رقم الحدیث ۴۶۰۔شرح السنۃ للبغوی: ج ۲ ص ۴۶۴)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاں اذان دیتے تھے ان جگہوں کا ذکر:

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنونجار کی ایک خاتون نے کہا کہ مسجد نبوی شریف کے اردگرد جتنے گھر تھے میرا گھر ان سب سے بلند تھا، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہر روز صبح اس پر چڑھ کر فجر کی اذان دیتے تھے۔ وہ سحری کے وقت آجاتے اور اس گھر پر بیٹھ جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے رہتے۔ سو جب وہ دیکھتے کہ بالیقین اب صبح طلوع ہو چکی ہے تو یہ کہتے:

اَللّٰهُمَّ اَحۡمَدُكَ وَاَسۡتَعِیۡنُكَ عَلٰی قُرَیۡشٍ اَنۡ یُّقِیۡمُوۡا دِیۡنَكَ

اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش کے مقابلہ میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔

وہ خاتون کہتی ہیں اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان شروع کر دیتے۔[1]

(سنن ابو داود: رقم الحدیث ۵۱۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱ ص ۴۲۵)

اور اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس اسطوانہ پر اذان دیتے تھے جو مسجد نبوی شریف کی قبلہ سمت واقع تھا اور لکڑیوں سے بنی ہوئی سیڑھی کے ذریعے اس پر چڑھتے تھے۔ اور یہ سیڑھی آج تک (مصنف علیہ الرحمہ کے دور تک) حضرت عبداللہ بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے) کے گھر میں موجود ہے۔ حضرت نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس مینار پر چڑھ کر اذان دیتے تھے جو مسجد کے ساتھ متصل حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے گھر پر واقع ہے۔

راوی نے کہا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ لکڑی کی سیڑھیوں کے ذریعہ اس پر چڑھتے تھے۔ اور یہ مینار مسجد شریف سے باہر واقع تھا۔ اور آج تک (حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دور تک) وہ مینار مسجد سے باہر ہی ہے۔

اہلِ صُفَّہ رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ اہلِ صفہ فقراء و غرباء تھے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۵۸۱۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۵۷)

نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

میں نے اہلِ صفہ میں ستر لوگ ایسے دیکھے ہیں جس میں سے کسی کے پاس (کامل طور پر جسم ڈھانکنے کے لیے) ایک چادر بھی نہیں تھی۔

کسی کے پاس یا تو صرف تہبند ہوتا اور کسی کے پاس صرف ایک چادر ہوتی جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھ کر لٹکا دیتے، اور یہ کپڑا یا تو کسی کی آدھی پنڈلیوں تک ہوتا، یا کسی کے ٹخنوں تک اور (اتنی مقدار سے مکمل ستر نہ چھپنے کی وجہ سے) وہ اس کپڑے کو ہاتھ سے پکڑ کر اکٹھا کئے رکھتے اس خدشہ سے کہ کہیں شرمگاہ نظر نہ آجائے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۲۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۸۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۲ ص ۲۴۱)

اے ابو ہریرہ! یہ دودھ کا پیالہ لو اور ستر اصحابِ صفہ کو پلا دو:

نیز امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

اس رب کی قسم جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، بے شک میں شدتِ بھوک کی وجہ سے زمین پر اپنے کلیجہ کو (یعنی پیٹ

کو) چمٹا تا تھا، نیز میں اپنے پیٹ پر شدت بھوک کی وجہ سے پتھر بھی باندھتا تھا، ایک دن میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جس راستہ پر لوگوں کی آمدورفت ہوتی تھی، پس اسی دوران جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں سے گذرے میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھا اور میں نے یہ اس وجہ سے پوچھا تھا تا کہ وہ مجھے کچھ کھانے کو دے دیں، لیکن وہ گذر کر چلے گئے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ کے بارے میں سوال کیا اور اس سوال کے پوچھنے کی وجہ بھی یہی تھی تا کہ وہ مجھے کچھ کھانا کھلادیں، سو وہ بھی گذر گئے۔ پھر میرے پاس سے حضرت ابوالقاسم (جناب رسول اللہ ﷺ) گذرے تو جیسے ہی مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا، اور جو کچھ میرے دل میں تھا۔ میرے چہرے پر (بھوک کے) آثار سے آپ ﷺ نے سب کچھ پہچان لیا۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے ابوہریرہ! میں نے عرض کی: "لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ"

ارشاد فرمایا: آجاؤ میرے ساتھ۔ سو آپ ﷺ چلتے جا رہے تھے اور میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، آپ ﷺ اندر (گھر مبارک میں) گئے اور میرے لیے اجازت طلب کی، سو مجھے اجازت مل گئی اور اندر مجھے ایک پیالہ دودھ کا ملا آپ ﷺ نے اہل خانہ سے پوچھا:

مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ

یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: فلاں مرد یا فلاں عورت کی طرف سے آپ کے لئے ہدیہ آیا ہے۔

پھر فرمایا:

اے ابوہریرہ! میں نے عرض کی: "لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ"

ارشاد فرمایا: اِلْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَيَّ

جاؤ اہلِ صفہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہلِ صفہ اسلام کے مہمان تھے جن کے نہ اہل تھے، نہ ان کے پاس مال تھا، اور نہ ان کا کسی سے کوئی رشتہ تھا، جب کبھی رسول اللہ ﷺ کے پاس کہیں سے صدقہ آجاتا تو آپ ﷺ ان کی طرف بھجوا

دیتے۔اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ لیتے ، لیکن جب کوئی ہدیہ آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ کچھ ان کی طرف بھجوا دیتے اور کچھ اپنے پاس رکھ لیتے اور پھر اپنے حصہ میں بھی انہیں شریک فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(جب حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اہلِ صفہ کو بلا کر لاؤ) تو یہ چیز میرے دل پر ناگوار گذری اور میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ مختصر سا دودھ سب اہل صفہ کو کیسے پورا ہوگا؟ اور مجھے یہ امید تھی کہ یہ دودھ مجھے ملے گا اور میں اس دودھ کو پیوں گا شاید میرے بدن میں کچھ قوت آجائے گی۔

سو اہلِ صفہ حاضر خدمت ہو گئے اور آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان سب کو دودھ پلاؤں اور (میرے دل میں خیال تھا کہ) مجھے تو کچھ بھی دودھ ملنے والا نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

پس میں اہلِ صفہ کے پاس جا کر انہیں بلا لایا، وہ آئے اور اجازت مانگی اور انہیں اجازت بھی مل گئی اور سب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ!

میں نے عرض کی: لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ

ارشاد فرمایا: خُذْ فَاَعْطِهِمْ یہ دودھ کا پیالہ لے لو اور ان سب کو دو۔

میں نے وہ پیالہ لے لیا اور ہر ایک کو باری باری دیتا گیا، ہر شخص پیتا حتیٰ کہ خوب سیر ہو جاتا، یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا جبکہ سارے اصحاب صفہ نے سیر ہو کر دودھ پی لیا تھا۔ آپ ﷺ نے وہ دودھ کا پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگے اور فرمایا:

اے ابوہریرہ! میں نے عرض کی "لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ"

ارشاد فرمایا: بَقِیْتُ اَنَا وَاَنْتَ۔ سب نے دودھ پی لیا ہے اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔

میں نے عرض کی: آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

أُقْعُدْ فَاشْرَبْ اب تم بیٹھ جاؤ اور یہ پیو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور پیو۔

میں نے اور دودھ پی لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل مجھے فرماتے گئے اور پیو، اور پیو۔

حتیٰ کہ میں نے عرض کی:

اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب تھوڑی سی بھی گنجائش نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَأَرِنِي ادھر لاؤ مجھے دکھاؤ۔

پس میں نے وہ پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور وہ بقیہ دودھ نوش فرما لیا۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۴۵۲۔جامع الترمذی، رقم الحدیث ۲۴۷۷۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۵۳۵)

انصار صحابہ کی جان نثاری:

اہلِ سیر نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد شریف میں چند مہمانوں کو دیکھا تو کہا: کاش ان مہمانوں کو انصار صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا۔ اور عرض کی (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ہر باغ والے اپنے باغ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آئیں گے تاکہ جو مہمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مہمان نوازی کر سکیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پس جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے کھجور کے باغات تیار ہو گئے یعنی پک گئے تو وہ ایک خوشہ توڑ کر لائے اور اسے مسجد شریف میں دو ستونوں کے درمیان لٹکا دیا۔ یہ دیکھ کر دیگر لوگ بھی اسی طرح کرنے لگ گئے۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس پر کھڑے ہوتے اور دو ستونوں کے درمیان رسی کو لٹکا دیتے اور بیک وقت کبھی بیس (۲۰) اور کبھی اس سے بھی زیادہ خوشے لٹکا دیتے، پھر اپنے عصا کو ان خوشوں پر مارتے اور کھجوریں نیچے گرتیں اور اصحاب صفہ علیہم الرضوان خوب سیر ہو کر کھاتے۔

(تفصیل کیلئے دیکھیے: حلیة الاولیاء، ج ۱ ص ۳۳۷)

قبلہ کی دائیں سمت والے ستون میں موجود لکڑی مبارک کا ذکر:

اہلِ سیر حضرت مصعب بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اس لکڑی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام گاہ میں تھی، سو ہمیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اس کے حوالہ سے ہمیں بتا سکے حتیٰ کہ مجھے محمد بن مسلم بن سائب صاحب المقصورہ نے خبر دی کہ ان کے ساتھ ایک مرتبہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ انہوں نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس لکڑی کو کس لیے تیار کیا گیا تھا؟ میں نے عرض کی: نہیں

تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ مبارک رکھا کرتے تھے، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے:

اِسْتَوُوْا وَعَدِّلُوْا صُفُوْفَکُمْ

برابر برابر کھڑے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر رکھو۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو وہ لکڑی چوری ہو گئی،

سو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو خوب ڈھونڈا مگر وہ نہ مل سکی، حتیٰ کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو وہ لکڑی مل گئی۔ اور وہ لکڑی قباء میں ایک انصاری شخص کے پاس تھی اور یہ زمین میں دفن کر دی گئی تھی جس کی وجہ سے کافی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ پھر ایک اور لکڑی کاٹی گئی اسے چیر کر اس پہلے والی کو اس کے اندر داخل کر دیا گیا، پھر اسے (مسجد کی) دیوار میں نصب کر دیا گیا۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۱۶۸۔ سنن ابو داود، رقم الحدیث ۶۶۹۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲)

فائدہ: یہ وہی لکڑی ہے جسے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قبلہ کی سمت محفوظ کروایا تھا۔ اور یہ وہی لکڑی ہے جو آج تک (حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دور تک) محراب میں موجود ہے۔

شیخ مسلم بن خباب نے کہا:

یہ لکڑی عمدۃ ترین جھاؤ کے درخت کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعتکاف گاہ کا ذکرِ خیر:

اہلِ سیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اعتکاف کے لیے بیٹھتے تو ''اسطوانہ توبہ'' کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک تخت پر بستر بچھایا جاتا تھا۔

(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۷۷۴۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي، ج۵ ص۲۴۷)

اسطوانہ توبہ کا ذکرِ خیر:

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہماری طرف بنو عمرو بن عوف کے بھائی ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجیں، یہ اوس کے حلیف تھے، تاکہ ہم اپنے معاملات کے سلسلہ میں ان سے مشاورت کریں۔

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ان کی طرف بھیج دیا۔

پس جب لوگوں نے ان کو دیکھا تو ان کے استقبال کے لیے مرد حضرات آگے آگے پہنچے، اور عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کر دیا، سو یہ منظر دیکھ کر حضرت ابولبابہ کا دل نرم ہو گیا۔

پھر ان یہودیوں نے آپ سے پوچھا:

بتائیے! آپ کا کیا خیال ہے ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر سر تسلیم خم کر لیں؟

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حلق (گلے) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جی ہاں! مطلب یہ تھا کہ تمہارے قتل کا وقت آ گیا ہے۔

حضرت ابولبابہ نے کہا:

اللہ کی قسم! میرے قدم ابھی وہاں سے ہٹے نہیں تھے حتیٰ کہ مجھے علم ہو گیا کہ میں نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

خیانت کی ہے۔

پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اس جگہ سے فوری طور پر واپس لوٹے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے بلکہ اپنے آپ کو مسجد شریف کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ اور کہا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا میں اپنے آپ کو اس جگہ باندھے رکھوں گا، نیز اللہ تعالیٰ سے یہ بھی عہد کیا کہ میں اب بنو قریظہ کے پاس کبھی نہیں جاؤں گا۔

اب میں اس جگہ کو ہرگز نہیں دیکھوں گا، اور نہ مجھے اس جگہ اللہ تعالیٰ دیکھے گا جس جگہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے۔

پس جب ان کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَا لَوْ جَآءَنِیْ لَاسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَہٗ فَاَمَّا اِذَا فَعَلَ مَا فَعَلَ فَمَا اَنَا بِالَّذِیْ اُطْلِقُہٗ مِنْ مَّکَانِہٖ حَتّٰی یَتُوْبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ

سنو! اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کرتا لیکن اب جب کہ انہوں نے وہ کیا جو انہوں نے کیا (یعنی خود بخود فیصلہ کرلیا) تو اب میں بھی ان کو اس ستون سے نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کی توبہ کو قبول فرمالے۔

جب رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ان کی توبہ قبول ہونے کی آیات نازل فرمائیں۔

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کو ہنستے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا ہنستا مکھ رکھے آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟

ارشاد فرمایا:

تِیْبَ عَلٰی اَبِیْ لُبَابَۃَ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔

اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا میں انہیں اس چیز کی بشارت سنادوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضرور سنادو۔

سو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر فرمانے لگیں:

يَا اَبَالُبَابَةَ اَبْشِرْ فَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَيْكَ اے ابولبابہ! تمہیں بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔

تنبیہ: یہ اس وقت کی بات ہے کہ ابھی تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

اس لیے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرہ شریفہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کی توبہ قبول ہونے کی نوید سنائی۔

یہ نوید سن کر لوگ ان کو ستون سے کھولنے کے لئے دوڑ پڑے، حضرت ابولبابہ نے کہا نہیں، اللہ کی قسم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اور جب ان کے پاس سے گذرے تو انہیں ستون سے کھول دیا۔

اور وہ آیت مبارکہ یہ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت کرو۔ (سورۃ الانفال ۲۷)

(السيرة النبوية لابن هشام، ج ٣ ص ١٨٦۔ دلائل النبوة للبيهقي، ج ۴ ص ١۵)

حضرت ابراہیم بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وہ ستون جس کے ساتھ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو باندھا تھا یہ وہی ستون ہے جس کے ساتھ حضرت ثمامہ بن اثال الحنفی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو باندھا تھا۔

حضرت خالد بن انس، عبداللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو بھاری بھرکم زنجیروں سے دس راتوں سے زیادہ باندھے رکھا حتیٰ کہ ان کی قوت سماعت بھی ختم ہوگئی تھی، سو وہ سن نہیں سکتے تھے اور قریب تھا کہ ان کی بینائی بھی ختم ہو جاتی۔

جب نماز کا وقت آتا تو ان کو ان کی بیٹی ستون سے کھول دیتی اور اسی طرح جب وہ قضاء حاجت کا ارادہ فرماتے تو فراغت تک ان کو ان کی بیٹی ستون سے کھول دیتی، پھر وہ آپ کو لے کر آتی اور اسی ستون سے باندھ دیتی۔

جس چیز سے آپ بندھے ہوئے تھے یہ ایک کھجور کے درخت کا شہتیر تھا جو اس جگہ پر واقع تھا جسے آج کل "اسطوانہ توبہ"

کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر نفل نماز ''اسطوانہ توبہ'' کے پاس ادا فرماتے تھے۔

(مصنف امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

میں کہتا ہوں: یہ دوسرا اسطوانہ جہاں آپ ﷺ نوافل ادا فرماتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے حجرہ مبارکہ کی دائیں جانب پہلی صف میں واقع ہے۔

یعنی اگر امام ریاض الجنۃ شریف کے محراب میں کھڑا ہوا تو یہ اس کے پیچھے ہے۔

اور یہ نہایت مشہور ومعروف ہے۔

اسطوانہ نبی ﷺ کا بیان:

حضرت زبیر بن حبیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اسطوانہ توبہ کے بعد جو ریاض الجنہ شریف تک اسطوانہ ہے یہ اسطوانہ منبر اور قبر شریف سے تیسرے نمبر پر واقع ہے۔

اسی طرح مسجد کے صحن اور قبلہ سمت سے بھی تیسرے نمبر پر واقع ہے۔اور یہ اسطوانہ ریاض الجنہ شریف کے وسط میں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے دس (ماہ) سے زیادہ عرصہ تک اس کی سمت نماز پڑھائی۔ بعدازاں اس جگہ نماز کی امامت فرمانے لگے جہاں آج کل محراب شریف واقع ہے اور یہ اسطوانہ آپ ﷺ کی پشت مبارک کی جانب آگیا۔

وصالِ نبوی ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔

مہاجرین قریش اس کے پاس آ کر جمع ہو جاتے تھے اور اسے ''مجلس المہاجرین'' کہا جانے لگا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں:

لَوْ عَرَفَهَا النَّاسُ لَاضْطَرَبُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ عِنْدَهَا بِالسُّهْمَانِ

اگر لوگوں کو اس جگہ کی عظمت وشان کا پتہ چل جائے تو وہ اس جگہ کے پاس نماز پڑھنے کے لیے قرعہ اندازی کریں۔

لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا سے پوچھا وہ کون سی جگہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا اس کا ذکر کرنے سے انکار فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کان لگا کر چپکے چپکے سے دریافت کیا تو

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چپکے سے انہیں کچھ بتا دیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس اسطوانہ کے پاس نماز پڑھنے لگے جس کو آج کل "اسطوانہ عائشہ" کہا جاتا ہے۔

روای نے کہا: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتلا دیا تھا کہ یہی وہ اسطوانہ ہے، اسی لیے بعد میں اسے "اسطوانہ عائشہ" کہا جانے لگا۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَخْبَرَنِیْ بَعْضُ اَصْحَابِنَا عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ رَأَیْتُ عِنْدَ تِلْكَ الْاُسْطُوَانَةِ مَوْضِعَ جَبْهَةِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ رَأَیْتُ دُوْنَهٗ مَوْضِعَ جَبْهَةِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ رَأَیْتُ دُوْنَ مَوْضِعِ جَبْهَةِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَوْضِعَ جَبْهَةِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَ یُقَالُ اِنَّ الدُّعَآءَ عِنْدَهَا مُسْتَجَابٌ

مجھے بعض اصحاب نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اس اسطوانہ کے پاس رسول اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک کا نشان دیکھا ہے۔ پھر میں نے اس کے قریب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک کا نشان دیکھا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیشانی کے نشان کے قریب میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارک کا نشان دیکھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس ستون کے پاس دعا قبول ہوتی ہے۔[1]

اسطوانہ وفود کا ذکرِ خیر:

امام ابن ابی فدیک رحمہ اللہ نے متعدد مشائخ سے نقل کیا ہے کہ اسطوانہ وفود قبر انور سے تیسرے نمبر پر واقع ہے اور یہ صحن سے متصل ہے اور اسطوانہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ "جو اسطوانہ" توبہ کے پیچھے واقع ہے، اس کے قریب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوتے، خصوصاً اس وقت جب آپ ﷺ کے پاس کوئی وفد حاضر خدمت ہوتا۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اگر تم مقام جبریل والے اسطوانہ سے ستونوں کی گنتی کرو تو یہ ستون تیسرے نمبر پر واقع ہوگا۔

اسطوانہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر:

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ "اسطوانہ توبہ" کے پیچھے والا اسطوانہ یہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کا مصلی نماز ہے۔ (اس کو آج کل "اسطوانہ حرس" کہا جاتا ہے)

مسجد نبوی شریف میں موجود ستونوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت یزید بن ابو عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا:

كُنْتُ اٰتِيْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِيْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ قَالَ فَاِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا

میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ آتا پس وہ مصحف کے نزدیک والے اسطوانہ کے پاس نماز پڑھتے، میں نے عرض کیا اے ابو مسلم (یہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) میں آپ کو اس اسطوانہ کے پاس نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے دیکھتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اس اسطوانہ کے پاس اہتمام کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۰۲)

نیز امام بخاری رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

لَقَدْ اَدْرَكْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ

میں نے اکابر صحابہ کرام کو مغرب کے وقت ان ستونوں کے پاس (نماز کی ادائیگی کیلئے) ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۰۳)

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ فَعَلٰى هٰذَا جَمِيْعُ سَوَارِيْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْتَحَبُّ الصَّلَاةُ عِنْدَهَا لِاَنَّهَا لَا تَخْلُوْ مِنْ اَنَّ كِبَارَ الصَّحَابَةِ صَلَّوْا اِلَيْهَا

میں کہتا ہوں: اس بناء پر مسجد نبوی شریف کے تمام ستونوں کے پاس نماز پڑھنا مستحب ہے کیونکہ لازمی طور پر کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کے پاس نماز پڑھی ہے۔

مسجد نبوی شریف میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی توسیع کا بیان:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کی شام والی جانب (شمالی سمت) میں توسیع فرمائی تھی۔

پھر فرمایا: اگر ہم مقبرہ تک بھی اس میں توسیع کر دیں تب بھی یہ مسجدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہے گی۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: کہ مسجد نبوی شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ بھی اضافہ نہ فرمایا، جبکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع فرمائی اور توسیع والا کام بھی اسی طرح کروایا جس طرح پہلے تھا یعنی کچی اینٹیں اور کھجور کی چھال کا استعمال فرمایا اور ستون بھی لکڑی کے نصب کروائے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۶۔ سنن ابو دائود، رقم الحدیث ۴۵۱۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۶۰۱)

علماء سیر نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

لَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنِّیْ اَزِیْدُ فِی الْمَسْجِدِ مَازِدْتُّ فِیْہِ

اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ "میں مسجد میں توسیع کروں گا" تو میں مسجد کی توسیع نہ کرواتا۔

(مسند بزار (کشف الاستار) رقم الحدیث ۴۰۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش مبارک تھی کہ مسجد نبوی کی توسیع ہو جائے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو القاسم الحذاء نے خبر دی، از ابو علی المقری، از ابو نعیم الاصبہانی، از ابو محمد خلدی، انہوں نے کہا ہمیں ابو یزید مخزومی

نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں کہا ہمیں محمد بن حسن بن زبالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے محمد بن عثمان بن ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، از مصعب بن ثابت، از مسلم بن خباب ان کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے مصلّٰی شریف کے پاس کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا:

لَوْ زِدْنَا فِیْ مَسْجِدِنَا کاش ہم اپنی مسجد میں اضافہ کریں۔

اور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ فرمایا۔

پس جب رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہو گیا اور (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کے بعد) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَوْ زِدْنَا فِی الْمَسْجِدِ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (تھا) کاش ہم مسجد میں توسیع کرلیں۔

اور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قبلہ کی سمت اشارہ فرمایا تھا۔

پس صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے مصلّٰی شریف والی جگہ پر بٹھا کر اس کا ہاتھ اوپر اٹھایا پھر نیچے کرایا۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب یہ اندازہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی طرح ہاتھ مبارک اٹھایا پھر نیچے فرمایا تھا تو اب انہیں معلوم ہو گیا کہ رسالت مآب ﷺ کے اشارے مبارک سے کتنی توسیع مراد تھی۔

سو قبلہ سمت اتنی توسیع کردی گئی۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس توسیع والے حصہ کی دیوار اس جگہ بنی جہاں مقصورہ شریف کی لکڑیاں تھیں۔

اہل سیر نے لکھا ہے کہ: منبر شریف اور اس دیوار کے درمیان جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تھی دونوں میں فاصلہ اتنا تھا جس سے بکری گذر سکتی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مقصورہ شریف سے کچھ جگہ لے کر اس حصہ کو وسیع کردیا۔ اور قبلہ کی دائیں سمت میں اضافہ فرمایا، اس وقت اس کا طول ایک سو چالیس (۱۴۰) ہاتھ ہو گیا اور اس کی چھت کھجور کی چھال کی تھی اور مسجد کی بالائی جانب سُترہ تعمیر کروایا جس کی پیمائش تین ہاتھ تھی۔

اور انسان کے قد کے برابر اس حصہ کی بنیادوں کو پتھروں سے تعمیر فرمایا۔

اور مسجد کے لیے چھ دروازے رکھے۔ دو دروازے قبلہ سمت کی دائیں جانب اور دو دروازے قبلہ سمت بائیں جانب رکھے۔ "باب عاتکہ" اور وہ دروازہ مبارک جس سے رسالت مآب ﷺ تشریف لاتے تھے ان دونوں میں کوئی تبدیلی نہ فرمائی، بلکہ اسی طرح ان کو باقی رکھا۔ اسی طرح مروان بن حکم کے گھر کے پاس سے ایک دروازہ رکھا۔ اور مسجد شریف کے پچھلے حصہ میں دو دروازے رکھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ بُنِيَ هٰذَا الْمَسْجِدُ إِلٰى صَنْعَآءَ كَانَ مَسْجِدِيْ

اگر میری اس مسجد کو صنعاء (ملک یمن کا مشہور شہر ہے اور اس کا دارالخلافہ ہے) تک بنا دیا جائے تب بھی یہ میری مسجد رہے گی۔

ایک اور صحابی سے مرفوعاً روایت ہے:

هٰذَا مَسْجِدِيْ وَمَا زِيْدَ فِيْهِ فَهُوَ مِنْهُ وَلَوْ بَلَغَ صَنْعَآءَ كَانَ مَسْجِدِيْ

یہ میری مسجد ہے اور جس قدر اس میں توسیع کر دی جائے وہ مسجد ہی کا حصہ ہوگا اور اگر یہ توسیع صنعاء تک پہنچ جائے تب بھی یہ میری ہی مسجد ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ظَهْرُ الْمَسْجِدِ كَقَعْرِهٖ

مسجد کے بالائی حصہ کا حکم اس کے فرش کی طرح ہے۔

مسجد نبوی شریف کی توسیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کی شمولیت:

یاد رہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس توسیع میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وہ گھر بھی شامل کر دیا تھا جو انہوں نے مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔

اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو مسجد میں شامل کرنا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انکار کرنا اور پھر اس کی اجازت دینا:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوالزناد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کو منہدم کر کے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ گھر مجھے بیچ دو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہ جگہ بیچنے سے انکار فرما دیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی رضامندی اور اجازت کے بغیر اس گھر کو مسجد میں شامل کرنا چاہا اور فرمایا اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہے، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بات میں کسی کو حَکَم بنالیں، سو ان دونوں کے درمیان حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر کیا گیا۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں ایک حدیث مبارک سناتا ہوں جو اس سلسلہ میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ فرمایا، تو جس جگہ تعمیر شروع کرنی تھی وہ زمین کسی شخص کی ملکیت میں تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس شخص سے وہ زمین خرید لی، جب اس شخص نے وہ زمین بیچ دی تو کہنے لگا:

مَا اَخَذْتَ مِنِّیْ خَیْرٌ اَمْ مَا اَعْطَیْتَنِیْ

یہ جگہ جو تم نے مجھ سے خریدی ہے زیادہ بہتر ہے۔ یا یہ قیمت جو تم نے مجھے دی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کہ وہ جو میں نے تم سے خریدی ہے وہ بہتر ہے۔ وہ شخص کہنے لگا مجھے یہ فیصلہ نامنظور ہے، سو اس نے وہ بیع توڑ دی۔ پھر کسی تیسرے شخص نے وہ زمین اس شخص سے خریدی، اس نے اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: میں تم سے یہ زمین خریدتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھ سے کچھ پوچھو گے نہیں اور جتنی چاہو قیمت لے لو۔

سو وہ راضی ہو گیا اور اس نے بہت زیادہ قیمت مانگی جو بارہ قنطار سونے کے برابر تھی (قنطار ایک وزن ہے جس کی مقدار (

۱۱۲ رطل مصری ہے)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ قیمت نہایت زیادہ لگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ:

إِنْ كُنْتَ تُعْطِيهِ مِنْ رِّزْقِنَا فَأَعْطِهِ حَتّٰى يَرْضٰى وَإِنْ كُنْتَ تُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِكَ فَذٰلِكَ لَكَ

اگر تم اس شخص کو ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے قیمت ادا کر رہے ہو تو اس کو اتنی قیمت دے دو جس پر وہ راضی ہو جائے۔ اور اگر تم اپنے پاس سے اس کو قیمت ادا کر رہے ہو تو پھر تمہاری مرضی جیسے چاہو دے دو۔

(اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ بھی اگر چاہیں تو اپنی زمین مسجد کے لیے بیچ دیں اور چاہیں تو نہ بیچیں۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَمَّا إِذَا قَضَيْتَ فِيَّ فَقَدْ جَعَلْتُهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ

اور جب تم نے فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا ہے تو سنو بے شک میں نے یہ زمین مسلمانوں کے لئے وقف کر دی ہے۔

ایک اور روایت سے اس واقعہ کی تفصیل:

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ مسجد نبوی شریف کے ساتھ متصل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا:

یہ تم مجھ سے بیچ دو، انہوں نے کہا آپ سے نہیں بیچوں گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب پھر میں اس کو زبردستی لے لوں گا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نہیں لے سکتے۔ پھر دونوں بزرگوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر فرمایا۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی تھی کہ بیت المقدس کی تعمیر کرو۔ اور جس جگہ تعمیر ہونی تھی وہ ایک بوڑھی خاتون کی ملکیت میں تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ زمین اس سے لینا چاہی مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے زبردستی وہ زمین لے کر مسجد میں شامل کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرا گھر اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس میں ظلم نام کا شائبہ تک نہ ہو۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس خاتون سے زمین لینے کا ارادہ ترک

فرمادیا۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت عباس کا گھر لینے سے ارادہ ترک کر دیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب تم نے فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیا ہے تو سنو میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنا یہ گھر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ سو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مکان کو منہدم کر کے مسجد نبوی شریف میں شامل کر دیا۔

نیز وہ زمین جو حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اس وقت ہبہ کی تھی جب وہ حبشہ میں تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس زمین کے نصف حصہ کی ایک لاکھ درہم قیمت ادا کر کے اس کو بھی مسجد نبوی شریف میں شامل کر دیا۔

مسجد نبوی میں پانی کا چھڑکاؤ کرنے اور اس میں ریت ڈالنے کا بیان:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عفیفہ فارقانیہ نے اپنی کتاب میں خبر دی، از حسن بن احمد، از احمد بن عبداللہ، از جعفر بن محمد بن حسن، انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابو حازم نے خبر دی، از ضحاک بن عثمان، از ابوالعضر، از بسر بن سعید یا سلیمان بن یسار (حضرت ضحاک کو شک ہے) انہوں نے حدیث بیان کی کہ عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد صدیقی اور کچھ عہد فاروقی میں مسجد نبوی شریف میں پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔ لوگ مسجد میں تھوکتے یا ناک صاف کرتے۔ یہاں تک کہ حضرت ابن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کیا تمہارے قریب کوئی وادی نہیں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ضرور ہے۔ حضرت ابن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ کسی کو حکم دیں وہ وادی سے ریت لا کر مسجد میں ڈال دے۔ کیونکہ ریت تھوک اور رینٹھ کو اچھی طرح جذب کر لیتی ہے، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا حکم ارشاد فرمادیا۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں کنکریاں ڈلوائیں، لوگ جب سجدہ کر کے اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، وادی عقیق سے سنگریزے منگوا کر مسجد نبوی شریف میں ڈلوادیئے۔

دورِ عثمانی میں مسجد نبوی شریف کی توسیع کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں بہت زیادہ توسیع فرمائی، اس کی دیواروں کو نقش ونگار والے پتھروں سے تعمیر فرمایا، پھر قلعی کرائی اور مسجد کے ستون بھی منقش پتھروں سے بنوائے اور چھت میں ساج کی لکڑی استعمال فرمائی۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۴۶)

علماء سیر نے ذکر کیا ہے کہ ۲۴ھ کو جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو لوگوں نے آپ سے مسجد میں توسیع کی درخواست کی اور یہ شکایت بھی کی کہ جمعہ کے دن جگہ تنگ ہوجاتی ہے حتی کہ لوگ باہر میدان میں نماز ادا کرتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں کبار صحابہ کرام سے مشاورت کی، سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ اس مسجد کو منہدم کر کے ازسرِ نو تعمیر کیا جائے۔

پس آپ رضی اللہ عنہ نے ایک روز ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر بیٹھ کر اللہ تعالی کی حمد وثناء کی۔

پھر فرمایا:

اے لوگو! میں نے ارادہ کیا ہے کہ مسجد نبوی شریف کو منہدم کر کے ازسرِ نو تعمیر کروں اور ساتھ اضافہ بھی کروں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا بَنٰی اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

جس شخص نے مسجد بنائی اللہ تعالی جنت میں اس کے لئے گھر بنا دے گا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۵۰۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۳۳۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۶۰۹)

اور سنو! اس سلسلہ میں ہمارے پیش رو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے مسجد میں توسیع وتعمیر فرمائی تھی۔ (لہٰذا کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے)۔

اور میں نے کبار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد کے انہدام اور جدید توسیع وتعمیر کے سلسلہ میں مشاورت کرلی ہے۔ یہ سن کر سب لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اچھا کہا اور ساتھ دعائیں بھی دیں۔

پس صبح ہوتے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مزدوروں کو بلا کر کام کا آغاز فرمادیا اور خود بھی بنفس نفیس اس کام میں شرکت کرتے رہے۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت میں مشغول رہتے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلتے ہی نہ تھے۔ سو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے تو مسجد نبوی شریف کو منہدم کیا، پھر از سرنو تعمیر فرمائی، جس میں صاف چھنا ہوا چونا استعمال فرمایا۔ اس کام کا آغاز ماہ ربیع الاول شریف کے شروع میں ۲۹ھ میں ہوا اور ماہ محرم میں ۳۰ھ میں اس کے توسیعی کام سے فراغت ہوئی۔ یعنی دس ماہ کے قلیل عرصہ میں اس عظیم الشان منصوبہ کی تکمیل فرمائی۔

دورِ عثمانی میں مسجد نبوی شریف کی توسیع و تعمیر نو کا پس منظر:

اس توسیع میں قبلہ سمت اضافہ ہوا اس جگہ تک جہاں آج قبلہ کی سمت دیوار ہے۔ اور مغربی جانب مربعہ کے بعد ستونوں کی ایک قطار کا اضافہ ہوا، اور شامی سمت میں پچاس ہاتھ کا اضافہ ہوا، لیکن مشرقی سمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

اس تعمیر جدید میں منقش پتھر، چونا قلعی، کھجور کے تنے اور کھجور کی شاخیں استعمال کی گئیں، چونہ سفید رنگ کا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے ستونوں کو کھجور کے تنوں کی مقدار رکھا اور ان میں مشرق و مغرب والی جانب طاق چھوڑے گئے، امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو کچی اینٹوں سے بطور مقصورہ بنایا گیا اور اس میں اتنا سوراخ رکھا گیا کہ لوگ وہاں سے امام کو دیکھ سکیں اور یہ مقصورہ چھوٹا سا تھا اس کے اندر کھڑے ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، تاکہ اس طرح حملہ سے محفوظ ہو سکیں جس طرح کا حملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر کیا گیا۔ مسجد شریف کے ستونوں کو منقش پتھر لگائے گئے جن میں لوہے اور سیسہ کا استعمال کیا گیا اور چھت ساج کی لکڑی کی بنائی گئی۔

چھت کی لمبائی ایک سو ساٹھ ہاتھ جبکہ چوڑائی ایک سو پچاس ہاتھ رکھی گئی۔

اور مسجد کے دروازے اسی طرح رکھے گئے جس طرح وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔

باب عاتکہ: اس کے ساتھ متصل ایک اور دروازہ تھا، باب مروان، باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دو دروازے مسجد کے پچھلے حصہ میں کھلتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سفینہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ چونہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا جاتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت کھجور کے ستون سے مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے۔ نیز میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ مزدوروں کی نگرانی خود فرما رہے تھے، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز خود پڑھاتے تھے، بسا اوقات آرام بھی مسجد میں ہی فرماتے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم سے اس کا گھر خرید کر مسجد میں شامل فرمالیا۔ اور وہ مکان

کچھ تو آل نجار کی ملکیت میں تھا اور کچھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کا حصہ تھا، اس مکان کا ایک دروازہ مسجد کی جانب کھلتا تھا۔ یہ مکان آج (حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دور میں) بھی اپنی اصلی حالت پر باقی ہے اور اس میں امراء اور حکمران آ کر ٹھہرتے ہیں۔

مسجد نبوی شریف میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی توسیع کا ذکر:

اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ: جب ولید بن عبدالملک نے خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو مدینہ طیبہ کا والی و حاکم مقرر کیا تو انہیں مسجد نبوی شریف کی توسیع کا بھی حکم دیا، سو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کے اردگرد مشرقی، مغربی اور شامی (شمالی) جانب کی زمین خرید لی، جو شخص زمین بیچنے سے انکار کرتا تو اس کی عمارت کو منہدم کر کے اس کیلئے قیمت مقرر کر دیتے۔ پس جب معاملہ قبلہ کی سمت والا رہ گیا، (اس جانب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکانات تھے) تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم یہ زمین نہیں بیچنا چاہتے، یہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی زمین کا حصہ ہے اور خود رسول اللہ ﷺ اس جگہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا میں کسی صورت اس جگہ کو نہیں چھوڑوں گا ہر صورت میں اسے مسجد میں شامل کروں گا۔ پس جب ان دونوں بزرگوں کے درمیان گفتگو ذرا طویل ہو گئی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا کہ مسجد میں داخل ہونے کے لئے تمہارے گھر سے راستہ بنا دیتے ہیں اور اس راستہ کے عوض تمہیں "دار الرقیق" بھی دے دیتے ہیں اور اس راستہ کے علاوہ جو مکان بچ جائے گا وہ بھی تمہارا ہے، سو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس پر راضی ہو گئے۔

پس مسجد میں ان کے گھر والی جانب دروازہ رکھ دیا گیا اور یہ وہی حصہ ہے جو "دار حفصہ رضی اللہ عنہا" کی طرف کھلتا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حسب وعدہ انہیں "دار الرقیق" عطا فرما دیا۔ اور دیوار کو آگے بڑھا دیا گیا اس جگہ جہاں وہ آج (مصنف علیہ الرحمہ کے زمانہ میں) موجودہ حالت میں ہے۔ اور مشرقی جانب چہار طرفہ ستونوں سے لے کر مسجد شریف کی دیوار تک اضافہ کر دیا گیا۔ نیز قبہ اطہر کے مربع (چاروں کونے) سے لے کر صحن مسجد تک بطرف شمال دس ستونوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ اور مغربی جانب دو ستونوں کا اضافہ کیا گیا اور ان میں سرور عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حجرات طیبہ کو بھی شامل کر دیا گیا۔ اور اسی جانب میں موجود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے تین مکانات کو بھی شامل کر لیا گیا جن کو "قرائن" کہا جاتا تھا۔ انہیں مکانات کے بارے میں ابوقطیفہ بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط شاعر نے اپنے شعر میں کہا ہے:

أَلَا لَيْتَ شَعْرِيْ هَلْ تَغَيَّرَ بَعْدَنَا بَقِيْعُ
الْمُصَلّٰى أَمْ كَعُمُدِ الْقَرَائِنِ

اور ''دار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ'' کو بھی اس میں داخل کرلیا گیا۔

اور مغربی سمت کی توسیع میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مکان اور ابوسبرہ بن ابورہم کے مکان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مکان کے ساتھ ساتھ کچھ حصہ ''دار عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ'' کا بھی مسجد میں شامل کرلیا گیا۔ اور جتنا حصہ دار عباس رضی اللہ عنہ کا شامل کیا گیا اس کے لیے علامات یہ رکھی گئی کہ اس جگہ مسجد کی چھت کے ستونوں کو دوسرے ستونوں کی بنسبت ذرا اونچا رکھ دیا گیا۔

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے لئے دوسرے مسلم ممالک سے امداد:

علماء فرماتے ہیں:

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے بادشاہ روم کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہم اپنے نبی اعظم ﷺ کی مسجد شریف کی توسیع کرنا چاہتے ہیں تو آپ ''کچھ مزدور، مستری اور فسیفساء (فرش میں استعمال ہونے والے رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے پتھر) کے ذریعے ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں'' سو اس نے چالیس رومی اور چالیس قبطی مزدور و مستری بھیج دیئے اور اسکے علاوہ چالیس ہزار مثقال اور نہایت کافی تعداد میں فسیفساء بھیجنے کے ساتھ ساتھ زنجیروں کے ساتھ لٹکنے والی قندیلیں بھی عطیہ کردیں۔

پس حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کو شہید کروادیا اور اس چونہ کا خمیر تیار کرایا جو پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جوڑنے کے کام آتا۔ اور اعلیٰ قسم کا چھنا ہوا چونہ لگایا گیا اور دیواروں کی بنیادیں پتھروں کی اور خود دیواریں نقش ونگار والے پتھروں سے تعمیر کی گئیں۔ نیز ان میں چونہ کا استعمال بھی کیا گیا۔ اور مسجد شریف کے ستون ایسے پتھروں سے بنائے گئے جن کے اندرونی حصہ میں لوہا اور سیسہ بھرا گیا، ان کا طول دوسو ہاتھ اور چوڑائی اگلی جانب دوسو ہاتھ اور پچھلی جانب ایک سو اسی ہاتھ رکھی گئی، ان ستونوں پر اعلیٰ قسم کے چھوٹے چھوٹے پتھر اور سنگ مرمر کا استعمال کیا گیا۔ اور مسجد شریف کی چھت میں ساج کی لکڑی لگائی گئی اور اس پر سونے کی لپائی کی گئی۔

ازواج مطہرات علیہن الرضوان کے حجرات شریفہ کو گرا کر مسجد نبوی شریف کا حصہ بنایا گیا۔ اور مسجد کے حصہ ہی میں قبر انور کو بھی شامل کیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حجرات طیبہ اور مسجد شریف کی پہلے والی کچی اینٹوں کو مدینہ طیبہ

سے مقام حرہ کی طرف منتقل کروا کے وہاں اپنا گھر بنالیا۔

جن لوگوں نے پتھروں کے چھوٹے ٹکڑوں کے حوالہ سے کام کیا ان میں سے کچھ کہتے ہیں کہ ہم نے ان چھوٹے ٹکڑوں کو اسی نقشے سے بنایا جس نقشے سے ہم نے انہیں پایا۔ مثلاً ان سے باغات کے درخت اور محلات کے نقشے بنائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس شخص کو تیس درہم نقد عطا فرماتے جو چھوٹے پتھروں کو جوڑ جوڑ کر کوئی بڑا درخت تیار کرتا۔

علماء سیر فرماتے ہیں:

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مسجد نبوی شریف کی مشرقی سمت سے لے کر مغربی سمت تک چھ ستونوں کا اضافہ کرایا تھا، نیز شمالی جانب قبر اطہر تک چہار طرفہ چودہ ستونوں کا اضافہ کرایا، ان میں سے دس صحن کی جانب اور چار قدیم چھت مبارک کے نیچے تھے۔ اور مشرق کی جانب چہار طرفہ ستونوں کے علاوہ چار ستونوں کا اضافہ کرایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مبارک بھی مسجد میں شامل کر دیا گیا۔ تین ستون سائبان میں باقی رہے۔ اور مسجد شریف کے چار مینار بنائے گئے، ہر کونے میں ایک ایک منار موجود تھا ان میں سے چوتھا منار مروان کے گھر کی جانب تھا۔

پس جب سلیمان بن عبدالملک نے حج کیا (اس کے بعد مدینہ طیبہ آ کر اپنے گھر میں ٹھہرا) سو مؤذن (مینار پر چڑھ کر) اذان دیتے ہوئے مروان کے گھر کی طرف جھانکا تو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے حکم دے کر اس مینار کو منہدم کروا دیا۔

مؤرخین کہتے ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حکم دیا جس وقت مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی کہ ستونوں کے نیچے والے حصہ کو اس طرح بنایا جائے کہ دو نماز پڑھنے والے شخص اس طرف منہ کر کے بطور سترہ نماز ادا کر سکیں۔ اور اتنی مقدار میں بنایا جائے کہ دو آدمی ان کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ سکیں۔

مؤرخین کہتے ہیں:

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ قبلہ سمت والی دیوار کے بنانے کا عمل شروع کرنے لگے تو اہل مدینہ کے بزرگان دین جن میں قریش، انصار، موالی اور عرب شامل تھے، ان سب کو بلوایا اور فرمایا: آؤ قبلہ کا رخ تعمیر کرنے میں سب حاضر ہو جاؤ پھر بعد میں یہ نہ کہنا کہ عمر (بن عبدالعزیز) نے ہمارے قبلہ کو تبدیل کر دیا ہے۔

سو وہ انتہائی محتاط طریقے کے ساتھ ایک ایک پتھر اٹھا کر اور دوسرے کو اکھاڑ کر اس کی جگہ نصب کر دیتے۔

مؤرخین فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات تک مسجد نبوی شریف کے نہ تو شرفات (امام کے لئے بلند جگہ) تھے، اور نہ ہی محراب تھی۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شرفات (امام کے لئے بلند جگہ) اور محراب بنوائی۔

مؤرخین فرماتے ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قبلہ سمت مروان بن حکم کے گھر کے دروازہ سے متصل داخل ہونے والے کی دائیں جانب سے لے کر "باب علی رضی اللہ عنہ" تک دیوار پر قرآن مجید کی سورتوں کی کتابت کروائی اور اس کی کتاب حویطب بن عبدالعزیٰ کے آزاد کردہ غلام سعد نے کی۔

اور کتابت سورۃ الفاتحہ کی کی اور "سورۃ والشمس وضحاہا" سے لے کر آخر "قل اعوذ برب الناس" تک کی بھی کی گئی۔ مسجد کی چھت مبارک پر سیسہ سے پرنالے شریف بنائے گئے۔

اور اب (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں) ان میں سے صرف دو پرنالے باقی بچ گئے ہیں، ایک جنازہ رکھنے والی جگہ میں اور دوسرا اس دروازہ کے پاس جس سے بازار والے داخل ہوتے ہیں، اس دروازہ کو "باب عاتکہ" کہا جاتا ہے۔

اور مقصورہ شریف ساگوان کی لکڑی سے بنوایا گیا۔ نیز سیدہ طیبہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کو منہدم کر کے مسجد نبوی شریف میں شامل کر لیا گیا۔ اور یہ عمل ۹۱ھ میں معرض وجود میں آیا۔ لیکن اس کو منہدم تین سال پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد کے صحن میں قبلہ سمت چھوٹے چھوٹے پتھروں کے ٹکڑوں سے یہ عبارت نصب کروائی:

((بسم الله الرحمن الرحيم: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، محمد عبده ورسوله أرسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون، أمر عبد الله أمير المؤمنين الوليد بتقوى الله وطاعته، والعمل بكتاب الله عز وجل وسنة نبيه محمد صلى الله عليه وسلم، وبصلة الرحم، وتعظيم ما صغَّر الجبابرة من حق الله سبحانه، وتصغير ما عظموا من الباطل، وإحياء ما أماتوا من الحقوق، وإماتة ما أحيوا من العدوان والجور، وأن يطاع الله سبحانه ويعصى العباد فى طاعة الله، فالطاعة لله سبحانه ولأهل طاعته، لا طاعة لأحد فى معصية الله، يدعو إلى كتاب الله

سبحانه وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم، وإلى العدل فى أحكام المسلمين والقسم بالسوية فى فيئهم، ووضع الأخماس فى مواضعها التى أمر الله سبحانه بها لذوى القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل)).

(اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والے کے نام سے شروع۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، سیدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں رب ذوالجلال نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین متین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے اگر چہ مشرکین کو ناپسند ہو، اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین ولید بن عبدالملک نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت بجالانے اور کتاب اللہ پر عمل کرنے اور سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے اس حق کو عظیم سمجھنے جس کی متکبر اور سرکش لوگوں نے تحقیر کی ہے اور اس باطل کو سرنگوں کرنے جس کی تعظیم کی گئی اور جن حقوق کو پامال کیا ہے انہیں زندہ کرنے اور جس سرکشی اور ظلم وستم کو انہوں نے زندہ کیا ہے اسے مردہ کرنے کا حکم صادر کیا ہے۔

نیز یہ بھی حکم دیا ہے کہ اللہ سبحانہ کی اطاعت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مقابلے میں کسی کی بات کو نہ مانا جائے، پس اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور ان کی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہیں (یعنی حکمران) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مقابلہ میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے (اور حکمرانوں کی اطاعت کرو کیونکہ وہ) اللہ سبحانہ کی کتاب کی طرف اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف اور مسلمانوں کے احکام میں عدل وانصاف کی طرف بلاتے ہیں۔

نیز یہ بھی امیر المؤمنین نے حکم دیا ہے کہ مال غنیمت کو عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کیا جائے اور خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) کو انہی مصارف میں خرچ کیا جائے جن کا اللہ سبحانہ نے حکم دیا ہے یعنی قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کیا جائے۔اھ)

مؤرخین فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مسجد کی تعمیر سے فراغت کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک حج کرنے کے بعد جب مدینہ طیبہ آیا تو اس نے گھوم پھر کر مسجد کا مشاہدہ کیا۔ اور بخوب تعمیرات کا جائزہ لیا، جب اس نے مقصورہ کی چھت کو دیکھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کہا:

أَلَا عَمِلْتَ السَّقْفَ كُلَّهُ مِثْلَ هٰذَا

تم نے ساری چھت اس طرز پر کیوں نہیں بنائی ؟

تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اگر ساری چھت اسی طرز پر بنائی جاتی تو اخراجات بہت بڑھ جاتے۔کیا تمہیں پتہ ہے کہ قبلہ سمت والی دیوار اور دونوں چھتوں کے درمیان کتنے اخراجات ہوئے؟ خلیفہ نے کہا کتنے ہوئے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (۴۵۰۰۰) پینتالیس ہزار دینار۔اور کچھ مؤرخین نے کہا (۴۰۰۰۰) چالیس ہزار دینار۔یہ سن کر خلیفہ کہنے لگا اللہ کی قسم لگتا ہے تم نے سارا پیسہ اسی پر ہی صرف کر دیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس تعمیر پر (۴۰۰۰۰) چالیس ہزار مثقال لاگت آئی (واللہ ورسولہ اعلم)۔

حضرت ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کا خلیفہ وقت کو تعمیرِ مسجد کے حوالہ سے نہایت دلکش جواب:

مؤرخین کہتے ہیں:

اس دوران خلیفہ ولید کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت ابان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔جب ولید نے مسجد شریف کی طرف نظر کو گھمایا تو اس نے حضرت ابان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تمہاری تعمیرات سے ہماری تعمیرات بہت اچھی ہیں۔

حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا:

إِنَّا بَنَيْنَاهُ بِنَاءَ الْمَسَاجِدِ وَبَنَيْتُمُوهُ بِنَاءَ الْكَنَائِسِ

ہماری تعمیرات اس طرح ہیں جس طرح مساجد کی تعمیرات ہونی چاہئیں اور آپ کی تعمیرات کنائس (گرجا گھروں) کی تعمیرات کے مشابہ ہیں۔

مسجد نبوی میں کام کرنے والوں میں سے ایک بدبخت نے (معاذ اللہ) قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پیشاب کرنے کا ارادہ کیا فوراً زمین پر گرا اور اس کا دماغ پھٹ گیا:

مؤرخین لکھتے ہیں: اسی دوران عملہ مسجد شریف کے کام میں مصروف تھا کہ ایک بدبخت (غیر مسلم) شخص کہنے لگا: میں (معاذ اللہ) ضرور ان مسلمانوں کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر شریف پر پیشاب کروں گا، اور وہ اس کام کے لیے آمادہ ہو گیا، اس کے دوستوں نے اسے بہتیرا منع کیا مگر وہ باز نہ آیا، سو جب اس نے ایسی مذموم حرکت کا ارادہ کرنا چاہا تو اچانک سر کے بل زمین

پر جا گرا اور انتہائی برے طریقہ سے گرا کہ گردن اکھڑ گئی اور دماغ پھٹ گیا، اس کا یہ حال دیکھ کر وہاں کے کچھ عیسائی بھی مسلمان ہو گئے۔

ایک کاری گر نے مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے دوران مسجد کے صحن میں خنزیر کی تصویر بنا دی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اسے قتل کروا دیا:

ان کاریگروں میں سے ایک نے قبلہ سمت والی دیوار کے پانچ طاقوں کے اوپر کے حصہ پر نقش ونگار کیا اور مسجد شریف کے صحن میں خنزیر کی تصویر بنا دی، پس جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں علم ہوا آپ نے اس کے بارے میں قتل کا حکم صادر فرمایا، پھر اسے قتل کر دیا گیا (اور تصویر کو مٹا دیا گیا)۔

مؤرخین فرماتے ہیں:

قبطی مسجد شریف کے اگلے حصہ میں کام کرتے تھے، جبکہ رومی مسجد کی چھت شریف سے نکلی ہوئی بالکونیوں پر اور اس کے پچھلے حصہ میں کام کرتے تھے۔

اہلِ سیر فرماتے ہیں:

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مسجد شریف کی تعمیر وتزیین سے فارغ ہوئے تو مسجد کے ہر دروازے پر زنجیر ڈلوادی جو چوپایوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکتی تھیں۔

پہلے ایک دروازہ پر زنجیر ڈلوائی اور وہ دروازہ "باب مروان" تھا، پھر باقی دروازوں میں بھی زنجیریں ڈلوا دیں۔

میں کہتا ہوں: (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز) یہ زنجیریں آج بھی باقی ہیں، چوکیدار یہاں کھڑے ہوتے ہیں جو لوگوں کو اس جگہ نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے ہیں تا کہ وہ (دروازوں کے پاس نماز پڑھنے کی) عادت نہ بنا لیں۔

اور اس دروازہ (باب مروان) میں ہمیشہ جنازے رکھے جاتے رہے اور آج تک (حضرت مؤلف علیہ الرحمہ کے دور تک) رکھے جاتے ہیں، سوائے علویین (دور فاطمی کے حکمران) کے اور ان کے علاوہ دیگر امراء کے (کہ ان کے جنازے نماز کے لئے اسی دروازہ میں رکھے جاتے ہیں)۔

اور باقی عام جنازوں کی نماز مسجد شریف کی مشرقی دیوار کے پیچھے پڑھی جاتی ہے، اس میں امام اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف اس کی دائیں جانب ہوتی ہے۔

مسجد نبوی شریف میں خلیفہ مہدی کی توسیع کا ذکر:

علماء سیر فرماتے ہیں:

ابوجعفر منصور کے خلیفہ منتخب ہونے تک مسجد نبوی شریف خلیفہ ولید بن عبدالملک کی توسیع کرائی ہوئی حالت پر رہی، حتیٰ کہ ابوجعفر منصور نے اس کی توسیع کے سلسلہ میں مشورہ کیا اور حسن بن زید نے ابوجعفر کی طرف خط لکھا اور اس میں جنازے رکھنے کی جگہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

اگر مشرقی جانب سے مسجد میں توسیع کی جائے تو اس میں یہ بات نہایت قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف وسط میں آجائیگی۔ ابوجعفر نے ان کی طرف واپس خط لکھا جس میں یہ تحریر تھی مجھے تمہارے ارادے کا اچھی طرح پتہ ہے لہٰذا تم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کے ذکر سے باز رہو۔

علماء سیر لکھتے ہیں:

اسی دوران ابوجعفر کی وفات ہوگئی لیکن اس نے مسجد نبوی شریف میں کچھ بھی اضافہ نہ کیا۔ بعد ازاں ۱۶۱ھ میں مہدی بن ابوجعفر نے حج کیا تو وہ حج سے واپسی پر مدینہ طیبہ آئے۔

اور ۱۶۱ھ میں جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ کا والی مقرر کیا۔ اور خلیفہ مہدی نے انہیں مسجد نبوی شریف میں توسیع کا بھی حکم دے دیا اور خلیفہ نے تزیین و تعمیر کی ذمہ داری جعفر بن سلیمان اور عبداللہ بن عاصم بن عمر بن عبدالعزیز بن مروان اور عبدالملک بن شبیب غسانی شامی کے سپرد کردی۔

سو شامی دیوار کی سمت سے لے کر آخر تک مسجد شریف میں توسیع کی گئی اور یہ توسیع ایک سو ہاتھ تھی اور اس نے مسجد شریف کی مشرقی اور مغربی اور قبلہ سمت میں کوئی توسیع نہیں کی۔

پھر اس نے مقصورہ شریف کو زمین کے برابر کر دیا، جس طرح کہ وہ آج بھی (حضرت مؤلف رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں) اسی حالت پر ہے، لیکن مہدی کی توسیع سے پہلے مقصورہ شریف دو ہاتھ زمین سے اونچا تھا۔

نیز آلِ عمر رضی اللہ عنہ کے خوخہ کو جو "دار حفصہ رضی اللہ عنہا" کی طرف کھلتا تھا بند کر دیا گیا، حتیٰ کہ اس میں شدید چہ میگوئیاں ہوئیں۔ پھر ان سے اس بات پر صلح ہوگئی کہ مقصورہ شریف کو زمین کے ساتھ برابر کیا جائے گا اور اس خوخہ کے لیے مسجد کے اندر

تین سیڑھیاں بنائی جائیں گی اور خوخہ کو کھودا جائے گا حتیٰ کہ وہ مقصورہ کی زمین کے نیچے ہو جائے گا اور اس پر قبلہ کی جانب دیوار میں کھڑکی کھول دی جائے گی۔

تو یوں معاملہ حل ہوا۔ اور آج بھی (حضرت مؤلف قدس سرۂ العزیز کے زمانہ میں) یہ سب چیزیں اسی حالت پر ہیں۔

خلیفہ مہدی نے تعمیر وتوسیع مسجد سے پہلے حکم دیا تھا کہ مسجد کے اردگرد والے مکانات کی پیمائش کر کے وہ مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لئے جائیں۔ اس توسیع میں جو مکانات خرید کر شامل کئے گئے ان میں سے ایک ''دار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ'' بھی تھا جس کو ''دار ملیکہ'' کہا جاتا تھا۔ اور ''دار شرحبیل بن حسنہ'' بھی تھا۔ اور کچھ حصہ ''دار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ'' بھی تھا جسے ''دار القراء'' کہا جاتا تھا، نیز اسی توسیع میں ''دار مسور بن مخرمہ زہری'' کو بھی شامل کر لیا گیا۔

یاد رہے یہ توسیع ۱۶۵ھ کو مکمل ہوئی۔

علماء سیر کہتے ہیں:

جو کتبہ مسجد شریف کے صحن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا اس کے بعد خلیفہ مہدی نے یہ عبارت لکھوائی:

((أمر عبد الله المهدی أمیر المؤمنین، أکرمه الله وأعز نصره، بالزیادة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم، وإحکام عمله ابتغاء وجه الله عز وجل والدار الآخرة، أحسن الله ثوابه بأحسن الثواب والتوسعة لمن صلی فیه من أهله وأبنائه من جمیع المسلمین، فأعظم الله أجر أمیر المؤمنین فیما نوی من حسنته فی ذلك وأحسن ثوابه،

بسم الله الرحمن الرحیم، ثم کتب ((أم القرآن)) کلها، ثم کتب علی أثرها {إنما یعمر مساجد الله}، ثم کتب: وکان مبتدأ ما أمر به عبد الله المهدی محمد أمیر المؤمنین أکرمه الله من الزیادة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سنة اثنتین وستین ومائة، وفرغ منه سنة خمس وستین ومائة، فأمیر المؤمنین أصلحه الله یحمد الله علی ما أذن له واختصه به من عمارة مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم وتوسعته حمداً کثیراً، والحمد لله رب العالمین علی کل حال)).

(امیر المؤمنین مہدی ''اللہ تعالیٰ اس کو عزت وغلبہ سے نوازے'' نے صرف اور صرف رضاء الٰہی اور دار آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مسجد رسول اللہ ﷺ کی توسیع کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین ثواب عطا فرمائے اور توسیع کی غرض یہ ہے کہ اہل مدینہ اور تمام مسلمان اس مسجد شریف میں بآسانی نماز پڑھ سکیں۔ پس اللہ عزوجل امیر المؤمنین کو اس اچھی نیت پر عظیم اجر عطا فرمائے اور انہیں اس نیکی کا بہترین ثواب عطا فرمائے۔

پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھر مکمل سورۃ فاتحہ لکھوائی اور اسکے بعد یہ آیت مبارکہ ''انما یعمر مساجد اللہ، الخ لکھوائی پھر یہ لکھا:

مسجد نبوی شریف میں توسیع کام کا حکم امیر المؤمنین مہدی محمد اکرمہ اللہ نے ۱۶۲ھ میں دیا اور اس کام سے فراغت ۱۶۵ھ میں ہوئی۔

پس امیر المؤمنین کی اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے اس پر کہ اس نے امیر المؤمنین کو تعمیر مسجد رسول ﷺ کی اجازت اور توفیق بخشی اور اس عظیم کام کے لئے اس کا انتخاب فرمایا۔ اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔)

مؤرخین لکھتے ہیں:

مسجد شریف کی مغربی جانب والی دونوں دیواروں کے نقب (دو دیواروں کے درمیان نا قابل گذر تنگ راستہ) کی چوڑائی تھوڑی رکھی گئی۔ اور مشرقی دیواروں کے نقب کی چوڑائی دو ہاتھ اور چار انگلی رکھی گئی۔

مشرقی جانب میں زیادہ جگہ رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس جانب سیلاب اور بارش کا پانی بہتا تھا۔ اور مسجد شریف کے صحن مبارک میں بارش کے پانی کی نکاسی کے لئے چونسٹھ (۶۴) نالیاں بنائی گئیں، ان کے اوپر پتھروں کی اینٹیں تھیں، ان میں احسن طریقے سے سوراخ کیئے گئے تھے جن سوراخوں سے بارش کا پانی نالی میں داخل ہو کر نکل جاتا۔

مؤرخین فرماتے ہیں:

ابوالبختری وہب بن وہب، خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے مدینہ منورہ کا والی تھا، سو اس نے ۱۹۳ھ میں مسجد شریف کی چھت کھلوائی تو اس نے چھت میں ستر (۷۰) لکڑیاں ٹوٹی ہوئی پائیں، پھر ان کی جگہ دوسری صحیح لکڑیاں لگائی گئیں۔

اسی دوران جب بارش ہوئی تو بارش کا پانی مسجد شریف کی قبلہ سمت آکر جمع ہو جاتا۔ سو اس نے (ابوالبختری نے) سمتِ قبلہ دیوار اور صحن کے درمیان مربع دیوار کھڑی کردی اور یہ دیوار مسجد شریف کی مغربی جانب سے مشرقی کنارے یعنی قبر شریف کے مقابل کنارے تک ملی ہوئی تھی۔

اب قبلہ سمت جو کنکر تھے وہ آڑ بن گئے جس کی وجہ سے پانی صحن مسجد تک نہ پہنچ سکتا۔

مسجد نبوی شریف کے صحن میں موجود پردوں کا ذکر:

اہل سیر لکھتے ہیں:

جب ۱۴۰ھ میں خلیفہ ابو جعفر منصور مدینہ طیبہ آیا تو اس نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے صحن میں پردے لگائے جائیں، جن کے سرے خیموں کی گھنٹیوں کی طرح ہوں اور انہیں محرابوں کی طرح بنایا جائے، پس ان میں ہوا آتی جاتی رہے۔ لیکن جن ستونوں پر یہ پردے لٹکائے گئے وہ لوگوں کے اوپر گر جاتے تھے۔ اس لیے انہیں چینج کیا گیا اور ان پردوں سے مضبوط ترین پردے اور اعلیٰ قسم کی رسیاں جن کے ساتھ مضبوط کشتیوں کو باندھا جاتا تھا وہ جدہ شہر سے لائی گئیں۔

اور یہ پردے ہر جمعہ کو لوگوں کے لئے لٹکائے جاتے اور یہ عمل مسلسل اسی طرح رہا، حتیٰ کہ محمد بن عبداللہ بن حسن نے بدھ کے دن (۲۸) اٹھائیس جمادی الثانیہ ۱۴۵ھ کو خروج کیا اور اس نے یہ رسیاں کاٹ ڈالیں اور انہیں لڑائی کے لیے استعمال کیا۔

پس بعد ازاں ان پردوں کے استعمال کا عمل رک گیا، یہاں تک کہ جب خلیفہ ہارون الرشید کا دور خلافت آیا تو اس نے یہ عمل دوبارہ شروع کروا دیا (یعنی دوبارہ یہ پردے لٹکائے گئے)۔ لیکن بنو امیہ کے دور میں بالکل پردے نہیں لٹکائے گئے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ذاکر بن کامل نے خبر دی، از حسن بن احمد بن محمد الحداد، از ابو نعیم الحافظ، از ابو جعفر الخلدی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن مخزومی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے محمد بن حسن بن زبالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے حسین بن مصعب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے وہ زمانہ بھی پایا ہے جب خانہ کعبہ کا غلاف مکہ مکرمہ تک پہنچنے سے پہلے مدینہ طیبہ لایا جاتا، پھر اسے مسجد نبوی شریف کے صحن میں پڑی ہوئی چھوٹی کنکریوں پر بچھا دیا جاتا پھر اسے مکہ مکرمہ لے جایا جاتا۔

اور یہ ۱۳۱ھ یا ۱۳۲ھ کا واقعہ ہے۔

مسجد نبوی شریف میں موجود مصاحف طیبہ کا ذکر:

حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حجاج بن یوسف نے بڑے بڑے شہروں کی طرف مصاحف (قرآن پاک کے نسخے) بھجوائے اور اس نے مدینہ طیبہ کی طرف بھی ایک بڑے نسخہ والا قرآن مجید بھیجا اور یہ نسخہ اس ستون کی

دائیں جانب صندوق میں رکھا گیا جس ستون کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قیام فرماتے تھے۔ اور اس صندوق کو جمعرات اور جمعہ کے دن کھولا جاتا۔ پھر بعد از نماز صبح اس کی تلاوت کی جاتی تھی۔ اور اسی طرح خلیفہ مہدی نے آٹھ مصاحف مدینہ طیبہ کے لئے بھیجے، پس انہیں "ساریہ ستون" کی بائیں جانب رکھا گیا اور ان کے لئے منبر بنائے گئے جن پر چڑھ کر لوگ ان مصاحف کی قراءت کرتے تھے۔

اور حجاج بن یوسف کے مصحف کو اسکے صندوق میں رکھ کر اس ستون کے پاس رکھ دیا گیا جو منبر کی دائیں جانب تھا۔

اور اس ستون کے قریب ایک اور ستون تھا جس میں ایک صندوق اور اس صندوق میں مصحف شریف تھا، یہ مصحف خلیفہ مہدی نے بھیجا تھا اس کی بھی لوگ تلاوت کرتے تھے۔ پھر اس ستون کے پاس جو مغرب کی سمت میں تھا اس میں بھی ایک صندوق تھا جس میں قرآن مجید رکھے ہوئے تھے یہ قرآن مجید بھی خلیفہ مہدی نے عوام الناس کی تلاوت کے لئے بھیجے تھے۔

اور قبلہ جانب ایک صندوق تھا جو مقصورہ شریف سے متصل تھا، اس میں بھی عوام الناس کی تلاوت کے لئے مصاحف رکھے ہوئے تھے، یہ مصاحف خلیفہ مہدی کی ام ولد "حسنہ" نے حصول ثواب کی خاطر رکھوائے تھے۔

اور اہل بصرہ کے ایک شخص نے جس کا نام ابویحییٰ بتایا جاتا ہے اس نے ایک صندوق رکھوایا اور اس میں کافی سارے مصحف رکھوائے تاکہ اَن پڑھ اور عجمی لوگ اس کی تلاوت کر سکیں۔

میں کہتا ہوں: (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز) ان مذکورہ مصاحف میں سے اکثر طویل وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ نہایت بوسیدہ ہو چکے ہیں اور ان کے اوراق شہید ہو چکے ہیں، لیکن یہ سارے بوسیدہ مصاحف "باب مروان" کی ایک جانب مقصورہ شریف میں آج تک (حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دور تک) محفوظ ہیں۔

اور حرم شریف میں متعدد مصاحف ہیں جنہیں وقف کیا گیا اور انتہائی خوبصورت خط سے لکھے ہوئے ہیں، اور یہ نسخے ساگوان کی بنی ہوئی الماریوں میں مقصورہ شریف کے سامنے "مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی پچھلی جانب میں محفوظ و مامون ہیں۔ اور یہاں ایک بڑی کرسی بھی ہے جس پر مصحف شریف رکھا ہوا ہے اور اس پر تالا لگا ہوا ہے، یہ کرسی بمع مصحف مصر سے آئی ہوئی ہے اور یہ اسی ستون کے پاس ہے جو "مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سے متصل صف اور حجرہ شریف کے مقابل موجود ہے۔

اور اس جانب دو کرسیوں پر دو اور مصحف رکھے ہیں جن کی عوام الناس تلاوت کرتے ہیں اور مسجد نبوی شریف میں ان دو مصحفوں کے علاوہ کوئی مصحف واضح خط کے ساتھ لکھا ہوا نہیں ہے۔

مسجد نبوی شریف میں زیرِ استعمال مشکیزوں کا ذکر:

شیخ محمد بن حسن بن زبالہ نے کہا:

مسجد نبوی شریف کے صحن مبارک میں (۱۹) انیس مشکیزے استعمال کئے جاتے تھے اور ہماری کتاب کی تحریر تک یعنی ۱۹۹ھ تک یہی تعداد رہی۔

ان میں سے تیرہ (۱۳) مشکیزے "خالصہ" نامی خاتون نے بھیجے تھے اور یہ سب سے پہلی عورت ہے جس نے مسجد نبوی شریف میں مشکیزے رکھوائے تھے۔

اوران میں سے تین مشکیزے امیر المؤمنین کے آزاد کردہ غلام یزید یزیدی نے رکھوائے اور ایک مشکیزہ والی مدینہ منورہ ابوالبختری نے عطیہ کیا اور ایک مشکیزہ خلیفہ ہارون الرشید کی ام ولد "سحر" نامی خاتون نے ہبہ کیا اور ایک مشکیزہ جعفر بن ابوجعفر کی ام ولد "سلسبیل" نامی عورت نے ہبہ کیا تھا۔

میں کہتا ہوں: (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز) اب (مصنف رحمہ اللہ کے زمانے میں) مسجد نبوی شریف میں کوئی مشکیزہ نہیں ہے سوائے ایک مشکیزے کے جو مسجد شریف کے وسط میں رکھا ہوا ہے۔ ہاں مسجد شریف میں ایک بہت بڑا حوض ہے جسے اینٹ، گچ اور لکڑی سے بنایا گیا ہے، اس کے چاروں کناروں میں اس تک اترنے کے لئے چار سیڑھیاں لگائی گئی ہیں۔ اور اس حوض کے درمیان میں ایک فوارہ ہے جس میں چشمہ سے پانی آتا ہے۔ اور اس حوض میں پانی صرف حج کے موسم میں ہوتا ہے، باقی ایام میں یہ خشک ہوتا ہے۔

اس حوض کو ملک شام کے امراء میں سے کسی امیر نے بنوایا تھا جس کا نام "شامہ" تھا۔ خلیفہ ناصرلدین اللہ کی ماں "جہمہ" اللہ ان کو درست راستہ کی توفیق دے، جس نے مسجد شریف کے عقب میں ایک بہت بڑا مشکیزہ تیار کرایا جس میں متعدد کمرہ جات ہیں اور اس کے لیے ایک کنواں بھی کھدوایا۔

اور اس (میں داخل ہونے) کے لئے مسجد شریف کی شمالی دیوار کی جانب ایک دروازہ رکھا گیا۔ اور یہ بھی موسم حج ہی کے دنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ (یاد رہے یہ سب باتیں حضرت مصنف قدس سرہٗ العزیز کے دور کی ہیں)۔

مسجد نبوی شریف کی پیمائش، ستونوں کی تعداد، محرابوں اور دروازوں کی تعداد اور اس کی عمارت جدید اور اس سے متعلق رسومات کا ذکر:

مسجد نبوی شریف کی پیمائش کا ذکر:

واضح رہے کہ مسجد نبوی شریف کا طول قبلہ سے لے کر شام (شمالی دیوار) تک دوسو چون (۲۵۴) ہاتھ اور چار انگشت ہے۔ جبکہ مشرقی سمت سے مغربی جانب تک کا عرض ایک سوستر (۱۷۰) ہاتھ ہے اور قبلہ سمت سے شمال تک صحن کا طول ایک سو انسٹھ (۱۵۹) ہاتھ اور تین انگشت ہے اور اس کی مشرقی سمت سے مغربی سمت تک ستانوے (۹۷) ہاتھ ہے اور اونچائی یعنی مسجد نبوی شریف کا طول پچیس (۲۵) ہاتھ ہے۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

هٰذَا مَا ذَرَعْتُهُ اَنَا بِخَيْطٍ یہ وہ پیمائش ہے جو میں نے خود دھاگے کے ساتھ ناپی ہے۔

مسجد نبوی شریف کے میناروں کی پیمائش:

شیخ محمد بن حسن بن زبالہ نے ذکر کیا ہے کہ مسجد نبوی شریف کے میناروں کی لمبائی پچپن (۵۵) ہاتھ ہے اور چوڑائی آٹھ بائی آٹھ ہاتھ ہے۔

مسجد نبوی شریف کے محرابوں کی پیمائش:

اور جہاں تک اس کی محرابوں کا تعلق ہے تو قبلہ جانب گیارہ محراب ہیں اور اتنے ہی شمالی سمت ہیں، جبکہ مشرق اور مغرب دونوں سمت میں (۱۹) انیس محرابیں موجود تھیں۔

اور ہر دو محرابوں کے درمیان ایک ستون بنا ہوا تھا، جبکہ ستون کے اوپر والا حصہ لکڑیوں کی کھڑکیوں سے بند تھا۔

مسجد نبوی شریف کے ستونوں کی تعداد اور پیمائش کا ذکر:

اور ان ستونوں کی تعداد جو محرابوں کے درمیان کے علاوہ بنے ہوئے تھے، تو قبلہ سمت اڑسٹھ (۶۸) ستون تھے، ان میں سے چار ستون قبر انور کی چھت مبارک کے نیچے تھے اور اتنے ہی شمال سمت میں موجود تھے۔

اور جانب مغرب میں (۴۰) چالیس ستون تھے، ان میں سے دو ستون حجرہ مبارکہ کے اندر تھے۔ اور مغرب کی سمت ساٹھ (۶۰) ستون تھے اور ہر دو ستونوں کے درمیان کا فاصلہ (۹) نو ہاتھ تھا۔

مسجد نبوی شریف کے دروازوں کا ذکر:

اور جہاں تک مسجد نبوی شریف کے دروازوں کا تعلق ہے تو خلیفہ مہدی کی توسیع کے بعد مسجد نبوی شریف کے دروازوں کی تعداد یہ تھی۔

مشرقی سمت دروازوں میں ایک ''باب علی رضی اللہ عنہ'' تھا، پھر اس کے ساتھ متصل ''باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' تھا، پھر ''باب عثمان رضی اللہ عنہ'' تھا۔ پھر ایک دروازہ ''دار ریطہ'' کے سامنے واقع تھا اور ایک دروازہ ''دار اسماء بنت حسن'' کے سامنے واقع تھا۔

ایک دروازہ ''دار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ'' کے سامنے واقع تھا۔ ایک دروازہ'' زقاق المصانع'' کے سامنے واقع تھا۔ ایک دروازہ ''ابیات صوافی'' کے سامنے واقع تھا۔ سو یہ کل (۸) آٹھ دروازے ہیں جس میں سے کچھ تو آج بھی (حضرت مؤلف رحمہ اللہ کے زمانہ میں) باقی ہیں۔

ان میں سے ایک ''باب عثمان'' اور دوسرا وہ دروازہ جو''دار ریطہ'' کے سامنے واقع تھا، باقی ہے۔ اور جانب شام (شمال) میں چار دروازے ہیں ان میں سے ایک وہ دروازہ ہے جو''دار شرحبیل بن حسنہ'' کے مقابل واقع ہے۔

اور دوسرا (اس جگہ آگے عبارت کتاب میں موجود نہیں ہے۔ از مترجم غفرلہ۔) اور تیسرا (اس جگہ بھی آگے عبارت کتاب میں موجود نہیں ہے۔ از مترجم غفرلہ۔) اور چوتھا دروازہ ''بقیہ دار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ'' کے مقابل واقع تھا۔

آج ہمارے زمانے میں (حضرت مؤلف رحمہ اللہ کے زمانے میں) ان دروازوں میں سے کوئی بھی کھلا ہوا نہیں ہوتا۔ (یعنی ان میں سے کسی کا وجود ہی نہیں ہے)۔

اور مغربی جانب میں سات دروازے ہیں۔

(اول سے لے کر چار تک کا ذکر عبارت میں موجود نہیں ہے۔ از مترجم عفی اللہ عنہ۔) ان میں سے پانچواں دروازہ ''باب عاتکہ'' ہے اور چھٹا ''باب زیاد'' ہے اور ساتواں ''باب مروان'' ہے۔ یاد رہے ''باب عاتکہ'' کے سوا کوئی بھی دروازہ مفتوح نہیں ہوتا۔

اور ''باب عاتکہ'' کو آج کل ''باب رحمت'' کہا جاتا ہے۔

اور ''باب مروان''، ''باب امارہ'' سے متصل واقع تھا۔ اور ''دار مروان'' میں ایک دروازہ مسجد شریف کی طرف کھلتا تھا اور یہ دروازہ آج بھی اپنے حال پر باقی ہے۔

حضرت ابراہیم بن محمد نے شیخ ربیعہ بن عثمان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا:

لَمْ یَبْقَ مِنَ الْاَبْوَابِ الَّتِیْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدْخُلُ مِنْهَا اِلَّا بَابَ عُثْمَانَ

رسول اللہ ﷺ مسجد شریف میں جن دروازوں سے داخل ہوتے تھے ان میں سے سوائے باب عثمان کے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔

واضح رہے کہ اس قبلہ سمت مسجد رسول ﷺ کی حدود جو ستونوں کے وسط میں ہے اور شامی جانب سے (شمالی حدود سے) مسجد نبوی شریف کے صحن میں دو لکڑیاں گاڑ دی گئی ہیں بطور علامت۔ سو یہ تو اس کا طول ہے۔

اور جہاں تک اس کے عرض کا تعلق ہے تو جانب مشرق سے لے کر جانب مغرب تک ہے۔ یعنی حجرہ طیبہ سے لے کر اس ستون تک ہے جو منبر شریف کے بعد آتا ہے۔

اور اسی جگہ پر آکر پتھروں سے بنا ہوا پکا فرش ختم ہو جاتا ہے۔ اور مسلسل خلفاء بنو عباس مدینہ طیبہ کا والی مقرر کرنے کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی شریف کی توسیع وتجدید کے لئے اہل مدینہ کے ساتھ مالی تعاون کرتے رہے اور یہ سلسلہ امیر المؤمنین امام ناصر لدین اللہ کے دور تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ دین کے راستہ کے لیے اور اسلام و مسلمانوں کی عزت کے لئے انہیں توفیق نصیب فرمائے اور اسلام و مسلمانوں کے دشمنان اور مخالفین کے خلاف ان کی نصرت فرمائے۔

سو یہ ہر سال تعمیر مسجد نبوی شریف کے لئے ایک ہزار دینار خرچ کرتے، اس کے علاوہ مسجد نبوی شریف کی ضروریات کے لیے لوہار، ترکھان، مستری، چونہ کرنے والے، نقش ونگار کرنے والے اور مزدور وغیرہ اسپیشل رکھوائے، اور ان کے لئے بغداد کے دیوان سے تنخواہیں مقرر کیں، اور ان پر خرچ اس ہزار دینار کے علاوہ ہوتا تھا۔ نیز لوہا، سیسہ، رنگ، چونہ، رسیاں اور دیگر بہت سارا ساز وسامان خرید کر مسجد نبوی شریف کو عطا کرتے تھے۔

اور مسلسل دن رات مسجد شریف کی تعمیرات کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ ایک انگشت کے برابر ایسی جگہ نہ تھی جہاں تعمیر وتوسیع و تزیین کا سلسلہ نہ ہو، نیز مسجد نبوی شریف کے لئے بڑی تعداد میں چراغیں، قندیلیں اور ان کو روشن کرنے کے لئے تیل لایا گیا اور قمقمے لاکر سجائے گئے۔

اور اعلیٰ قسم کی خوشبوئیں اور عود ہندی بھاری مقدار میں لائی گئیں، تاکہ ان سے مسجد نبوی شریف کو خوشبودار اور معطر کیا جائے۔ مسجد نبوی شریف کے باقی معاملات اور رسومات کے تعمیرات کے خرچ کے علاوہ جو رقم بغداد شریف کے دیوان سے آتی

تھی، وہ چار ہزار دینار ہوتی تھی اور یہ ساری رقم اہل مدینہ پر خاص کر "ال علی کرم اللہ وجہہ الکریم" پر خرچ کی جاتی تھی۔ نیز مدینہ طیبہ کے غرباء اور فقراء فوت شدگان کے کفن کے لئے ۱۵۰۰ (پندرہ سو) گز روئی سے بنا عمدہ قسم کا کپڑا خریدا جاتا تھا۔ نیز خطیب صاحب، امام صاحب، مؤذنین اور مسجد نبوی شریف کے خادمین کی تنخواہیں اس کے علاوہ ہوتی تھیں۔

شیخ یوسف بن مسلم نے ذکر کیا ہے کہ مسجد نبوی شریف کی قندیلوں کا تیل ملک شام سے لایا جاتا تھا، حتی کہ یہ سلسلہ جعفر بن سلیمان کی سلطنت کے آخر میں ختم ہو گیا۔ سو اس نے مدینہ طیبہ کے بازار والوں پر اس کی ذمہ داری ڈال دی۔

پھر جب ۱۹۷ھ یا ۱۹۸ھ میں داود بن عیسیٰ مدینہ طیبہ کا والی بنا تو اس نے یہ سب اخراجات بیت المال سے ادا کرنے کی منظوری دے دی۔

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَفِيْ يَوْمِنَا هٰذَا يَصِلُ الزَّيْتُ مِنْ مِّصْرَ مِنْ وَّقْفٍ هُنَاكَ وَ مِقْدَارُهٗ سَبْعَةٌ وَ عِشْرُوْنَ قِنْطَارًا بِالْمِصْرِيِّ وَالْقِنْطَارُ مِائَةٌ وَ ثَلَاثُوْنَ رِطْلاً وَ يَصِلُ مَعَهٗ مِائَةٌ وَّ سِتُّوْنَ شَمْعَةً بَيْضَآءَ كِبَارٌ وَ صِغَارٌ وَ عَلَبَةٌ فِيْهَا مِائَةٌ مِثْقَالُ نَدٍّ

میں کہتا ہوں: ہمارے دور میں (قندیلوں میں استعمال کے لیے) تیل مصر سے آتا ہے اور اس کے لئے مصر میں (کچھ جائیداد) وقف ہے اور اس تیل کی مقدار ستائیس (۲۷) مصری قنطار ہوتی ہے اور ایک مصری قنطار ایک سو تیس (۱۳۰) رطل کا ہوتا ہے نیز اس تیل کے ساتھ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سفید رنگ کی چھوٹی بڑی شمعیں بھی ہوتی ہیں نیز ان میں ایک بہت بڑا ڈبہ (کارٹن) ہوتا ہے جس میں عنبر خوشبو کا ایک سو (۱۰۰) مثقال ہوتا ہے۔

تیرھواں باب
مدینہ طیبہ میں موجود مساجد اور ان کے فضائل:

واضح رہے کہ وہ مساجد اور وہ جگہیں جہاں رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں نمازیں پڑھی ہیں بہت زیادہ ہیں اور کتابوں میں ان کے نام بھی مذکور ہیں۔ لیکن ہمارے زمانہ میں ان میں سے اکثر غیر معروف ہیں، لہٰذا یہاں ان کا ذکر کرنے میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن ہم ان مساجد کا ذکر کر دیتے ہیں جو تا حال مشہور و معروف ہیں۔

ان میں سے چند یہ ہیں۔

مسجد قباء شریف:

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دس سے زیادہ راتیں قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں ٹھہرے رہے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں نماز پڑھائی، پھر مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لے گئے۔

(صحيح البخاري: رقم الحديث 3906)

(حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ہمیں عبد الرحمٰن بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن ابو منصور نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن احمد مقری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد الملک بن محمد واعظ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں دعلج بن احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابن خزیمہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن یحیٰی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، از شرحبیل بن سعد، از عویم بن ساعدہ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء سے فرمایا:

اِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَدْ اَحْسَنَ الثَّنَاءَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُوْرِ قَالَ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ مَا هٰذَا الطُّهُوْرُ؟

بے شک اللہ رب العزت نے طہارت کے سلسلہ میں تمہاری بہت تعریف کی ہے چنانچہ اس نے فرمایا اس (اہل قباء) میں: کچھ ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ خوب پاک صاف رہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ تمہاری یہ کونسی طہارت بیان کی ہے؟

وہ کہنے لگے ہمیں مزید تو پتہ نہیں ہے البتہ ہمارے کچھ یہودی پڑوسی ہیں اور وہ پیشاب کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ سو ہم بھی ان کو دیکھ کر ایسا ہی کرتے ہیں۔

(مسند امام احمد، ج ۳ ص ۴۲۲۔ تفسیر الطبری، رقم الحدیث ۱۷۲۴۵)

مسجد قباء شریف کی زیارت کا معمول مبارک:

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَزُوْرُ قُبَآءَ رَاكِبًا وَمَاشِيًا

رسول اللہ ﷺ قباء شریف تشریف لے جاتے تھے کبھی سواری پر سوار ہو کر اور کبھی پیدل۔

(مسند طیالسی، رقم الحدیث ۱۸۴۰۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۱۹۱۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۹۹۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۶۲۸)

اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ کو قباء شریف تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ہر ہفتہ والے دن قباء تشریف لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۳۹۹۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۳۲۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۵ ص ۲۴۸)

رسالتِ مآب ﷺ کے دست اقدس سے مسجد قباء کی تعمیر:

حضرت ابوغزیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر پیر اور جمعرات کے دن قباء شریف تشریف لے جاتے تھے، ایک دن قباء تشریف لائے اور وہاں اہل قباء میں سے کسی کو بھی نہ پایا تو فرمانے لگے:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہم اور رسول کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مل کر اپنے پیٹ پر پتھر اٹھا اٹھا کر تعمیر مسجد کی تعمیر کے لئے لاتے تھے۔

اور رسول اللہ ﷺ اپنے دست اقدس سے اس کی تعمیر فرماتے اور حضرت جبریل علیہ السلام اس کا قبلہ درست فرماتے۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بِاللّٰہِ لَوْ کَانَ مَسْجِدُنَا ھٰذَا بِطَرْفٍ مِّنَ الْاَطْرَافِ لَضَرَبْنَا اِلَیْہِ اَکْبَادَ الْاِبِلِ

اللہ کی قسم! اگر ہماری یہ مسجد (قباء شریف) اطراف دنیا کے جس کونے میں بھی ہوتی تو ہم اس تک پہنچنے کے لئے طویل ترین سفر کرنے سے بھی نہ گھبراتے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۱ ص ۴۰۱۔ مسند البزار، رقم الحدیث ۳۰۳)

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد قباء شریف میں مہاجرین سابقین اصحاب رسول ﷺ کی امامت کراتے تھے اور ان میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۱۷۵)

مسجد قباء میں دو رکعتیں عمرہ کے برابر ہیں:

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ وَجَاءَ مَسْجِدَ قُبَآءَ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ کَانَ لَہٗ اَجْرُ عُمْرَۃٍ

جو شخص اچھی طرح کامل طریقہ سے وضو کر کے مسجد قباء شریف آ کر اس میں دو رکعت ادا کرے گا اس کو ایک پورے عمرہ کا ثواب ملے گا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۵۵۵۸۔ المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۱۲)

مسجد قباء میں دو رکعت نماز کا ثواب دو مرتبہ بیت المقدس کی طرف جانے سے بہتر ہے:

حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت کرتی ہیں انہوں نے فرمایا:

وَاللهِ لَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَآءَ رَكْعَتَيْنِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اٰتِيَ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ مَرَّتَيْنِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِ لَضَرَبُوْا اِلَيْهِ اَكْبَادَ الْاِبِلِ۔

اللہ کی قسم! میں مسجد قباء شریف میں دو رکعت پڑھ لوں یہ میرے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں دو مرتبہ بیت المقدس کی طرف سفر کروں اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ مسجد قباء شریف کتنی فضیلت و شان والی ہے تو وہ دور دراز سے اس تک پہنچنے کے لیے سفر کریں۔

(مستدرک للحاکم، ج۳ ص ۱۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۳ ص۶۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(قلت: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ از مترجم غفرلہ)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے مسجد قباء شریف میں ان تین ستونوں کی طرف چہرہ مبارک کر کے نماز پڑھی ہے جو صحن میں ہیں۔

(اخبار المدینۃ، لابن شبہ، ج۱ ص ۵۱ طبع دار الفکر بیروت)

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز کا شاندار تبصرہ:)

قُلْتُ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ اِلَى الْمَدِيْنَةِ نَزَلَ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَآءَ فِيْ مَنْزِلِ كُلْثُوْمَ بْنِ الْهَدَمِ وَاَخَذَ مِرْبَدَةً فَاَسَّسَهٗ مَسْجِدًا وَصَلّٰى فِيْهِ وَلَمْ يَزَلْ ذَالِكَ الْمَسْجِدُ يَزُوْرُهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُدَّةَ حَيَاتِهٖ وَيُصَلِّيْ فِيْهِ اَهْلُ قُبَآءَ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ ﷺ لَمْ تَزَلِ الصَّحَابَةُ تَزُوْرُهٗ وَتُعَظِّمُهٗ وَلَمَّا بَنٰى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مَسْجِدَ النَّبِيِّ ﷺ بَنٰى مَسْجِدَ قُبَآءَ وَوَسَّعَهٗ وَبَنَاهُ بِالْحِجَارَةِ وَالْجِصِّ وَنَقَشَهٗ بِالْفُسَيْفَسَآءِ وَعَمِلَ لَهٗ مَنَارَةً وَسَقَفَهٗ بِالسَّاجِ وَجَعَلَهٗ اَرْوِقَةً وَفِيْ وَسْطِهٖ رَحْبَةً وَتَهَدَّمَ عَلٰى طُوْلِ الزَّمَانِ حَتّٰى جَدَّدَ

عِمَارَتَهُ جَمَالُ الدِّيْنِ الْاَصْبَهَانِيُّ وَزِيْرُ بَنِيْ زَنْكِيِ الْمُلُوْكِ بِبِلَادِ الْمُوْصَلِ۔

وَذَرَعْتُ مَسْجِدَ قُبَاءَ فَكَانَ طُوْلُهُ ثَمَانٍ وَسِتِّيْنَ ذِرَاعًا تَشُفُّ قَلِيْلًا وَعَرْضُهُ كَذَالِكَ وَارْتِفَاعُهُ فِي السَّمَاءِ عِشْرُوْنَ ذِرَاعًا وَطُوْلُ مَنَارَتِهِ مِنْ سَطْحِهِ اِلٰى رَأْسِهَا اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ ذِرَاعًا وَعَلٰى رَأْسِهَا قُبَّةٌ طُوْلُهَا نَحْوُ الْعَشَرَةِ اَذْرُعٍ وَعَرْضُ الْمَنَارَةِ مِنْ جِهَةِ الْقِبْلَةِ عَشَرَةُ اَذْرُعٍ شَافَّةٍ وَمِنَ الْمَغْرِبِ ثَمَانِيَةُ اَذْرُعٍ وَفِي الْمَسْجِدِ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ اُسْطُوَانًا بَيْنَ كُلِّ اُسْطُوَانَيْنِ سَبْعَةُ اَذْرُعٍ شَافَّةٍ وَفِيْ جُدْرَانِهِ طَاقَاتٌ نَافِذَةٌ اِلٰى خَارِجٍ فِيْ كُلِّ جَانِبٍ ثَمَانِ طَاقَاتٍ اِلَّا الْجَانِبَ الَّذِيْ يَلِي الشَّامَ فَاِنَّ الثَّامِنَةَ فِيْهَا الْمَنَارَةُ فَهِيَ مَسْدُوْدَةٌ وَالْمَنَارَةُ عَنْ يَمِيْنِ الْمُصَلِّيْ وَهِيَ مُرَبَّعَةٌ۔

میں کہتا ہوں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں حضرت کلثوم بن ہدم کے گھر قبیلہ بنوعمرو بن عوف میں قیام فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربد (کھجور سکھانے کی جگہ) میں مسجد کی بنیاد رکھی اور اس میں نماز ادا فرمائی اور پوری ظاہری حیات طیبہ میں مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔اور اس مسجد میں اہلِ قباء نماز ادا کرتے۔ سو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان مسلسل اس مسجد کی زیارت کرتے رہے اور اس کی تعظیم وتکریم کرتے رہے۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کی توسیع وتعمیر کرائی ساتھ ہی مسجد قباء شریف کی تعمیر وتوسیع بھی کرادی اور مسجد قباء شریف پتھر اور چونے کے ساتھ تعمیر کروائی اور اس میں پتھروں کے ستون کھڑے کئے جن کے اندر لوہا اور سیسہ بھرا گیا اور عمدہ قسم کے رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے ٹکڑوں کے ساتھ نقش ونگار کیا گیا اور مسجد کا ایک مینار بھی بنوایا گیا اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنوائی گئی۔

اور برآمدہ تیار کرایا گیا اور وسط میں صحن بنایا گیا پھر یہ مسجد وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ شہید ہوتی گئی یہاں تک کہ موصل کے علاقوں کے بادشاہ بنوزنگی کے وزیر جمال الدین اصبہانی نے اس کی تجدید وتوسیع کرائی۔اور میں نے مسجد قباء شریف کی پیمائش کی سو اس کی لمبائی تقریباً اڑسٹھ (۶۸) ہاتھ اور چوڑائی بھی اسی قدر تھی، جبکہ اس کی اونچائی بیس (۲۰) ہاتھ تھی اور اس کے مینار کی لمبائی سطح زمین سے اوپر تک بائیس (۲۲) ہاتھ تھی اور مینار کے سرے پر ایک گنبد بنا ہوا ہے جس کی لمبائی تقریباً دس ہاتھ تھی اور مینار کی چوڑائی جہتِ قبلہ سے تقریباً دس ہاتھ تھی اور جہتِ مغرب سے آٹھ ہاتھ تھی اور مسجد قباء شریف میں انتالیس

(۳۹) ستون تھے اور ہر دو ستونوں کے درمیان تقریباً سات ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اور مسجد قباء شریف کی دیواروں میں باہر کی طرف تین محرابیں تھیں، ہر جانب آٹھ محرابیں تھیں، سوائے اس جانب کے جو شام (شمالی طرف) والی جانب متصل ہے کیونکہ اس جانب آٹھواں مینار تھا اور یہ مینار نماز پڑھنے والے کی دائیں جانب واقع تھا اور مربع شکل کا بنا ہوا تھا۔

مسجدِ فتح کا ذکر:

(حافظ امام ابن نجار رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:)

ہمیں حنبل بن عبداللہ الرصافی نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالقاسم بن حصین نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابو علی بن مذہب نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر قطیعی نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد گرامی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں کثیر بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے مسجد فتح میں پیر اور منگل اور بدھ کے دن دعا فرمائی، سو بدھ والے دن دو نمازوں کے درمیان آپ ﷺ کی دعاء قبول ہوئی اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور کھل کھلا رہا تھا۔

(مسند امام احمد، ج ۳ ص ۳۳۲۔ مجمع الزوائد، ج ۴ ص ۱۲)

مسجدِ فتح میں سید عالم ﷺ کی عصر کی نماز کی ادائیگی:

(امام ابن نجار رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:)

ہمیں قاسم بن علی نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ہبۃ اللہ بن احمد نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابو منصور بن شکرون نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابراہیم بن عبداللہ نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبداللہ محاملی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسماعیل بن ابوفدیک نے حدیث بیان کی، از معاذ بن سعید سلمی، از والد خود، از حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَسْجِدِ الْفَتْحِ الَّذِیْ عَلَی الْجَبَلِ وَ قَدْ حَضَرَتْ صَلَاۃُ الْعَصْرِ فَرَقِیَ فَصَلّٰی فِیْهِ صَلَاۃَ الْعَصْرِ

رسول اللہ ﷺ پہاڑ پر موجود مسجد فتح شریف کے پاس سے گذرے اس حال میں کہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا تو آپ ﷺ پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے اور مسجد فتح میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔

(تاریخ المدینۃ لعمر بن شبہ، ج ۱ ص ۵۸)

اور شیخ ہارون بن کثیر نے از والد خود، از جد خود کی سند سے روایت کی کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ دَعَا عَلَى الْاَحْزَابِ فِيْ مَوْضِعِ الْاُسْطُوَانَةِ الْوُسْطٰى مِنْ مَّسْجِدِ الْفَتْحِ الَّذِيْ عَلَى الْجَبَلِ۔

بے شک رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق کے دن کفار کے لشکروں کے خلاف دعائے ضرر فرمائی۔ اور یہ دعا ضرر پہاڑ پر موجود مسجد فتح کے درمیان ستون والی جگہ میں ہوئی تھی۔

(تاریخ المدینۃ لعمر بن شبہ، ج ۱ ص ۶۰)

مسجد فتح پر مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ:

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَ هٰذَا الْمَسْجِدُ عَلٰى رَأْسِ جَبَلٍ يُّصْعَدُ اِلَيْهِ بِدَرَجٍ وَ قَدْ عُمِّرَ عِمَارَةً جَدِيْدَةً وَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فِي الْوَادِيْ نَخْلٌ كَثِيْرٌ وَ يُعْرَفُ ذَالِكَ الْمَوْضِعُ بِالسَّيْحِ وَ مَسَاجِدُ حَوْلَهٗ وَ هِيَ ثَلَاثَةٌ الْاَوَّلُ مِنْهَا خَرَابٌ قَدْ هُدِمَ وَ اُخِذَتْ حِجَارَتُهٗ وَالْاٰخَرَانِ مَعْمُوْرَانِ بِالْحِجَارَةِ وَالْجِصِّ وَهُمَا فِي الْوَادِيْ عِنْدَ النَّخْلِ وَرُوِيَ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ مَسْجِدِ الْفَتْحِ فِي الْجَبَلِ وَ فِي الْمَسَاجِدِ الَّتِيْ حَوْلَهٗ

میں کہتا ہوں: یہ مسجد پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور سیڑھیوں کے ذریعے اس تک جایا جاتا ہے، اب اس کی جدید تعمیر کر دی گئی ہے اور مسجد فتح شریف کی دائیں جانب وادی میں بہت سارے کھجوروں کے باغات ہیں اور یہ جگہ "سیح" کے نام سے مشہور و معروف ہے اور اس مسجد کے ارد گرد تین اور مساجد ہیں ان میں سے ایک ویران ہے اور منہدم ہو چکی ہے اور اس کے پتھر بھی اٹھا لئے گئے ہیں۔ اور دوسری دو آباد ہیں اور یہ دونوں پتھر اور چونے سے تعمیر کی گئی ہیں اور یہ دونوں مسجدیں کھجوروں کے باغات کے پاس وادی میں ہیں۔ حضرت معاذ بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے پہاڑ میں موجود مسجد فتح میں اور اسکے اردگرد کی مساجد میں نماز پڑھی ہے۔

مسجد قبلتین کا ذکر:

حضرت عثمان بن محمد اخنسی روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنوسلمہ کی ایک خاتون کی زیارت کے لئے قبیلہ بنوسلمہ کی طرف تشریف لے گئے اس خاتون کا نام "ام بشیر" تھا۔ سو اس نے آپ ﷺ کے لئے کھانے کا اہتمام کیا، ادھر ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، پس رسول ﷺ نے "مسجد قبلتین" میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ظہر کی نماز پڑھانی شروع کی، جب دو رکعتیں پڑھ چکے تو آپ ﷺ کو (بذریعہ وحی الٰہی) حکم ہوا کہ اپنا رخ مبارک کعبہ شریف کی طرف کر لیں، پس رسول اللہ ﷺ نے (حالت نماز میں) کعبہ کی طرف رخ انور فرمالیا، اس لیے اس مسجد کو قبلتین کہا جاتا ہے (یعنی دو قبلوں والی مسجد شریف) اور یہ نماز ظہر کی چار رکعتیں تھیں ان میں سے دو رکعتیں بیت المقدس کی جانب رُخ فرما کے ادا فرمائیں اور دو رکعتیں کعبہ معظمہ کی طرف رخ فرما کے ادا فرمائیں۔

(الطبقات الکبری، ج ۱ ص ۱۸۶، مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۱۲۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج ۱ ص ۵۰۳)

تحویلِ قبلہ کا ذکر:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صُرِفَتِ الْقِبْلَةُ قَبْلَ بَدْرٍ بِشَهْرَيْنِ

تحویلِ قبلہ غزوۂ بدر سے دو ماہ پہلے ہوا ہے۔

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:)

وَالثَّابِتُ عِنْدَنَا أَنَّهَا صُرِفَتْ فِي الظُّهْرِ فِي الْمَسْجِدِ

ہمارے نزدیک ثابت یہ ہے کہ تحویل قبلہ مسجد (قبلتین) میں ظہر کی نماز میں ہوا ہے (واللہ و رسولہ اعلم۔)

مسجد قبلتین پر مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ:

نیز فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَهٰذَا الْمَسْجِدُ بَعِيْدٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَرِيْبٌ مِنْ بِئْرِ رُوْمَةَ وَقَدِ انْهَدَمَ وَأُخِذَتْ حِجَارَتُهُ وَبَقِيَتْ اٰثَارُهُ وَمَوْضِعُهُ يُعْرَفُ بِالْقَاعِ

میں کہتا ہوں: یہ مسجد شریف مدینہ طیبہ سے دور اور بئر رومہ کے قریب ہے اور یہ منہدم ہو چکی ہے اور اس کے پتھر بھی اٹھا لیے گئے ہیں لیکن اس کے نشانات باقی ہیں اور یہ جگہ ''قاع'' کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

قُلْتُ هٰذَا الْمَسْجِدُ قَرِيْبٌ مِنْ قُبَآءَ وَ يُعْرَفُ بِمَسْجِدِ الشَّمْسِ وَ هُوَ حِجَارَةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلٰى نَشْزٍ مِنَ الْاَرْضِ

میں کہتا ہوں کہ یہ مسجد شریف مسجد قباء شریف کے قریب ہے اور مسجد شمس کے نام سے معروف ہے اور یہ زمین کے اونچے حصہ پر پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے۔ (لیکن آج کل اس مسجد کو ''مسجد قبلتین'' ہی کہا جاتا ہے۔ از مترجم غفرلہ)

مسجد بنو قریظہ کا ذکر:

حضرت علی بن رفاعہ اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی فِیْ بَیْتِ اِمْرَاَةٍ فَاُدْخِلَ ذَالِكَ الْبَیْتُ فِیْ مَسْجِدِ بَنِیْ قُرَیْظَةَ وَ هُوَ الْمَكَانُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ النَّبِیُّ ﷺ بِبَنِیْ قُرَیْظَةَ

رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون کے مکان میں نماز ادا فرمائی، پھر اس گھر کو بنی قریظہ کی مسجد میں داخل کر دیا گیا اور یہ وہ جگہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو قریظہ میں نماز پڑھی تھی۔

(تاریخ المدینہ، عمر بن شبہ، ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مسجد بنو قریظہ پر مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ:

(حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَ هٰذَا الْمَسْجِدُ الْيَوْمَ بَاقٍ بِالْعَوَالِيْ وَ هُوَ كَبِيْرٌ طُوْلُهٗ نَحْوُ عِشْرِيْنَ ذِرَاعًا وَ عَرْضُهٗ كَذَالِكَ وَفِيْهِ سِتَّ عَشَرَةَ اُسْطُوَانَةً قَدْ سَقَطَ بَعْضُهَا وَ هُوَ بِلَا سَقْفٍ وَ حِيْطَانُهٗ مَهْدُوْمَةٌ وَ قَدْ كَانَ مَبْنِيًّا عَلٰى شَكْلِ بِنَآءِ مَسْجِدِ قُبَآءَ وَ حَوْلَهٗ بَسَاتِيْنُ وَ مَزَارِعُ

میں کہتا ہوں: یہ مسجد آج بھی عوالی محلہ میں باقی ہے اور یہ نہایت بڑی مسجد ہے اس کی لمبائی تقریباً بیس ہاتھ ہے اور چوڑائی بھی اتنی ہے اور اس میں سولہ (۱۶) ستون ہیں جن میں سے کچھ منہدم ہو چکے ہیں اور یہ مسجد بغیر چھت کے ہے

اور اس کی دیواریں بھی منہدم ہو چکی ہیں اور یہ مسجد، قباء شریف کی مسجد کے طرز پر بنی ہوئی تھی اور اس کے اردگرد باغات اور کھیت ہیں۔

مشربہ اُمِّ ابراہیم رضی اللہ عنہا:

(یہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے صاحبزادے ہیں۔ از مترجم)

شیخ ابراہیم بن محمد بن یحییٰ، از محمد بن ثابت روایت کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی فِیْ مَشْرَبَةِ اُمِّ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

بے شک رحمت عالم ﷺ نے مشربۂ اُمّ ابراہیم علیہ السلام میں نماز ادا فرمائی تھی۔

مشربہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہما پر مصنف رحمہ اللہ کا تبصرہ:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَهٰذَا الْمَوْضِعُ بِالْعَوَالِیْ مِنَ الْمَدِیْنَةِ بَیْنَ النَّخْلِ وَهُوَ اَکَمَةٌ وَقَدْ حُوِّطَ عَلَیْهَا بِلَبِنٍ وَالْمَشْرَبَةُ وَاَظُنُّهُ قَدْ کَانَ بُسْتَانًا لِمَارِیَةَ الْقِبْطِیَّةِ اُمِّ اِبْرَاهِیْمَ ابْنِ النَّبِیِّ ﷺ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

میں کہتا ہوں: یہ جگہ مدینہ شریف میں عوالی محلہ میں باغات کے وسط میں واقع ہے اور کچی اینٹوں سے بنی دیواروں کے ساتھ اس کا احاطہ کیا گیا ہے، میرا گمان یہ ہے کہ یہ "مشربہ" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا باغ تھا۔ واللہ اعلم

(تاریخ المدینۃ، عمر بن شبہ ج ۱ ص ۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مدینہ شریف میں موجود دیگر مساجد کا ذکرِ خیر:

تم خوب جان لو کہ: مدینہ طیبہ میں متعدد مساجد بے آباد ہیں جن میں سے کچھ کی محرابیں اور کچھ کے ستون باقی ہیں، ان کے پتھروں کو توڑ کر لوگ ان سے اپنے گھروں کی تعمیر کرتے ہیں۔

ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

ایک مسجد "قباء" جو مسجد ضرار کے قریب ہے۔ اس میں ستون تا حال موجود ہیں۔ اور دو مسجدیں بقیع شریف کے قریب ہیں ان میں سے ایک "مسجد اجابہ" کے نام سے پہچانی جاتی ہے، اس میں کئی ستون تا حال موجود ہیں اور اس میں ایک بہترین محراب

بھی ہے اور اس کا باقی حصہ شہید ہو چکا ہے۔(اب یہ مسجد عالی شان تعمیرات سے بنی ہوئی ہے اور مشہور و معروف ہے۔از مترجم غفرلہ)اور دوسری مسجد ''مسجد بغلہ'' کے نام سے مشہور ہے، اس میں ایک ستون موجود ہے اور وہ بھی نہایت نازک حالت میں ہے اور اس کے اردگرد پتھر پڑے ہوئے ہیں۔

اس مسجد کے بارے میں اثر وارد ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کہتے ہیں۔:

اِنَّهٗ اَثَرُ حَافِرِیْ بَغْلَةِ النَّبِیِّ ﷺ

کہ اس جگہ رسول اللہ ﷺ کے خچر مبارک کے قدم کے نشانات ہیں۔

مصنف کتاب امام ابن نجار رحمہ اللہ کا موقف:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

فَتُسْتَحَبُّ الصَّلٰوةُ فِیْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ وَاِنْ لَّمْ یُعْرَفْ اَسَامِیْهَا لِاَنَّ الْوَلِیْدَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ كَتَبَ اِلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ وَهُوَ وَالِیْهِ عَلَی الْمَدِیْنَةِ مَهْمَا صَحَّ عِنْدَكَ مِنَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ صَلّٰی فِیْهَا النَّبِیُّ ﷺ فَابْنِ عَلَیْهِ مَسْجِدًا فَهٰذِهِ الْاٰثَارُ كُلُّهَا اٰثَارُ بِنَاءِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ۔

لہٰذا ان مقامات پر نماز پڑھنا مستحب ہے اگرچہ ان مقامات کے نام معروف نہیں ہیں، کیونکہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا جب وہ مدینہ طیبہ کے والی و امیر تھے کہ جن مقامات کے بارے میں تمہیں معلوم ہو جائے کہ ان مقامات میں رسول ﷺ نے نمازیں پڑھی ہیں تم اس جگہ پر مسجد تعمیر کر دو، سو یہ تمام آثار (مساجد) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔

چودھواں باب
''مسجد ضرار'' اور اس کے منہدم ہونے کے ذکر میں:

اس مسجد کو منافقین نے ''مسجد قباء'' کے مشابہ بنایا تھا، سو منافقین اس مسجد میں جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) عیب جوئی کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرتے تھے اور جن لوگوں نے اس مسجد کو تعمیر کیا تھا ان کی تعداد (۱۲) بارہ تھی۔

اور وہ یہ ہیں:

۱۔ خِذام بن خالد اس نے اپنے گھر سے اس کی طرف جانے کے لیے راستہ نکال رکھا تھا۔

۲۔ ثعلبہ بن حاطب

۳۔ معتّب بن قُشیر

۴۔ ابو حبیبہ بن ازعر

۵۔ عباد بن حنیف

۶۔ جاریہ بن عامر اور اس کے دو بیٹے:

۷۔ مجمع بن جاریہ

۸۔ زید بن جاریہ

۹۔ نبتل بن حارث

۱۰۔ بحزج

۱۱۔ بجاد بن عثمان

۱۲۔ ودیعہ بن ثابت

پس جب ان منافقین نے ''مسجد ضرار'' کی تعمیر مکمل کر لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے وہ آ کر کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے مریض و بیمار اور حاجت والے شخص کے لیے، اسی

طرح بارش کے موسم میں اور سردی کے موسم میں بچاؤ کے لیے ایک مسجد تعمیر کی ہے۔اور ہم پسند کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لاکر ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ عَلٰی جَنَاحِ سَفَرٍ وَحَالِ شُغُلٍ وَلَوْ قَدْ قَدِمْنَا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَتَیْنَاکُمْ فَصَلَّیْنَا لَکُمْ فِیْہِ

بے شک میں اس وقت سفر پر ہوں اور مصروف ہوں۔جب ہم واپس آئیں گے ان شاء اللہ اس مسجد میں نماز ادا کرلیں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ (واپسی پر) وادی ''ذی اوان'' میں اترے، یہ ایک شہر ہے اس کے اور مدینہ طیبہ کے درمیان دن کی ایک گھڑی کا فاصلہ ہے۔

اس جگہ آپ ﷺ پر (اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی) مسجد ضرار کی خبر پہنچی، تو آپ ﷺ نے حضرت مالک بن دخشم اور معن بن عدی یا ان کے بھائی عاصم کو بلا کر فرمایا:

اِنْطَلِقَا اِلٰی ھٰذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ اَھْلُہٗ فَاھْدِمَاہُ وَحَرِّقَاہُ

تم اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے باشندے ظالم ہیں اسے گرا کر خاکستر کردو۔

یہ دونوں صحابہ جلدی جلدی چلے حتی کہ قبیلہ بنو سالم بن عوف جا پہنچے اور کھجور کی ٹہنی لے کر اس میں آگ کے شعلے بڑھکا دیئے، پھر تیزی کے ساتھ مسجد کی طرف بڑھے اور اس میں وہی منافقین موجود تھے، سوانہوں نے اسے جلا کر خاکستر کر دیا اور منافقین وہاں سے تتر بتر ہوگئے۔

اور اسی بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ مِنْ قَبْلُ وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ

(سورۃ التوبۃ: ۱۰۷)

(اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں)

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

قُلْتُ وَ هٰذَا الْمَسْجِدُ قَرِيْبٌ مِنْ مَسْجِدِ قُبَآءَ وَ هُوَ كَبِيْرٌ وَ حِيْطَانُهٗ عَالِيَةٌ وَ تُؤْخَذُ مِنْهُ الْحِجَارَةُ وَ قَدْ كَانَ بِنَآؤُهٗ مَلِيْحًا۔

میں کہتا ہوں: یہ مسجد ضرار، مسجد قباء شریف کے قریب تھی اور یہ بہت بڑی تھی اور اس کی دیواریں بھی بلند تھیں اور لوگ اس کے پتھر اٹھا اٹھا کر لے گئے اور اس کی تعمیر بھی اچھی تھی۔

پندرھواں باب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صاحبین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے وصال کے بیان میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کا ذکر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھی رات کو اپنے ہاں بلوایا۔

اور فرمایا:

يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ إِنِّي قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأَهْلِ الْبَقِيعِ فَانْطَلِقْ مَعِيَ

اے ابو مویہبۃ! مجھے اہل بقیع کے لیے استغفار کا (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے سو تو میرے ساتھ چل۔

حضرت ابو مویہبۃ کہتے ہیں میں آپ کے ساتھ چلا گیا، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بقیع کے سامنے ٹھہرے تو فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْمَقَابِرِ لِيَهْنَ لَكُمْ مَا أَصْبَحْتُمْ فِيهِ مِمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ فِيهِ أَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يَتْبَعُ آخِرُهَا أَوَّلَهَا الْآخِرَةُ شَرٌّ مِنَ الْأُولَى

اے قبرستان والو! تم پر سلامتی ہو تمہیں یہ مبارک ہو کہ تمہاری صبح (زندہ) لوگوں کی صبح سے بہتر ہے رات کی تاریکیوں کی طرح فتنے آ گئے ہیں ایک کے بعد دوسرا فتنہ آ رہا ہے، دوسرا فتنہ پہلے فتنہ سے زیادہ برا ہے۔

حضرت ابو مویہبۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے:

يَا أَبَا مُوَيْهِبَةَ إِنِّي قَدْ أُوتِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَالْخُلْدَ فِيهَا ثُمَّ الْجَنَّةَ فَخُيِّرْتُ بَيْنَ ذَالِكَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّي وَالْجَنَّةِ

اے ابو مویہبۃ! مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں اور دنیا میں ہمیشہ کی زندگی عطا کی گئی پھر جنت عطا کی گئی تو میں نے دنیا کے مقابلے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا ہے۔

حضرت ابو مویہبۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ﷺ دنیا کے خزانوں کی چابیاں اور دنیا میں ہمیشہ کی زندگی کو بھی لے لیں اور جنت کو بھی لے لیں۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

لَا وَاللّٰهِ يَا اَبَا مُوَيْهِبَةَ لَقَدِ اخْتَرْتُ لِقَاۤءَ رَبِّيْ وَالْجَنَّةَ

اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا، اے ابو مویہبۃ میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اہلِ بقیع کے لیے استغفار فرمایا اور واپس تشریف لے آئے۔

پس اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو وہ تکلیف شروع ہو گئی جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

(مسند امام احمد، ج ۳ ص ۴۸۸۔ المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۵۵۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲ ص ۱۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ بقیع شریف سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مجھے اس حال میں پایا کہ میرے سر میں شدید درد تھا۔ اور میں کہہ رہی تھی ہائے میرے سر میں شدید درد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: بلکہ اللہ کی قسم! اے عائشہ میرے سر میں درد ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ اے عائشہ! اگر تم مجھ سے پہلے وصال کر گئی تو میں خود تمہیں کفن دوں گا، تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تمہاری تدفین کروں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ ﷺ کی تکلیف بڑھتی گئی، لیکن اس کے باوجود ازواج مطہرات علیہن الرضوان کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔

جس وقت آپ ﷺ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے اس وقت آپ ﷺ کی تکلیف شدت اختیار کر گئی۔

سو آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو بلایا اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات (اس وقت) نو (۹) تھیں۔

سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ ام سلمہ، سیدہ ام حبیبہ، سیدہ جویریہ، سیدہ میمونہ، سیدہ زینب، سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہن اجمعین۔

آپ ﷺ نے ان ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین سے اس بات کی اجازت چاہی کہ میری تیمارداری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کی جائے۔

سو سب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین نے اجازت دے دی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر سہارا لیے ہوئے اور اپنے سر مبارک پر چھوٹا رومال باندھے ہوئے اور قدمین شریفین کو گھسیٹتے ہوئے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو بخار ہو گیا اور تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ تو ارشاد فرمایا:

هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ مِّنْ اٰبَارٍ شَتّٰى حَتّٰى اٰخْرُجَ اِلَى النَّاسِ فَاَعْهَدُ اِلَيْهِمْ۔

مختلف کنوؤں سے سات مشکیزے پانی کے بھر کر مجھ پر بہاؤ تا کہ میں لوگوں کی طرف جا کر انہیں وعظ و تبلیغ کروں۔

سو انہوں نے آپ ﷺ کو ایک ٹب میں بٹھایا اور آپ ﷺ کے جسم انور پر پانی بہایا گیا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر پٹی شریف باندھے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

پھر آپ ﷺ نے اصحاب اُحد کے لیے بکثرت استغفار فرمایا اور ان کے لیے دعائیں فرمائیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

اِنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ خَيَّرَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ

بے شک اللہ رب العزت نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا میں رہنے یا اپنے پاس بلانے کا اختیار دیا ہے۔ سو اس بندے نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو اختیار فرما لیا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کلام کو سمجھ گئے اور پہچان گئے کہ اس "عبد" سے مراد خود حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اور عرض کیا:

نَحْنُ نَفْدِيْكَ بِاَنْفُسِنَا وَاَبْنَآئِنَا

یا رسول اللہ ﷺ ہماری جانیں اور ہماری اولاد آپ پر قربان ہوں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت مبارکہ:

بعدازاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِسْتَوْصُوْا بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا فَاِنَّ النَّاسَ يَزِيْدُوْنَ وَالْاَنْصَارُ عَلٰى هَيْئَتِهَا لَا تَزِيْدُ وَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَيْبَتِيَ الَّتِيْ اَوَيْتُ اِلَيْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَ تَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔

اے مہاجرین کی جماعت! انصار کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرنا پس بے شک لوگ تو بڑھتے جائیں گے مگر انصار میں اضافہ نہیں ہوگا بلاشبہ یہ لوگ میرے نہایت قابل اعتماد ساتھی ہیں میں نے ان کی طرف (ہجرت کر کے) پناہ لی۔ سو تم ان کے اچھے لوگوں سے مزید اچھائی کا سلوک کرنا اور ان میں سے برائی کرنے والوں سے درگذر کرنا۔

یہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف سے نیچے اترے اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا۔

(السیرة النبویة لابن ہشام، ج ۴ ص ۲۱۹ مطبوعہ المکتبة التوفیقیہ)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَلْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

میں نے کسی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شدید درد میں مبتلا نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۶۴۶۔ مسند طیالسی، رقم الحدیث ۱۵۳۶۔ صحیح ابن حبان۔ رقم الحدیث ۲۹۱۸)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مجھے تم میں سے دو شخصوں کے برابر بخار چڑھتا ہے:

نیز صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو شدید بخار چڑھا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ

جی ہاں! مجھے اتنا بخار چڑھا ہوا ہے جتنا تم میں سے دو مردوں کو بخار چڑھتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۶۴۸۔صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۹۳۷۔صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۷۱)

جب آپ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہوا اس دوران بروز پیر صبح کی نماز کے لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور نماز پڑھانے کے لیے آپ ﷺ کو اطلاع دینے کے لیے آئے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ

تم ابو بکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

سو جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے تھوڑی سی خفت محسوس فرمائی تو لوگوں کے پاس تشریف لے آئے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۶۴۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۱۸۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۱۲۰)

آقا ﷺ کی مسجد شریف آمد پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اظہارِ فرحت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ لوگوں کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، تو آپ ﷺ نے پردہ ہٹایا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چوکھٹ پر کھڑے ہو گئے۔

تو جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ ﷺ کو دیکھا تو قریب تھا کہ انتہائی خوشی کی وجہ سے کہیں نماز نہ توڑ بیٹھیں۔

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صفیں کشادہ کر دیں، آپ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔

راوی کہتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حالت نماز میں دیکھا تو خوشی سے مسکرائے۔

اور یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو اتنا حسین صورت والا کبھی نہیں دیکھا تھا جتنا حسین اس دن اور اس گھڑی دیکھا تھا۔

امامتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو بکر بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صفوں میں کشادگی کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہچان گئے، کہ صحابہ کرام علیہم

الرضوان یہ عمل صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک پر ہی کرتے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ فوراً مصلے شریف سے پیچھے کی طرف ہٹنے لگے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پشت کی جانب سے آگے کر دیا، اور ارشاد فرمایا:

صَلِّ بِالنَّاسِ

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ۴ ص ۲۲۶۔ صحیح البخاری: رقم ۴۴۴۷)

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے خطاب فرمایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک مسجد کے دروازہ سے باہر سنائی دے رہی تھی۔

اور خطاب میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سُعِّرَتِ النَّارُ وَأَقْبَلَتِ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ وَإِنِّي وَاللهِ مَا تُمْسِكُونَ عَلَيَّ بِشَيْءٍ إِنِّي لَمْ أُحِلَّ إِلَّا مَا أَحَلَّ الْقُرْآنُ وَلَمْ أُحَرِّمْ إِلَّا مَا حَرَّمَ الْقُرْآنُ

اے لوگو! جہنم کی آگ بھڑکائی جا چکی ہے اور فتنے رات کی تاریکی کی طرح آ رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم مجھ پر کسی معاملہ میں گرفت نہیں کر سکتے میں نے وہی حلال کیا ہے جو قرآن نے حلال کیا ہے اور میں نے وہی حرام قرار دیا ہے جو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطاب مبارک سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھ رہا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طرح بہتر ہو چکے ہیں جیسے ہم پسند کرتے تھے۔ آج میں نے (اپنی دوسری زوجہ مطہرہ) بنت خارجہ کے پاس جانا ہے کیا میں چلا جاؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں چلے جاؤ۔

راوی کہتے ہیں:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ میں چلے گئے اور جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کی طرف مقام "سنح" چلے گئے۔ اسی دن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہو کر لوگوں کی طرف باہر آئے۔

تو لوگ آپ سے پوچھنے لگے، اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت شریف کیسی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: الحمد للہ ٹھیک ہے۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا:

اے علی! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر وصال شریف کے اس طرح آثار دیکھے ہیں جس طرح آل عبدالمطلب کے چہروں پہ میں موت کے آثار پہچانتا ہوں۔

(صحیح البخاری رقم، الحدیث ۴۴۴۷۔السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ۴ص ۲۲۷)

سیدہ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا سے راز و نیاز کی گفتگو:

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوصال میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور آہستہ آہستہ ان سے کچھ بات ارشاد فرمائی جس سے وہ رو پڑیں۔

پھر دوبارہ انہیں بلوایا اور آہستہ آہستہ سے کوئی بات ارشاد فرمائی اب کی باری وہ مسکرائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس بارے میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

پہلی مرتبہ میرے کان میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ اسی بیماری میں میرا وصال ہو جائے گا، اس لیے میں رو پڑی۔

اور دوسری مرتبہ میرے کان میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملوں گی، یہ سن کر میں مسکرا پڑی۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۶۲۵۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۵۰۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۹۵۴)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ:

اسی صحیح بخاری شریف میں ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ ایک احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف میرے گھر میں، میری باری والے دن اور میرے سینہ پر اور میری گود میں ہوا۔

اور بلاشبہ خالق کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت میرے لعاب اور آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک کو اکٹھا فرمایا۔

میرے پاس (میرے بھائی) حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما تشریف لائے اس حال میں کہ نبی اکرم ﷺ میرے سینہ سے سہارا لیے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تر مسواک تھی جس سے وہ مسواک کررہے تھے، سو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ وہ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

میں نے پہچان لیا کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی آپ کے لیے مسواک لے لوں؟ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جی ہاں۔ پس میں نے مسواک لے کر اس کو نرم کیا اور اسے خوب چبایا، پھر میں نے وہ مسواک آپ ﷺ کو دے دی، سو آپ ﷺ نے مسواک فرمایا۔

آپ ﷺ نے اس قدر احسن طریقے سے مسواک کیا حتی کہ میں نے پہلے کبھی اس طرح اچھے طریقے سے آپ ﷺ کو مسواک کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اور آپ ﷺ کے آگے پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا۔

پس آپ ﷺ پیالہ میں ہاتھ شریف داخل کر کے پانی اپنے چہرہ انور پر پھیرتے اور ساتھ یہ فرماتے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ لَسَكَرَاتٍ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں یقیناً موت کے وقت کی سختی برحق ہے۔

پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر یوں فرماتے:

"فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى"

یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوگیا۔

اور ہاتھ مبارک ڈھیلے ہوگئے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۴۹۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۷۱۱۶)

ہر نبی وصال سے پہلے اپنا محل جنت میں دیکھ لیتا ہے:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بحالت صحت فرمایا کرتے تھے:

لَنْ يُّقْبَضَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ

ہرگز کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنا محل دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔

پس جب رسول اللہ ﷺ کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی اور وصال مبارک کا وقت قریب آیا اس حال میں کہ آپ ﷺ کا سر انور میری گود میں تھا آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔

پھر جب گھر کی چھت کی طرف (مراد آسمان کی طرف) اپنی نگاہ مبارک کو اٹھایا:

تو فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"

تو میں نے دل میں کہا آپ ﷺ ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے، تو میں سمجھ گئی یہ وہ حدیث مبارک تھی جو آپ ﷺ ہمیں حالتِ صحت میں سنایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۶۳۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۴۴)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک سے پہلے اس وقت جب آپ ﷺ میرے جسم کے ساتھ سہارا لے کر تشریف فرما تھے۔میں نے کان لگا کر آپ ﷺ سے یہ دعا سنی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

اے اللہ میرے درجات بلند سے بلند فرما اور مجھ پر رحمت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۴۰۔صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۴۴۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۶۱۸)

رسول اللہ ﷺ کا اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کو تسلی دینا:

جب رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک کا وقت قریب آیا تو حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ہائے میرے ابو جان کی تکلیف۔یہ سن کر انہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ عَلٰی اَبِیْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْیَوْمِ تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری رقم، الحدیث ۴۴۶۲۔صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۶۲۲۔سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۶۳۰)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جس وقت آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی اس وقت آپ ﷺ میری گود میں آرام فرما تھے، سو میں نے آپ

ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا، آپ ﷺ نے اپنی آنکھیں مبارک اوپر کی طرف اٹھائیں اس حال میں کہ آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے:

"بَلِ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فِي الْجَنَّةِ"

اس کے بعد آپ ﷺ کا وصال شریف ہو گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کے سر مبارک کو تکیہ پر رکھ دیا اور میں بھی دیگر عورتوں کی طرح غم کی وجہ سے نڈھال ہو گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲ ص ۲۰۱۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ۴ ص ۲۲۷ملخصاً)

(ہمارے نزدیک اس حدیث کی سند محلِ نظر ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن سعد نے "طبقات" میں اس حدیث کو اپنے شیخ واقدی سے روایت کیا ہے اور واقدی عند الجمہور ضعیف ہے۔ نیز "السیرۃ النبویہ لابن ہشام" میں یہ حدیث امام محمد بن اسحاق سے مروی ہے اور وہ مشہور مدلس ہیں۔ فافہم۔ انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے اس روایت کو ذکر کر کے اس کا رد کیوں نہیں فرمایا؟ میں کہتا ہوں: شاید اس لیے کہ اس کا مردود ہونا واضح تھا۔

فلذالك ضرب عنها صفحًا۔ والله ورسوله اعلم بالصواب۔ از مترجم کتاب ہذا محمد اللہ بخش قادری تونسوی غفرلہ)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ماجد کے وصال پُرملال پر یہ کلمات کہے:

اے میرے ابا جان! جنہوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا، اے میرے ابا جان! جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے، اے میرے ابا جان! ہم آپ کے وصال مبارک پر جبریل علیہ السلام سے تعزیت کرتے ہیں۔

سیدنا جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت آپ سے عرض کیا:

يَا اَحْمَدُ هٰذَا آخِرُ وَطْئِيْ فِي الْاَرْضِ وَلَا اَنْزِلُ اِلَيْهَا اَبَدًا بَعْدُ اِنَّمَا كُنْتَ حَاجَتِيْ مِنَ الدُّنْيَا

اے احمد (ﷺ) روئے زمین پر یہ میری آخری آمد ہے اس کے بعد اس زمین کی طرف کبھی میں نازل نہیں ہوں گا، دنیا میں صرف آپ کی خاطر میں آتا تھا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کا وقت اور تاریخ:

بروز سوموار بوقت چاشت (۱۲) بارہ ربیع الاول

۱۱ھ میں تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا، جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل دس سال مدینہ طیبہ میں تبلیغِ رسالت اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کرتے ہوئے گزارے۔

بعد از وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا منافقین کو ڈانٹنا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوگیا، تو جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

کچھ منافقین لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا (سنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہیں ہوا لیکن وہ اپنے رب کی طرف گئے ہیں۔

جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام گئے تھے، کیونکہ وہ بھی اپنی قوم سے چالیس راتوں تک غائب ہو گئے تھے، پھر وہ ان کی طرف جب لوٹے تو ان کے بارے میں یہ کہا جا چکا تھا کہ ان کا وصال ہوگیا۔

اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور بضرور ان منافقوں کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ دیں گے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔

مؤرخین فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقام ''سنح'' میں موجود اپنی رہائش گاہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس دوران کسی سے کوئی بات نہ کی، یہاں تک کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آئے اور سیدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور کی طرف متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور کو لمبی چادر سے ڈھکا گیا تھا، سو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوب چمٹ کر بوسہ لیا اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

پھر فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں اللہ کی قسم! ہرگز اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔

یہی آج کی موت (وصال مبارک) آپ کی آخری موت (وصال مبارک) ہے، اس کے بعد کبھی آپ ﷺ پر موت طاری نہیں ہوگی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وہ چادر مبارک آپ ﷺ کے جسم انور کی طرف واپس اوپر رکھ دی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اے عمر! خاموش ہو جاؤ۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش نہ ہوئے۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خاموش نہیں ہو رہے تو آپ رضی اللہ عنہ خود لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، سو جب لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات کو سنا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے توجہ ہٹالی۔

بعد از وصالِ نبوی ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ:

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا:

اے لوگو! جو شخص سیدنا محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ سن لے حضرت محمد ﷺ کا آج وصال ہو چکا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو وہ سن لے بے شک اللہ زندہ ہے اس پر موت طاری نہیں ہو سکتی۔

راوی کہتے ہیں اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔

(آل عمران۔ ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ:

راوی کہتے ہیں: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب یہ آیت سنی تو ایسے لگتا تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سے پہلے انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ آیت بھی قرآن مجید میں نازل کی گئی ہے۔

اور لوگوں نے یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سنی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ کی قسم! میں نے بھی یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلی بار سنی، میں حیران و ششدر رہ گیا یہاں تک کہ میں زمین پر گر پڑا میرے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔

(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٦٢٠ ـ الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج ٢ ص ٢٠٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارک کس دن کو ہوئی:

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کہنے لگے:

اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تدفین نہیں کی جائے گی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف نہیں ہوا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل ہوگی، سو تدفین مبارک حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے منگل کے دن تک مؤخر کر دی۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہو چکا، کیونکہ میں بنو عبدالمطلب کی موت کو پہچانتا ہوں اور وہی آثار میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھے ہیں۔ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین شریف نہیں کی گئی جب تک کہ وصال مبارک کے آثار ناخن مبارک میں پہچان نہیں لیے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والے حضرات:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل شریف دینے کا ارادہ فرمایا تو ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ اور وہ کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح غسل مبارک دیں جس طرح ہم اپنے دیگر فوت شدگان کو دیتے ہیں؟ (یعنی کپڑے مبارک جسم انور سے اتار کر غسل شریف دیں) یا اس طرح غسل مبارک دیں کہ کپڑے مبارک اسی طرح جسم انور پر موجود رہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب یہ اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو طاری فرما دیا، حتی کہ ان میں سے ہر شخص کی ٹھوڑی نیند کی وجہ سے اسکے سینہ کے ساتھ لگ رہی تھی۔

پھر گھر کے کونے سے ان سے کسی بات کرنے والے نے بات کی، صحابہ کرام علیہم الرضوان نہیں جانتے تھے وہ کون تھا۔

ان سے کہنے والے نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل شریف دو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ ﷺ کو غسل شریف دیا اس حال میں کہ آپ ﷺ کے جسم انور پر کپڑے مبارک موجود تھے۔ وہ کپڑوں کے اوپر سے غسل مبارک دے رہے تھے۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسالت مآب ﷺ کو غسل شریف دیا:

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ کے ساتھ سہارا دے کر غسل مبارک دیا، اس حال میں کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک پر کپڑے موجود تھے، وہ کپڑے کے باہر سے ہی غسل شریف دے رہے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کی طرف ہاتھ نہ پہنچاتے۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج ۴ ص ۲۳۲۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۶۲۸)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دو صاحبزادے حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہما بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہاتھ بٹاتے جاتے۔

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت شقران رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پانی بہاتے جاتے۔ اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ساتھ ساتھ فرماتے جاتے:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا أَطْيَبَكَ حَيًّا وَمَيِّتًا

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ وصال مبارک سے پہلے اور بعد از وصال کس قدر طیب و طاہر ہیں؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ اس لیے فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کے جسم اقدس سے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جو عام طور پر دیگر فوت شدگان سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر غسل شریف سے فراغت کے بعد آپ ﷺ کو کفن مبارک پہنایا گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام، ج ۴ ص ۲۳۲۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۶۲۸۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲ ص ۲۱۲۔ مسند امام احمد، ج ۱ ص ۲۶۰)

رسول اللہ ﷺ کے کفن شریف کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ۔

رسول اللہ ﷺ کو تین سفید یمن کے بنے ہوئے سوتی کپڑوں میں کفن شریف دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ تھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۲۷۳۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۹۴۱۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۰۳۷)

رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی:

اس کے بعد جب تیسرے دن رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے فراغت ہوگئی تو آپ ﷺ کے جسم اقدس کو آپ ﷺ کے حجرہ مبارکہ میں تخت شریف پر رکھا گیا۔

پھر تھوڑے تھوڑے لوگ آئے اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھتے گئے

(مراد شاید درود و سلام ہے، واللہ ورسولہ اعلم)

پہلے مرد آئے، پھر عورتیں آئیں، پھر بچے آئے۔ یاد رہے! رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ کے لیے کسی نے امامت نہیں کی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ج ۴ ص ۲۳۳۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۶۲۸۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۷ ص ۲۵۰)

رسول اللہ ﷺ کا مقام تدفین شریف:

تدفین مبارک کے سلسلہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اختلاف ہوگیا۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبدالرحمٰن بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن الفقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن احمد بغداد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن محمد عکبری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوعبداللہ بن مخلد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن سعد بن مغیرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالحمید بن جعفر نے حدیث بیان کی، از عثمان بن محمد اخنسی، از عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع ان کا بیان ہے کہ:

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ہوا، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپ ﷺ کی قبر شریف کی جگہ کے تعین میں اختلاف ہو گیا۔

کسی نے کہا: بقیع شریف میں تدفین کر دی جائے کیونکہ آپ ﷺ اہل بقیع کے لیے استغفار فرمایا کرتے تھے۔

اور کسی نے کہا: منبر شریف کے پاس، اور کسی نے کہا: آپ ﷺ کے مصلی شریف کے پاس۔

اسی دوران جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ نے فرمایا:

سنو! میرے پاس اس سلسلہ میں ایک حدیث مبارک ہے، میں نے خود رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَاقُبِضَ نَبِيٌّ اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ تُوُفِّيَ

نبی (ﷺ) کا جس جگہ وصال مبارک ہوتا ہے اسی جگہ ان کی تدفین شریف کی جاتی ہے۔

(جامع الترمذی۔رقم الحدیث۱۰۱۸۔الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲ ص ۲۲۳)

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں لاحق بن علی صوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ہبۃ اللہ بن محمد کاتب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسن بن محمد واعظ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن جعفر قطیعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد گرامی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد نے خبر دی کہ: اصحابِ رسول ﷺ کو معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کس مقام پر رسول اللہ ﷺ کی تدفین مبارک کریں، حتی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا۔ تو پھر انہوں نے آپ ﷺ کا اس جگہ موجود تخت مبارک ہٹا کر اس کے نیچے قبر شریف کھودنا شروع کر دی۔

(الطبقات الکبریٰ، ج ۲ ص ۲۲۳)

قبر اطہر تیار کرنے والے حضرات:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر شریف کھودنے کا ارادہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اہلِ مکہ کے طریقہ پر (شق والی قبر) کھودتے تھے۔

جبکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اہلِ مدینہ طیبہ کی طرز پر قبر تیار کرتے تھے (یعنی لحد والی قبر تیار کرتے تھے)۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو فرمایا: تم حضرت ابوعبیدہ کی طرف جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ۔

اور دوسرے کو فرمایا: تم حضرت ابوطلحہ کی طرف جاؤ۔ (پھر یہ دعا فرمائی):

اے اللہ تو اپنے رسول ﷺ کے لیے ان میں سے جس کو چاہے چن لے۔

تو جس شخص کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا اسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔

سو وہ آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد مبارک تیار کی۔

رسول اللہ ﷺ کی تدفین مبارک کرنے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان:

اس کے بعد بدھ کی رات آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی تدفین مبارک عمل میں لائی گئی اور جو صحابہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف میں اترے تھے وہ یہ ہیں:

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم، سیدنا فضل بن عباس، سیدنا قثم بن عباس، سیدنا شقران رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آپ ﷺ کی لحد مبارک کو (۹) نو کچی اینٹوں سے بند کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۲۲۶۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۷ ص ۲۵۲۔ السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ۴ ص ۲۳۳)

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی صفت مبارکہ کا بیان:

حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر پانی چھڑکاؤ کیا گیا اور آپ ﷺ کی قبر شریف پر سرخ رنگ کی کنکریاں رکھی گئیں اور قبر شریف کو سطح زمین سے ایک بالشت اونچا کیا گیا۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۶۳۔ سنن ابو داؤد، رقم الدیث ۳۲۲۰)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں بواسطہ ابوبکر بن عیاش، حضرت سفیان تمار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کو دیکھا کہ وہ کوہان نما تھی۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۹۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۲۳۴)

اور صحیح البخاری میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین شریف کا عمل مکمل ہو گیا تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

اے انس! تمہارے دلوں نے کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مٹی رکھنا گوارہ کیا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۴۶۲۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۶۳۰)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غم وحزن کا اظہار:

امام ابن نجار رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں:

ہمیں ابوجعفر واسطی نے خبر دی، از ابوطالب، از ابن یوسف، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن بن ابنوسی نے خبر دی، از عمر بن شاہین، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن موسیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن محمد کاتب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے طاہر بن یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، از میرے جد امجد، از جعفر بن محمد، از والد خود، از سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم انہوں نے فرمایا:

لَمَّا رُمِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَآءَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَقَفَتْ عَلٰى قَبْرِهٖ وَ اَخَذَتْ قَبْضَةً مِنْ تُرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلٰى عَيْنِهَا وَبَكَتْ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین شریف مکمل ہو گئی تو سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس بیٹھ گئیں اور قبر شریف کی مٹی مبارک سے مٹھی بھر کر آنکھوں پر رکھی اور رونے لگیں۔

پھر یہ اشعار پڑھنے لگیں:

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ … اَنْ لَّا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا … صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

جس شخص نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر شریف کی مٹی سونگھ لی اس پر اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کہ وہ ایک طویل مدت تک کوئی قیمتی خوشبو نہ سونگھے، مجھ پر ایسی مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اگر انہیں دنوں پر ڈالا جائے تو رات ہو جائیں۔

اور حضرت ابوجعفر محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

مَا رُؤِيَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعْدَ اَبِيْهَا ضَاحِكَةً وَمَكَثَتْ بَعْدَهٗ سِتَّةَ اَشْهُرٍ

رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔

اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کے بعد چھ ماہ تک بقید حیات رہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲ ص ۲۳۸)

حضرت حجاج بن عثمان اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جس دن رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہوا اس دن میں نے دیکھا کہ لوگ ایک ٹیلہ پر جمع ہو کر رو رہے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَآءً وَاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ ﷺ فِيْ هٰذَيْنِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا اور فرمایا ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہوا تھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۱۰۸۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۸۰۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۶۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الوصال کے وقت ارشاد فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ

اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اگر اس کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر شریف کو کھلی جگہ بنایا جاتا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۳۰۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۶۱۹)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ طیبہ کے پاس کیل ٹھونکنے سے منع فرمانا:

(مصنف کتاب امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

ہمیں یحییٰ بن اسعد بن بوش نے خبر دی، از ابو علی الحداد، از ابونعیم الحافظ، از جعفر الخلدی، انہوں نے کہا ہمیں ابو یزید مخزومی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے کئی لوگوں نے حدیث بیان کی، جن میں سے ایک عبدالعزیز بن ابوحازم اور نوفل بن عمارہ بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسجد نبوی شریف کی کسی دیوار میں کیل یا میخ ٹھونکنے کی آواز کو سنتیں تو ان کی طرف پیغام بھیج دیتیں کہ:

اَنْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللهِ

رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

اسی لیے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے گھر مبارک کے دروازے مدینہ طیبہ سے باہر حدود کی طرف تیار کروائے تھے۔ اسی خدشہ کی وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔

روایت میں آتا ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن میں سے کسی زوجہ مطہرہ نے گھر کا دروازہ ٹھیک کرنے کے لیے کسی ترکھان کو بلایا، اس ترکھان نے ایک جگہ زوردار طریقہ سے کیل ٹھونکا۔

تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انتہائی سخت لہجہ میں اس ترکھان کو خوب ڈانٹا۔

اور فرمانے لگیں:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ حُرْمَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهٖ اِذَا كَانَ حَيًّا

کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر بعد از وصال بھی اسی طرح ہے جس طرح قبل از وصال مبارک تھی۔

کسی عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ہوا؟ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس کیل ٹھونکنے کی آواز رسول اللہ ﷺ کو آج بعد از وصال بھی اسی طرح تکلیف پہنچا رہی ہے جیسے اگر حضور ﷺ (بظاہر) حیات ہوتے تو یہ تکلیف پہنچاتی۔

(فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَیَا قُرَّةَ عَیْنِیْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ حُبَّ مُحَمَّدٍ ﷺ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ بِجَاهِ حَبِیْبِهِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰی ﷺ)

از گدائے درِ محمد ﷺ خادم و مترجم کتاب ہذا: محمد اللہ بخش تونسوی قادری غفرلہ

۱۱ ذوالعقدہ ۱۴۳۷ھ ۲۰۱۶ ۱۴۔اگست بروز اتوار

بوقت ۱۲:۲۰ رات)

خلیفہ اوّل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کا ذکر:

امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہودیوں نے چاولوں میں زہر ملا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو کھلائے تھے۔

نیز کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو گوشت کے شوربہ میں زہر ملا کر دیا گیا تھا۔

حارث بن کلدہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ گوشت کھایا تھا مگر انہیں فوراً ہی پتہ چل گیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ہاتھ پیچھے کی طرف کھینچ لیا تھا۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ زہریلا کھانا کھا رہے ہیں، اُسی سال زہر کے اثرات آپ رضی اللہ عنہ کے جسم انور پر ظاہر ہونے لگے جس کی وجہ سے ٹھیک ایک سال بعد آپ رضی اللہ عنہ کا وصال شریف ہو گیا۔

وصال مبارک سے قبل پندرہ دن تک آپ کی طبیعت ناساز رہی، تو آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ طبیب کو بلائیں، ارشاد فرماتے: اس نے مجھے دیکھ لیا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا پھر اس نے آپ کے لیے کیا تجویز کیا ہے؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس نے کہا: میں جو چاہوں کر سکتا ہوں (اس سے آپ رضی اللہ عنہ کا اشارہ باری تعالیٰ جل مجدہ کی طرف تھا)

(تاریخ الملوک والامم للطبری، ج ۲ ص ۳۴۷۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۴۸)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طبیعت اولاً اس طرح ناساز ہوئی کہ آپ نے بدھ والے دن سات جمادی الاخریٰ کو غسل شریف کیا۔ اس دن انتہائی سخت سردی تھی، سو پندرہ دن تک انہیں بخار چڑھا رہا، نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہ لے جاتے، بلکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرماتے اور وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس آتے تھے، اور آپ کی طبیعت مبارکہ ہر دن پہلے سے زیادہ بگڑتی

جاتی، ان دنوں آپ رضی اللہ عنہ اس گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تھا اور یہ مکان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے واقع تھا۔

علماء سیر فرماتے ہیں: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت بنت خارجہ بن زید کے ہاں مقام ''سنح'' میں ٹھہرتے تھے، خلافت کی بیعت کے بعد تقریباً چھ ماہ مقام ''سنح'' میں مقیم رہے، صبح صبح مدینہ طیبہ تشریف لے آتے تھے، کبھی پیدل اور کبھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اور آپ رضی اللہ عنہ ایک چادر اور ایک تہبند پہن کر آتے تھے۔

اور مدینہ طیبہ پہنچ کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، پھر جب عشاء کی نماز پڑھا لیتے تو مقام ''سنح'' میں موجود اپنے گھر کی طرف چلے جاتے، سو جب مسجد نبوی شریف میں تشریف لے آتے تو خود نماز پڑھاتے تھے ورنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کسبِ معاش:

آپ رضی اللہ عنہ تاجر تھے، ہر دن بازار جا کر خرید و فروخت فرماتے تھے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس چند بکریاں تھیں جنہیں آپ چرانے کے لیے لے جاتے۔

اور کبھی وہ خود چر آتی تھیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے محلہ کے لوگوں کے کہنے پر ان کو ان کی بکریوں کا دودھ دوھ دیتے تھے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو محلہ کی ایک باندی کہنے لگی اب یہ ہمیں ہماری بکریوں کا دودھ دوھ کر نہیں دیں گے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن لی اور ارشاد فرمایا:

مجھے میری زندگی عطا کرنے والے کی قسم! میں ضرور تمہیں تمہاری بکریوں کا دودھ دوھ کر دوں گا۔ اور میں اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ جس حسین اخلاق پر میں چل رہا تھا وہ مجھے خلافت کی وجہ سے ان سے دور نہیں فرمائے گا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کو ان کی بکریوں کا دودھ دوھ کر دیتے تھے۔ پھر بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے مستقل طور پر مدینہ طیبہ قیام فرمانا شروع کر دیا۔ اور اپنے معاملہ میں خوب غور و فکر کرنے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم اپنی تجارت کا بوجھ اور خلافت کی ذمہ داریاں ایک ساتھ ان سب کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔

سو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو خلافت کے لیے اور لوگوں کی دیکھ بھال کے لیے مختص کر لیا اور تجارت کو ترک کر دیا۔

اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے لیے ''بیت المال'' سے وظیفہ لینا شروع کر دیا، بعد ازاں حج بھی فرمایا اور عمرہ بھی ادا کیا۔

اور وظیفہ کی مقدار جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشورہ اور رائے سے مقرر ہوئی وہ سالانہ چھ ہزار درہم (۶۰۰۰) تھی۔

جتنا پیسہ میں نے بیت المال سے لیا ہے وہ سب واپس کر دینا:

جب آپ رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے اہلِ خانہ کو فرمایا:

بیت المال سے جتنا میں نے وظیفہ لیا ہے وہ سب واپس کر دیا جائے۔

میں اس مال سے کچھ نہیں لینا چاہتا اور فلاں علاقے میں میری جائیداد ہے جتنا میں نے مسلمانوں کے بیت المال سے وظیفہ لیا ہے اتنی میری زمین ان کے نام کر دی جائے۔

یہ بات جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

لَقَدْ أَتْعَبَ مَنْ بَعْدَهُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بعد میں آنے والے خلیفہ کے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲ ص ۱۳۸)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا:

میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

کتنے کپڑوں میں تم نے رسول اللہ ﷺ کو کفن مبارک دیا تھا؟ میں نے عرض کی تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن شریف دیا تھا، ان میں نہ عمامہ تھا، نہ قمیص تھی۔ نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ کس دن رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہوا تھا؟ میں نے عرض کی پیر والے دن۔

پھر پوچھا آج کون سا دن ہے؟ میں نے عرض کی پیر کا دن ہے۔ ارشاد فرمایا: آنے والی رات لگتا ہے میری زندگی کی آخری رات ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑوں کو دیکھا جو کپڑے آپ نے حالت مرض میں پہنے ہوئے تھے ان کپڑوں پر زعفران کے داغ دھبے تھے۔ ارشاد فرمایا:

میرے ان کپڑوں کو دھو دو اور ان پر دو اور کپڑوں کا اضافہ کر کے مجھے ان میں کفن دے دینا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی یہ تو پرانے کپڑے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

بے شک زندہ شخص نئے کپڑے پہننے کا زیادہ حقدار ہے۔

منگل کی رات کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہوا اور قبل از صبح آپ کی تدفین مبارک کی گئی۔

(مسند امام احمد، ج ۶ ص ۴۵۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۸۷۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۶۱۵)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تکفین، غسل مبارک، نماز جنازہ اور تدفین کا بیان:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال مبارک سے قبل جو کلمات کہے تھے وہ یہ تھے:

رَبِّ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

ترجمہ: اے میرے رب مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔

اور منگل کے دن مغرب اور عشاء کے درمیان میں (۲۲) بائیس جمادی الاخری ۱۳ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا وصال شریف ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت (۲) سال تین ماہ (3) اور (۱۰) دس راتیں ہیں۔

اور آپ کی عمر شریف تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل شریف دیا، جبکہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آپ کے جسم انور پر پانی بہا رہے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو اس تخت پر غسل شریف دیا گیا جس تخت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل شریف دیا گیا تھا۔

اور اسی تخت پر آپ رضی اللہ عنہ کے جسم انور کو اٹھایا گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر شریف کے سامنے مسجد نبوی شریف میں آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

منگل کی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین مبارک ہوئی اور لحد کو لحد سے ملا کر قبر انور تیار کی گئی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر انور میں اترنے والے حضرات:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک میں یہ حضرات اترے تھے:

حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا اظہارِ غم:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کے وقت آپ کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں بقید حیات تھے، جب ان کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کی اطلاع ملی، تو کہنے لگے:

رِزْءٌ جَلِيْلٌ   نہایت غمگین خبر ہے۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ چھ ماہ اور چند دن تک بقید حیات رہے۔ بعد ازاں محرم الحرام کے مہینہ ۱۴ھ میں ستانوے (۹۷) سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا وَعَنْ جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۸۔۱۳۹۔تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۳۴۸۔۳۴۹)

(اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَةَ سَيِّدِنَا اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِیْ اَعْلٰی عِلِّيِّيْنَ وَاحْشُرْنَا مَعَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَقِّ حَبِيْبِهِ الْمُصْطَفٰی ﷺ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

از خادم ومترجم کتاب ہذا: محمد اللہ بخش تونسوی قادری غفرلہ

۱۷۔۸۔۲۰۱۶

بعد از نماز عصر، بروز منگل)

خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کا ذکر:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مسند (مصنف) میں حضرت معدان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر فرمایا۔ پھر فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ رُؤْیَا کَاَنَّ دِیْکًا اَحْمَرَ نَقَرَنِیْ نَقْرَتَیْنِ وَلاَ اُرَاهُ ذَالِكَ اِلَّا لِحُضُوْرِ اَجَلِیْ وَ اِنَّ نَاسًا یَأْمُرُوْنَ اَنْ اَسْتَخْلِفَ وَاِنَّ اللهَ لَمْ یَکُنْ یُضَیِّعُ دِیْنَهٗ وَخِلَافَتَهٗ وَالَّذِیْ بَعَثَ بِهٖ نَبِیَّهٗ ﷺ فَاِنْ عَجِّلَ بِیَ الْاَمْرُ فَالْخِلَافَةُ شُوْرٰی بَیْنَ هٰؤُلَآءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ الَّذِیْنَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَاَیُّهُمْ بَایَعُوْا فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْا۔

اے لوگو! میں نے خواب میں ایک سرخ مرغ کو دیکھا جس نے مجھے دو مرتبہ چونچ ماری اور میرا یہی خیال ہے کہ میری وفات کا وقت آچکا ہے اور کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ بناؤں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کو ضائع نہیں فرمائے گا، اس ذات کی قسم جس نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اگر میرا معاملہ (میرا وصال مبارک) جلدی ہو جائے تو خلافت کا معاملہ ان چھ لوگوں کے مشورہ پر ہے جن سے رسول اللہ ﷺ وصال مبارک کے وقت تک راضی رہے۔ سو وہ جس کی بیعت کر لیں تو تم سب پر ان کی بات کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

اس کے بعد حضرت معدان رضی اللہ عنہ نے طویل گفتگو فرمائی۔

پھر فرمایا:

اس کے بعد بروز جمعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور بدھ کے دن انہیں شہید کیا گیا۔

(مسند طیالسی، ص ۱۱۔ مسند امام احمد، ج ۱ ص ۴۸۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۰۹۱۔ السنن الکبری للبیہقی، ج ۳ ص ۷۸)

واقعہ شہادت:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

انہوں نے فرمایا: میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان فاصلہ صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تھا۔ یہ اس صبح کی بات ہے جس دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ جب دو صفوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں فرماتے۔ اپنی صفیں درست کرو۔

یہاں تک کہ جب نمازیوں کے درمیان بالکل خالی جگہ نہ ہوتی اور صفیں درست ہوگئی ہوتیں۔

تو آگے بڑھ کے "اللہ اکبر" کہہ دیتے تھے۔ بسا اوقات "سورۃ یوسف" یا "سورۃ النحل" یا ان سورتوں کے برابر کوئی سورۃ پہلی رکعت میں تلاوت فرماتے۔

یہاں تک کہ سب لوگ جمع ہو جاتے۔ سو رکوع میں جانے کے لئے "اللہ اکبر" کہنے سے قبل ہی آپ فرمانے لگے اور میں سن رہا تھا:

مجھے کسی نے مار دیا ہے، یا فرمایا: کوئی کتا مجھے کاٹ گیا ہے۔

یہ اس وقت آواز شریف نکلی جب خبیث ابولؤلؤ بد بخت نے آپ رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا۔

اور وہ دھاری دھار چھری لے کر دائیں بائیں جس شخص کے پاس سے گذرا اسے زخمی کرتا گیا، یہاں تک کہ اس بد بخت نے تیرہ (۱۳) آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات شہید ہو گئے، جب مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس کو دیکھا تو اس نے اس بد بخت پر ایک کپڑا ڈال دیا، جب اس بد بخت کو محسوس ہونے لگا کہ اب میں پکڑا گیا ہوں تو اس نے اپنے گلے پر چھری چلا دی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر انہیں آگے مصلیٰ شریف کی طرف کر دیا۔

جتنے لوگ اگلی صفوں میں تھے سب نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پچھلی صفوں والے لوگوں کو پتہ نہ چل سکا کہ کیا ہو گیا ہے، مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز مبارک ان تک جب پہنچنا بند ہوگئی تو وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے لگے۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو انتہائی مختصر نماز پڑھائی، جب لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اُنْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ الصَّانِعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللهُ لَقَدْ اَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مُنْيَتِيْ عَلٰى يَدِرَجُلٍ يَدَّعِى الْاِسْلَامَ۔

اے ابن عباس! ذرا دیکھو مجھ پر کس نے حملہ کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تھوڑی دیر اس جگہ گھومتے لگے پھر آئے اور عرض کیا: مغیرہ کے غلام نے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: وہ جو کاریگر ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی جی ہاں، ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کرے میں نے تو اسے اچھائی کا حکم ہی دیا تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کسی مسلمان کے ہاتھ سے مجھے موت نہیں دی۔

بعدازاں آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے گھر کی طرف لے جایا گیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ گئے، ایسا لگتا جیسے اس سے پہلے لوگوں کو کوئی اس سے بڑی مصیبت پہنچی ہی نہیں تھی۔

کچھ تو کہہ رہے تھے "انشاء اللہ" ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور کچھ کہہ رہے تھے کہ وصال مبارک کا خدشہ ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس نبیذ (میٹھا پانی) لائی گئی۔

آپ نے اسے پیا مگر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ مبارک (کے زخم) سے باہر نکل آئی، پھر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا۔

اسے آپ رضی اللہ عنہ نے نوش فرمایا، مگر وہ بھی آپ کے پیٹ مبارک کے زخم سے باہر آ گیا۔

تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اب آپ رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہو جانے والا ہے۔

راوی کہتے ہیں: پھر ہم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور دیگر لوگ بھی آئے ہوئے تھے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدح و توصیف کرنے لگے، اور ایک جوان نے آکر کہا: اے امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیروں ساری بشارتیں ہوں، آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے والے تھے اور آپ اولین مسلمانوں میں سے ہیں، پھر آپ کو خلافت سونپی گئی تو آپ نے عدل و انصاف سے کام لیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا۔

یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

میں یہ پسند کرتا ہوں کہ خلافت کا معاملہ برابر برابر ہو جائے، نہ اس پر اجر ملے اور نہ اس پر میری گرفت ہو۔

پھر وہ نوجوان جب واپس جانے لگا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کی چادر نیچے زمین کو لگ رہی ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس لڑکے کو واپس میرے پاس بلاؤ۔

پھر فرمایا: اے میرے بھتیجے اپنے کپڑے کو اوپر اٹھاؤ، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی علامت بھی ہے اور تمہارا کپڑا بھی گندگی سے محفوظ رہے گا۔

اس کے بعد اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے عبداللہ بن عمر! ذرا دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟

پھر انہوں نے حساب لگایا تو وہ تقریباً چھیاسی ہزار (۸۶۰۰۰) کے برابر تھا۔ ارشاد فرمایا:

اگر آلِ عمر کے مال سے ہی اس قرض کی ادائیگی ہو جائے تو فَبِهَا، ورنہ بنو عدی بن کعب سے مدد لے لینا، اگر ان کے مال سے بھی قرض کی مکمل ادائیگی نہ ہو تو پھر قریش سے مدد لے لینا۔

لیکن ان کے علاوہ اور کسی سے مدد نہ لینا۔

اور سنو! حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس چلے جاؤ اور انہیں جا کر عرض کرو: تمہیں (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ سلام عرض کر رہے ہیں۔

ان کے سامنے مجھے "امیر المؤمنین" نہ کہنا، کیونکہ میں آج "امیر المؤمنین" نہیں رہا۔

اور انہیں جا کر عرض کرو: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اپنے صاحبین (سیدنا رسول اللہ ﷺ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تدفین کی اجازت مانگ رہے ہیں۔

سو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر انہیں سلام عرض کیا اور اجازت چاہی، جب ان کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہنچے، تو اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھی رو رہی تھیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے عرض کیا: آپ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سلام عرض کر رہے ہیں اور آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں کہ ان کی، ان کے صاحبین (سیدنا رسول اللہ ﷺ اور جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تدفین کی جائے۔

یہ سن کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں:

كُنْتُ أُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ

میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں ان کو ضرور اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس گھر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اٹھاؤ: پھر ایک شخص نے سہارا دے کر آپ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

کیا جواب لائے ہو؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا وہی جو آپ پسند فرماتے تھے، آپ کو اجازت مل گئی ہے۔

یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذَالِكَ فَاِذَا اَنَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمْ وَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاِنْ اُذِنَتْ لِيْ فَاَدْخِلُوْنِيْ وَاِنْ رَدَّتْنِيْ فَارْدُوْنِيْ اِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں میرے نزدیک اس جگہ تدفین سے بڑھ کر کوئی اور جگہ اہمیت والی نہیں تھی۔ سو جب میرا وصال ہو جائے تو پھر مجھے وہاں اٹھا کر لے جانا اور انہیں سلام عرض کر کے ایک مرتبہ پھر عرض کرنا (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اجازت مانگ رہے ہیں اگر وہ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں، تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور ان کے ساتھ دیگر خواتین بھی تھیں، جب ہم نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور اپنے والد گرامی کے پاس بیٹھ کر رونے لگیں۔

پھر جب مرد حضرات اندر آنے کی اجازت مانگنے لگے، تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا باہر تشریف لے گئیں۔

راوی کہتے ہیں:

اندر گھر سے ہمیں ان کے (سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) رونے کی آواز آ رہی تھی۔

تو وہ مرد حضرات کہنے لگے:

اے امیر المؤمنین وصیت فرمائیں، کسی کو خلیفہ منتخب فرمائیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بے شک میرے علم میں خلافت کا حقدار ان لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال

مبارک کے وقت راضی تھے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان اصحاب کا نام لیا۔

سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا عثمان، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ، سیدنا سعد، سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس کے بعد اپنے صاحبزادے سے فرمایا:

أُشْهِدُ يَا عَبْدَ اللهِ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

اے عبد اللہ! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس خلافت میں تمہارے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ (اللہ اکبر)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وصیتیں:

پھر فرمایا:

میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین کے حقوق کی خاص حفاظت کرے اور ان کی عزت اور احترام کی طرف خاص دھیان دے اور انصار کے متعلق بھی میں آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے نیکوکار کی نیکی کو قبول کرے۔ اور ان کے برے لوگوں سے درگزر کرے۔ کیونکہ انہوں نے گھروں میں ٹھکانہ دیا اور مہاجرین کی ہجرت سے پہلے ایمان لائے۔

اور دوسرے شہر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے محافظ اور مالیات کے حصول کنندہ ہیں اور دشمنوں کے لیے غیظ وغضب کی تلوار ہیں۔

اور ان سے نہ لیا جائے مگر وہ جوان پر واجب ہے۔ اور دیہاتیوں کے بارے میں بھی تمہیں حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ عرب کی اصل اور اسلام کی مضبوط جڑیں ہیں۔

ان سے ان کے جانوروں کی زکوٰۃ وصول کی جائے اور اُنہیں کے فقراء پر خرچ کی جائے۔

اور میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے وعدہ کی پاسداری کی جائے اور ان کا پورا پورا حق ادا کیا جائے، اور ذمیوں کے حقوق کا خیال کیا جائے ان کے پیچھے جنگ نہ کی جائے۔ اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہو گیا تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کے جسم انور کو لے کر حجرۂ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام عرض کرنے کے بعد کہا:

(سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اجازت مانگ رہے ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو حجرۂ طیبہ میں لے آؤ، اجازت ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ کی آپ کے صاحبین (رسول اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اس جگہ تدفین مبارک ہوئی جہاں آج آپ رضی اللہ عنہ محو استراحت ہیں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۹۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۳۷۰۴۸)

(اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ مَضْجَعَ سَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَافْسَحْ لَهُ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ وَاجْزِهٗ عَنَّا جَزَاءً حَسَنًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاحْشُرْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَقِّ سَيِّدِنَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ تَحْتَ لِوَآءِ الْحَمْدِ، اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ

از خادم ومترجم کتاب ہذا: ابواحمد محمد اللہ بخش قادری تونسوی غفرلہ

رات ۲۵:۱ بروز بدھ۔ ۲۰۱۶۔۸۔۱۷

۱۴ ذی القعدہ ۱۴۳۷ھ)

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا بیان:

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد

گرامی کے چھوڑے ہوئے گھر کو اور ''غابہ'' کے پاس کچھ جائیداد کو بیچ کر اپنے والد گرامی کا قرضہ ادا کر دیا تھا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک بروز بدھ ۲۶ ذوالحج ۲۳ھ میں ہوا۔ آپ کی کل مدت خلافت مکمل دس (10) سال چھ (6) ماہ اور

چار (4) دن تھی۔ اور کل عمر مبارک (۶۳) تریسٹھ سال تھی۔

حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے منبر شریف کے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں تدفین شریف ہوئی۔

(تاریخ الامم والملوک للطبری، ج ۲ ص ۵۶۱)

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمانا:

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تخت پر رکھا گیا، ایک دم لوگ اکٹھے ہو گئے اور آپ کے لیے دعائیں و استغفار کرنے لگے اور ابھی تک آپ رضی اللہ

عنہ کا تخت مبارک وہیں اپنی جگہ رکھا ہوا تھا اور میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اسی دوران اچانک ایک شخص نے میرا کندھا پکڑا، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کیں۔ پھر فرمایا:

کوئی شخص ایسا نہیں جس کے عمل جیسے عمل کر کے میں اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہوں، ماسوائے تمہارے۔ اور اللہ کی قسم مجھے پہلے اس بات کا یقین تھا کہ

آپ عنہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہونگے۔

کیونکہ میں بہت دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے:

ذَهَبْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ۔

میں اور ابوبکر وعمر گئے اور میں ابوبکر وعمر داخل ہوئے میں اور ابوبکر وعمر باہر آئے۔ ﷺ۔ رضی اللہ عنہما۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۶۸۵)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کے وصال کے بعد پردہ فرمانا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تدفین شریف مکمل ہوگئی، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے منگوائے اور اچھے طریقے سے قمیص مبارک اور دوپٹہ مبارک پہنا اور فرمایا:

پہلے (میرے حجرۂ مبارکہ میں صرف) میرے شوہر اور میرے والد تھے۔ اب جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی آگئے تو میں نے دوپٹہ پہننا لازم کرلیا ہے۔

(مستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۶۱)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خواب اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعبیر:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

مجھے یحییٰ بن ابوالفضل سعدی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد الفقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن شافعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبداللہ بن منہال نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالعباس رازی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو زنباع نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد بکر بن مضر نے حدیث بیان کی، از عمرو بن حارث، از یحییٰ بن سعید، انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے بواسطہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہوئے سنا کہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ان کی گود میں تین چاند آگرے ہیں، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنایا، تو انہوں نے فرمایا: یہ خواب بہتر ہے۔

حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: میں نے بعد میں سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک ہوا اور حجرۂ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں آپ ﷺ کی تدفین مبارک ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هٰذَا اَحَدُ اَقْمَارِكِ يَا بُنَيَّةُ وَهُوَ خَيْرُهَا

اے پیاری بیٹی یہ ان تین چاندوں میں سے پہلا چاند ہے اور یہ چاند باقی چاندوں میں سے افضل ہے۔

(مستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۶۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۲۲۴)

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں ابوالقاسم الصموت نے خبر دی، از حسن بن احمد، از احمد بن عبداللہ، از جعفر بن محمد، انہوں نے کہا ہمیں ابو یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عبدالعزیز بن محمد، از انیس بن ابویحییٰ، ان کا بیان ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی ایک گلی مبارک سے گزرے وہاں جنازہ موجود تھا، ارشاد فرمایا:

کس کا جنازہ ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: فلاں حبشی کا جنازہ ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے وطن کی مٹی اور وہاں کے آسمان سے منتقل ہو کر اس مٹی کی طرف لایا گیا ہے جس سے پیدا ہوا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۶۵۳۱)

مصنف علیہ الرحمہ کا تبصرہ:

مصنف کتاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اس بناء پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جس مٹی سے پیدا ہوئے تھے وہ مدینہ طیبہ کی مٹی تھی، اور سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی مٹی مبارک بھی رسول اللہ ﷺ کی طینت مبارکہ کا جز تھی۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی قبور شریفہ کے پاس بھی حاضر ہوا، اور میں نے دیکھا کہ ان تینوں قبور شریفہ پر سرخ رنگ کے کنکر پڑے ہوئے ہیں۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۲۲۰۔ مستدرک للحاکم، ج ۱ ص ۳۶۹)

شیخ ہارون بن موسیٰ الفروی سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے جدامجد حضرت ابو علقمہ سے سنا ان سے سوال کیا گیا کہ مسجد نبوی شریف میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کو شامل کرنے سے پہلے لوگ کیسے رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرتے تھے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ: لوگ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر ٹھہر جاتے اور سلام عرض کرتے، ان دنوں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تالا لگا ہوا نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہو گیا۔

علماء سیر فرماتے ہیں:۔

لوگ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے مٹی مبارک اٹھا کر لے جاتے تھے۔

اس کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکم سے حجرۂ شریفہ کے اردگرد دیوار بنا دی گئی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں:

میں ضرورت کے پیش نظر اپنا دوپٹہ اتار کر رکھ دیتی اور کام کاج والے کپڑے پہن لیتی تھی، یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی میرے حجرۂ میں تدفین مبارک ہوئی، سو اس کے بعد میں نے ہمیشہ اپنے پردہ کا خاص اہتمام کیا یہاں تک کہ میرے درمیان اور قبور شریفہ کے درمیان دیوار بنا دی گئی۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۷۷۔ تاریخ المدینۃ، عمر بن شبہ، ج ۲ ص ۹۴۵)

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

میں کہتا ہوں: رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف اور شیخین رضی اللہ عنہما کی قبور شریفہ، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کے اندر واقع تھیں۔

حجرۂ طیبہ کے اندر چوتھی قبر مبارک کی جگہ کس شخصیت کے لئے ہے؟

علماء سیر فرماتے ہیں:

حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مشرقی جانب میں ایک قبر شریف کی جگہ باقی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: اس جگہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین شریف ہو گی، یوں حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں ان کی قبر مبارک چوتھی ہو گی۔

(المسیح عیسی ابن مریم لابن کثیر ص ۹۲ مطبوعہ دار مکتبۃ التربیۃ بیروت) (جامع الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۱۷)

قبورِ ثلثہ کی صفاتِ مبارکہ کا بیان:

قبورِ ثلثہ کی صفت مبارکہ میں راویوں کا اختلاف ہے۔

صفتِ اُولیٰ:

(حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں ابوالقاسم بن کامل نے اجازتاً خبر دی، از ابوعلی مقری، از ابونعیم اصبہانی، از ابومحمد خلدی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسحاق بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، از غنیم ابن نسطاس، انہوں نے فرمایا:

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حجرۂ طیبہ کی عمارت کو منہدم کروا کے جدید تعمیر کی تھی، اس وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف دیکھی جو تقریباً چار انگل کے برابر سطح زمین سے اونچی تھی اور اس پر سرخ رنگ کے کنکر رکھے ہوئے تھے۔

اور میں نے دیکھا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف، رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر سے پیچھے تھی، جبکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف، جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے نیچے تھی۔

جو نقشہ راوی نے ہمیں بنا کر دیا ہے وہ یہ تھا:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

صفتِ ثانیہ:

اور سند سابق کے ساتھ ہمیں محمد بن حسن بن زبالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے اسماعیل بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، از والد خود عبداللہ بن ابوبکر، از عمرہ، از سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ فرماتی ہیں کہ: رسالت مآب ﷺ کا سر مبارک مغربی جانب ہے، اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رسول اللہ ﷺ کے قدمین شریفین کے پاس ہے، جبکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک کے پیچھے ہیں۔

اور یہ ان قبور ثلثہ کا نقشہ مبارکہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

صفتِ ثالثہ:

امام القراء حضرت نافع بن ابونعیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف قبلہ جانب شیخین رضی اللہ عنہما کی قبروں کے بالکل سامنے ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے کندھے شریف کے مقابل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کندھے شریف کے مقابل سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے، جس کا نقشہ یوں ہے:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

صفتِ رابعہ:

اور گذشتہ سند کے ساتھ ہمیں محمد بن حسن بن زبالہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، از عمرو بن عثمان بن ہانی، از قاسم بن محمد ان کا بیان ہے کہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے عرض کی امی جان: مجھے رسول اللہ ﷺ اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قبور شریفہ کی زیارت کرائیں، تو انہوں نے میرے لیے قبور شریفہ سے پردہ مبارک ہٹایا۔

تو میں نے دیکھا وہ تینوں قبور شریفہ نہ ہی زیادہ اونچی ہیں، نہ ہی سطح زمین کے برابر ہیں بلکہ تھوڑی سی (اس کی مقدار پیچھے چار انگشت گذر چکی ہے) سطح زمین سے اونچی ہیں۔

اور سرخ رنگ کی کنکریاں ان قبور ثلثہ کے اوپر رکھی ہوئی تھیں۔

اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی قبروں کے سامنے تھی اور سیدنا صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کے قدمین شریفین رسول اللہ ﷺ کے سرہانے کے پاس تھے، جبکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سر مبارک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک کے قریب تھا۔

اور اس کا نقشہ یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف   سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

صفتِ خامسہ:

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک رات کو بارش ہو رہی تھی، میں مسجد نبوی شریف کی طرف نکلا یہاں تک کہ جب دار مغیرہ بن شعبہ کے پاس آیا تو مجھے اتنی عمدہ قسم کی خوشبو آنے لگی کہ میں نے اتنی اچھی خوشبو کبھی نہیں سونگھی تھی۔

پس میں مسجد نبوی شریف میں آیا اور قبر نبی ﷺ کے پاس سے گذرا تو میں نے دیکھا کہ حجرۂ طیبہ کی دیوار مبارک منہدم ہوگئی ہے۔

میں نے حجرۂ طیبہ میں داخل ہو کر سلام عرض کیا اور تھوڑی دیر وہیں ٹھہرا رہا، میں نے دیکھا کہ پہلے رحمت عالم ﷺ کی قبر انور تھی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف رسول اللہ ﷺ کے قدمین شریفین کے پاس تھی۔

جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدمین شریفین کے پاس تھی۔

اور تینوں قبور شریفہ پر سرخ رنگ کے کنکر رکھے ہوئے تھے۔

اور یہ ان کا نقشہ مبارکہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

صفتِ سادسہ:

امام منکدر بن محمد اپنے والد گرامی حضرت امام محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پہلے ہے۔ اور اس کے پیچھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے جبکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف رسول اللہ ﷺ کے قدمین شریفین کے قریب ہے۔ اور یہ ان کا نقشہ مبارکہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف　　　　سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حجرۂ طیبہ کی ایک دیوار مبارک گر گئی:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

میں کہتا ہوں: کہ اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرۂ طیبہ کی وہ دیوار جو قبور شریفہ کے قریب تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں گر پڑی جس کی وجہ سے قبور شریفہ ظاہر ہو گئیں۔

جتنا اس دن لوگوں کو روتا ہوا دیکھا گیا کبھی اس قدر انہیں روتا ہوا نہیں دیکھا گیا تھا۔

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قبطیوں کو (یعنی مصر کے غلاموں کو) پردہ تیار کرنے کا حکم دیا جب پردہ تیار ہو گیا پھر اس سے منہدم ہونے والی دیوار کی جگہ کو ڈھانپ لیا گیا۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے ابن وردان نامی شخص کو منہدم دیوار کی بنیاد کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی دوران وہ بنیادیں کھود رہا تھا کہ اچانک اس نے کھودنے سے اپنے ہاتھ کو روک لیا اور اس جگہ سے ہٹ گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے، اسی دوران انہوں نے بنیادوں کے پیچھے سے دو قدموں کو دیکھا اور ان پر بال بھی موجود تھے۔

وہاں موجود بیٹھے حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم نے کہا:

اے امیر! ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ دو قدم میرے جد امجد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

ان کی تدفین شریف کے وقت حجرۂ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جگہ کچھ تنگ پڑ گئی تھی جس کی وجہ سے قبر شریف کا کچھ حصہ دیوار کی بنیاد میں کھودا گیا۔

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کاریگر کو فرمایا:

اے ابن وردان! اس کو اسی طرح چھپا دو۔ اس نے اسی طرح قدمین شریفین کو ڈھک دیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت ہشام بن عروہ، از والد خود رضی اللہ عنہما کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ: جب ولید بن عبد الملک کے دور میں حجرہ شریفہ کی دیوار منہدم ہوئی تو اس کی بنیاد کو کھودا گیا جس سے ایک قدم شریف ظاہر ہو گیا۔

لوگ گھبرا گئے اور یہ سمجھے کہ شاید یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم شریف ہے۔ تو انہیں اس بارے میں بتانے والا کوئی نہ ملا، یہاں تک کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ اللہ کی قسم! یہ قدم شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قدم شریف ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۹۰۔ طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۲۸۱)

مؤرخین لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو حفصہ کو اور ان کے ساتھ چند اور لوگوں کو دیوار بنانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سو انہوں نے دیوار بنا دی اور اس دیوار میں ایک روشن دان بھی رکھ دیا، جب وہ اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام "مزاحم" اندر داخل ہوئے تو جتنی قبر شریف پر مٹی اور کچھ لیپے والی مٹی گر گئی تھی انہوں نے وہ اٹھالی اور ان سے کچھ مٹی مبارک قبطیوں نے بھی چھین لی۔ یاد رہے ان دنوں حجرۂ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ مبارک شامی (شمالی) جانب تھا۔

خلفاءِ عباسیوں کا حجرۂ طیبہ پر عمدہ قسم کے پردے لٹکانا:

(حضرت مصنف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

میں کہتا ہوں: سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کی چاروں اطراف میں مسجد نبوی شریف کی چھت مبارک سے لے کر زمین تک دیواریں بنوا دی تھیں۔

اس طرح حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسجد نبوی شریف کے وسط میں آ گیا اور چھپ گیا۔

جب متوکل خلیفہ نے امورِ سلطنت سنبھالی تو اس نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں مقرر کردہ اپنے امیر اسحاق بن سلمہ کو حکم دیا کہ: حجرۂ طیبہ کے اردگرد چاروں اطراف میں مضبوط قسم کے ٹائل لگا دیئے جائیں۔

سواس نے ایسا کردیا۔ خلیفہ مقتفی کی خلافت میں ۵۴۸ھ تک یہ ٹائل موجود رہے، یہاں تک کہ "بنوزنگی" کے وزیر جمال الدین نے ازسرنو یہ ٹائل دوبارہ لگوائیں، یہ ٹائل انتہائی مضبوط اور اعلیٰ قسم کی تھی۔

اور اس نے ان دیواروں میں "صندل" اور "ابنوس" کی لکڑی سے کھڑکی لگوائی۔

اور اس کھڑکی کی گولائی چھت مبارک کی سمت سے بنائی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ: ابوالغنائم بغدادی ترکھان نے اس لکڑی کے پھٹوں پر اور لکڑی کے چھوٹے چھوٹے حصوں پر انتہائی حسین طریقہ سے "سورۃ الاخلاص" لکھی۔

بعدازاں کافی عرصہ تک حجرۂ طیبہ اسی حالت پر رہا، یہاں تک کہ مصریوں کے بادشاہوں کے وزیر "صالح" کے داماد حسین بن ابوالہیجاء نے ایک سفید اور باریک پردہ تیار کرایا۔ جس پر زرد اور سرخ رنگ کے ریشم اور اس کے دھاگے کے ساتھ کشیدہ کاری کی ہوئی تھی اور اس پر سرخ رنگ کے ریشم کی پٹی لگوائی اور اس پر پوری "سورۃ یٰسین شریف" لکھی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پردہ انتہائی مہنگا قسم کا تھا، اور بہت ساری رقم اس پر صرف کی گئی۔ اس (حسین بن ابوالہیجاء) نے اس پردہ کو حجرۂ طیبہ کے اوپر لٹکانے کا ارادہ کیا تو اسے مدینہ طیبہ کے امیر قاسم بن مہنا نے منع کردیا۔

اور کہا: پہلے خلیفہ امام مستضئ بامر اللہ سے اس کی اجازت مانگو، پھر اس نے عراق کی طرف اس خلیفہ سے اجازت لینے کے لیے کسی کو بھیجا۔

بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی، پھر اس نے تقریباً دو سال کے عرصہ تک اس پردہ کو حجرہ طیبہ میں لٹکائے رکھا۔ بعدازاں خلیفہ کی اپنی طرف سے بنفشہ کے ریشم کا پردہ آیا جس پر عمدہ قسم کے نقش ونگار کے ساتھ سفید چاندی کی پٹیوں سے لکھائی کی گئی تھی، نیز اس کے وسط میں چاندی کی پٹیوں کے ساتھ لکھا ہوا تھا:

ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

اور اس کے اوپر نہایت عمدہ ڈیزائن کے ساتھ "الامام المستضئ بامر اللہ" لکھا ہوا تھا۔

بعدازاں اس قدیم پردہ کو وہاں سے ہٹا کر کوفہ میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مزار پرانوار پر لٹکا دیا گیا۔ اور اس نئے پردہ کو اس پرانے کی جگہ حجرۂ طیبہ میں لٹکا دیا گیا۔

اس کے بعد جب خلیفہ امام ناصر لدین اللہ کا دورِ حکومت آیا اس نے کالے ریشم کا ایک اور پردہ بھیجا جس پر سفید ریشم سے نقش ونگار تھا اور چاندی کی پٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ سو اسے اس پہلے کے اوپر لٹکا دیا گیا۔

پھر جب خلیفہ کی ماں ''جہمہ'' نے حج ادا کیا اور واپس عراق کی طرف گئی تو وہاں اس نے بالکل پہلے والے پردہ کی شکل کا ایک کالے ریشم کا پردہ بنوایا۔ اور اس پردہ کو بھی ان دو کے اوپر لٹکا دیا گیا۔

پس آج ہمارے (حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دور میں) اس دور تک تینوں پردے حجرۂ طیبہ (علی ساکنہا افضل الصلوۃ والسلام والرحمۃ) پر لٹکے ہوئے ہیں۔

حجرۂ طیبہ کے سامنے لٹکی ہوئی قندیلوں کا ذکر:

اور مسجد نبوی شریف کی چھت مبارک میں اس جگہ کے درمیان جو قبلہ شریف والی دیوار اور حجرۂ طیبہ والی دیوار کے وسط میں ہے، جہاں زائرین کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام کے تحائف پیش کرتے ہیں، اس جگہ تقریباً چالیس سے زیادہ قندیلیں لٹکائی گئی ہیں، جن میں سے کچھ چھوٹی ہیں اور کچھ بڑی، اور کچھ چاندی کے نقش ونگار والی ہیں اور کچھ سادہ ہیں، ان قندیلوں میں سے ایک قندیل شیشہ کی ہے، جبکہ ایک سونے کی بھی ہے۔

اور اسی جگہ ایک چاندی کی شکل کا چاند بنا ہوا ہے جس پر سونے کا پانی پھیرا گیا ہے۔

اور یہ ساری چیزیں مختلف علاقہ جات کے بادشاہوں اور مالداروں کی طرف سے آتی ہیں۔

حجرۂ طیبہ پر رکھے ہوئے موم دار کپڑے شریف کا ذکر:

خوب جان لو: کہ حجرۂ طیبہ پر خیمہ کی طرح ایک موم دار کپڑا رکھا ہوا ہے اور اس کے اوپر مسجد نبوی شریف کی چھت ہے۔ اور اس چھت میں ایک روشن دان بھی ہے جو تالا لگا کر بند کر دیا گیا ہے اور چھت کے اوپر والے حصہ میں اس پہلے روشن دان کے اوپر ایک اور روشن دان بھی ہے، اسے بھی تالا لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ اور اس روشن دان کے اردگرد سطح مسجد میں ایک چار دیواری ہے جو کچھ اینٹوں اور چونے وغیرہ سے بنائی گئی ہے اور یہ دیوار سطح مسجد سے تھوڑا سا ہٹ کر حجرۂ شریفہ کی دائیں جانب واقع ہے۔

مسجد نبوی شریف کی چھت مبارک کے پاس لوہے کی بنی ہوئی کھڑکیاں:

اور مسجد نبوی شریف کی چھت اور سطح چھت کے درمیان تقریباً دو ہاتھ کا فاصلہ ہے، اور اس فاصلہ والی جگہ پر لوہے کی کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں جن میں صحن مسجد سے روشنی پڑتی ہے اور کبھی کبھی مسجد نبوی شریف میں تعمیر کی غرض سے رسیاں لٹکانے یا قندیلوں کی زنجیریں لٹکانے کی غرض سے جب اس جگہ جانے کا ارادہ کیا جائے تو اس کھڑکی کو کھول بھی دیا جاتا ہے۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حجرۂ طیبہ کو وسطِ مسجد میں تیار کرایا تھا:

یہ نقشہ مبارکہ اس حصار کا ہے جس کی تعمیر سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور حجرۂ طیبہ کو وسطِ مسجد میں تیار کیا گیا ۔یاد رہے حجرۂ طیبہ اور مقصورہ شریفہ کے درمیان فاصلہ (۱۹) انیس ہاتھ کا ہے۔

اور رکن مغربی سے اس چاندی مبارک والی جالی شریف تک جو مواجہہ شریفہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے ان کے درمیان فاصلہ (۵) پانچ ہاتھ کا ہے۔ اور یہ اس کا نقشہ ہے: (جس صفحہ پر نقشہ بنا ہوا ہے اس کی قراءت بہت مشکل تھی اسی لیے ہم نے اُس کو یہاں ذکر نہیں کیا اگر دل چاہے تو اصل کتاب ملاحظہ کرلیں۔ از مترجم)

شیخ الصوفیہ امام عمر نسائی رحمہ اللہ کا حجرۂ طیبہ کی اپنی داڑھی سے صفائی کرنا:

خوب جان لو کہ: ۵۴۸ھ میں حجرۂ طیبہ کے اندر ایک زوردار چیز گرنے کی آواز سنی گئی، اس وقت شیخ قاسم بن مہنا مدینہ طیبہ کے امیر تھے۔ لوگوں نے انہیں اس صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ کہنے لگے ایک شخص کو حجرۂ شریفہ کے اندر جا کر معلوم کرنا چاہئے کہ یہ آواز کس چیز کے گرنے کی ہے؟ لوگوں نے حجرۂ طیبہ میں داخل کرنے کے لیے کسی شخص کے انتخاب میں غور و خوض کیا، سو انہیں اس عظیم عمل کے لیے کوئی نہ ملا سوائے حضرت شیخ عمر نسائی رحمہ اللہ کے، یہ مشائخ صوفیہ میں سے تھے اور مقام موصل کے رہائشی تھے اور مدینہ طیبہ میں مقیم تھے۔ لوگوں نے ان کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے سَلَسُ الْبَوْل کی بیماری ہے، میرے پیشاب کے قطرے گر جاتے ہیں، لہٰذا میرا عذر ہے میں اندر نہیں جا سکتا، مگر لوگ ان سے اصرار کرنے لگے، اور انہیں چمٹ گئے تو آپ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: مجھے تھوڑے وقت کے لیے مہلت دو تاکہ میں اپنے آپ کو حجرۂ طیبہ میں داخل ہونے کے لیے تیار کر سکوں۔ اس دوران آپ رحمہ اللہ نے کھانا پینا موقوف کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے یہ سوال کیا کہ: جب تک میں حجرۂ طیبہ کے اندر رہوں اتنی دیر تک مجھے اس بیماری سے نجات عطا فرما۔ پھر لوگوں نے انہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بنائے ہوئے حصار میں رسی کے ذریعے روشن دان سے نیچے اتارا، اور وہ وہاں سے نیچے حجرۂ طیبہ کی طرف اتر گئے، ان کے ساتھ چراغ بھی تھا جس سے وہ روشنی کیے ہوئے تھے۔

سو انہوں نے دیکھا کہ حجرۂ طیبہ کی چھت مبارک سے کچی مٹی شریف کا ایک ٹکڑا قبور شریفہ پر گرا ہے، انہوں نے اسے وہاں سے ہٹایا اور پورے حجرۂ طیبہ کی اپنی داڑھی مبارکہ سے صفائی کی۔ کہا جاتا ہے یہ بزرگ انتہائی خوبصورت تھے۔ اور جتنی

دیر وہ حجرۂ طیبہ کے اندر ٹھہرے رہے اللہ عزوجل نے اتنے وقت تک ان کی بیماری کو روکے رکھا، اور پھر وہ حجرۂ طیبہ سے باہر آ گئے اور پھر وہ بیماری بھی لوٹ آئی۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: یہ واقعہ میں نے ایک جماعت سے سنا ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور واقعہ:

ماہِ ربیع الاول ۵۵۴ھ میں شیخ قاسم بن مہنا کے ایام حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا کہ: حجرہ طیبہ سے بو آنے لگی اور پھیلنے لگی۔ لوگوں نے شیخ قاسم کے سامنے اس کا ذکر کیا، تو اس نے حجرۂ طیبہ کے اندر جانے اور تحقیق کرنے کا حکم دیا۔

تو حجرۂ طیبہ کے خادمین میں سے ایک خادم شیخ ''بیان حبشی خصی'' حجرۂ طیبہ میں اترے اور ان کے ساتھ شیخ صفی الدین موصلی جو مسجد نبوی شریف کی انتظامیہ میں سے تھے داخل ہوئے، نیز ان دونوں کے ساتھ امیر کی اجازت کے ساتھ ''ہارون شادی صوفی'' بھی شامل ہو گئے۔ جب وہ حجرۂ طیبہ کے اندر داخل ہوئے تو انہیں وہاں ایک مردہ بلی پڑی ہوئی ملی جو اوپر روشندان سے نیچے کی طرف گر گئی تھی۔

سو انہوں نے اسے باہر نکالا، اور یہ بلی اس حصار میں پڑی تھی جو حجرۂ طیبہ اور مسجد نبوی شریف کے درمیان میں واقع ہے۔

یاد رہے! وہ گیارہ ربیع الثانی بروز ہفتہ کو حجرۂ طیبہ میں اترے تھے۔ اس تاریخ سے لے کر آج تک (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز کے زمانہ تالیف تک) کوئی شخص حجرۂ طیبہ کے اندر داخل نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

(رات ۴۵: ۱۔ ذوالقعدہ ۷ ۱۴۳۳ھ۔ از قلم خادم کتاب ہذا: ابو احمد محمد اللہ بخش تونسوی قادری غفرلہ)

سولھواں باب

زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں:

(امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

ہمیں یحییٰ بن ابوالفضل صوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد فقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن مصری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو نعمان عسقلانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن دار قطنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن محمد بن صاعد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد عبادی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں مسلمہ بن سالم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی، از نافع، از سالم، از والد خود (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَآءَنِیْ زَائِرًا لَمْ تَنْزِعْهُ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ [1]

جو شخص میری زیارت کے لئے میرے پاس حاضر ہوگا اور میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کے پیش نظر نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ میں بروز قیامت اس کے لیے شفاعت کروں گا۔

(حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں: اور سند سابق کے ساتھ) ہمیں دار قطنی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حسین بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن محمد الوراق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں موسیٰ بن ہلال نے حدیث بیان کی، از عبیداللہ بن عمر، از نافع، از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

جس شخص نے میری قبر شریف کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(ہمیں ابو محمد ابن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو یعلی ازدی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو اسحاق بجلی نے خبر دی۔ میں کہتا ہوں: سند کا اتنا حصہ کتاب ہذا کے مطبوعہ نسخہ سے ساقط ہے۔ لیکن شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اس سند کو

19

مکمل ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام'' ص ۱۵۰۔ مگر افسوس کہ کتاب ہذا (الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ) کے محقق عبدالرزاق مہدی نے اس کی طرف کوئی تنبیہ نہیں کی، شاید ان کی یہاں تک رسائی نہیں ہوسکی۔ یا بر بناءِ تعصب ''شفاء السقام'' شریف کو دیکھنا گوارہ بھی نہیں کیا۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ از مترجم وخادم کتاب ہذا محمد اللہ بخش قادری تونسوی غفرلہ)

ہمیں سعید بن ابوسعید نیشاپوری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابراہیم بن محمد المؤدب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابراہیم بن محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں جعفر بن ہارون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سمعان بن مہدی نے حدیث بیان کی، از حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِیْ مَیِّتًا فَکَأَنَّمَا زَارَنِیْ حَیًّا وَمَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ لَہٗ سِعَۃٌ ثُمَّ لَمْ یَزُرْنِیْ فَلَیْسَ لَہٗ عُذْرٌ

جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری (ظاہری) حیات طیبہ ہی میں میری زیارت کی اور جس شخص نے میری قبر (مبارک) کی زیارت کی اس کے لیے بروز قیامت میری شفاعت واجب ہو گئی۔ اور میرے جس امتی کے پاس وسعت اور گنجائش ہو اور پھر وہ میری زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کے لیے کوئی عذر نہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آقائے رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ یَزُرْ قَبْرِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ

جس نے میری قبر (مبارک) کی زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفاکشی (سنگدلی) کی۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں عبدالرحمٰن بن علی (ابن الجوزی) نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالفضل الحافظ نے خبر دی، از ابوعلی الفقیہ، انہوں نے کہا ہمیں ابوالقاسم ازہری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں قاسم بن حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسن بن طیب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن حجر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حفص بن سلیمان نے حدیث بیان کی، از لیث، از مجاہد، از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کا بیان ہے کہ جانِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ وَصَحِبَنِیْ

جس شخص نے حج کیا اور میرے وصال مبارک کے بعد میری قبر شریف کی زیارت کی ایسا شخص اس شخص کی طرح ہے جس نے میری حیات طیبہ میں میری زیارت کی اور میری صحبت سے فیض یاب ہوا۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو احمد الکاتب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر انصاری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد جوہری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر بن شخیر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن محمد بن عباس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن علی الحرانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں علاء بن عمرو حنفی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن مروان نے حدیث بیان کی، از اعمش، از ابو صالح، از سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَیَّ نَائِيًا بُلِّغْتُهٗ

جو شخص مجھ پر درود شریف میری قبر شریف کے پاس آکر پڑھتا ہے اس کا درود میں خود سنتا ہوں اور جو شخص (میری قبر شریف سے) دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابو الحسن شافعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد الفقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسین بن محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں اسماعیل بن یعقوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں اسماعیل بن اسحاق قاضی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، از سفیان، انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن سائب نے حدیث بیان کی، از زاذان، از حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ، از رسالت مآب ﷺ آپ کا فرمان مبارک ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِیْ السَّلَامَ

بے شک اللہ تعالیٰ کے بہت سارے سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

میں ہر سلام والے کے سلام کا جواب عنایت فرماتا ہوں:

حضرت مؤلف امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوطاہر صوفی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالقاسم بن حصین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوعلی بن مذہب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر قطیعی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن احمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد گرامی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حیوہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے ابوصخر نے حدیث بیان کی، کہ یزید ابن عبداللہ بن قسیط نے انہیں خبر دی، از سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، از رسالت مآب ﷺ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ

جو شخص مجھ پر سلام پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح مبارک کو متوجہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

مدینہ طیبہ سے گذرتے ہوئے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر مجھے سلام پیش کریں تو میں ضرور جواب دوں گا:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن بوش نے خبر دی، از ابوعلی الحداد، از ابونعیم، از جعفر الخلدی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عبدالعزیز بن محمد، از محمد بن زید بن مہاجر، از مقبری، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ مَارٌّ بِالْمَدِیْنَةِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا وَلَئِنْ سَلَّمَ عَلَیَّ لَاَرُدَّنَّ عَلَیْهِ۔

بلاشبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہوئے مدینہ طیبہ سے گذریں گے اگر وہ مجھ پر سلام پیش کریں گے تو ضرور بضرور میں ان کے سلام کا جواب عطا کروں گا۔

روضہ انور پر صبح وشام ستر ہزار فرشتوں کی حاضری:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن حسین مقری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں مبارک بن حسن عطار نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر بن الخیاط نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمر العلاف نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسین بن صفوان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر بن ابی الدنیا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسین نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں قتیبہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی، از خالد بن یزید، از سعید بن ابو ہلال، از نبیہ بن وہب ان کا بیان ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا مِنْ فَجْرٍ يَطْلُعُ اِلاَّ نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ حَتّٰى يَحُفُّوْا بِالْقَبْرِ يَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِهِمْ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَتّٰى اِذَا اَمْسَوْا عَرَجُوْا وَ هَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذَالِكَ حَتّٰى اِذَا انْشَقَّتِ الْاَرْضُ خَرَجَ فِيْ سَبعِيْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ يَزِفُّوْنَهٗ.

ہر صبح جب طلوع ہوتی ہے تو ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے نازل ہو کر قبر انور کو اپنے نورانی پروں کے ساتھ ڈھانک لیتے ہیں اور رسالت مآب ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو پھر واپس آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور ان کی مثل اتنی ہی تعداد میں اور فرشتے اترتے ہیں اور وہ بھی صبح اترنے والے فرشتوں کی طرح عمل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب (بروز قیامت) زمین شق (پھٹے گی) ہوگی تو جان دو عالم ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں تشریف لائیں گے اور وہ فرشتے آپ ﷺ پر سایہ فگن ہونگے۔

(شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۴۱۷۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان) (سنن الدارمی، رقم الحدیث ۹۴ ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سلام عرض کرنے کے لئے ملک شام سے قاصد بھیجنا:

مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ملک شام سے کسی قاصد کو خط دے کر بھیجتے تھے۔

اور فرماتے: جاؤ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں میرا سلام عرض کر آؤ۔

(شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۴۱۶۶)

مواجہہ شریفہ کے پاس کھڑے ہوکر درودوسلام عرض کرنے سے ہر حاجت پوری ہوتی ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں یحییٰ بن حسین اوانی نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالکرم بن شہرزوری نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر بن الخیاط نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں ابوعمر بن دوست نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حسین بن صفوان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں ابن ابی الدنیا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سعید بن عثمان جرجانی نے خبردی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن اسماعیل بن ابوفدیک نے خبردی، انہوں نے کہا میں نے کچھ مشائخ کو فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ: جو شخص رسالت مآب ﷺ کی قبرانور کے پاس کھڑے ہوکر یہ آیت تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورۃ الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

یہ تلاوت کرنے کے بعد ستر (۷۰) مرتبہ کہے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے۔

تو فرشتہ اسے ندا دے کر کہتا ہے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا فُلَانُ لَمْ تَسْقُطْ لَكَ حَاجَةٌ

اے فلاں! تم پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور تمہاری کوئی حاجت ساقط نہیں ہوگی بلکہ تمام حاجات پوری ہوں گی۔

(شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۴۱۶۹)

قبرانور کے بالکل سامنے کھڑا ہونا ہو تو کہاں کھڑے ہوں؟:

(امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

اور سند سابق کے ساتھ ہمیں ابن ابی فدیک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے عمر بن حفص نے خبردی، کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی قبرانور کے بالکل سامنے کھڑا ہو تو

اسے چاہیے کہ وہ قبر مبارک کے پاس قبلہ جانب (چھت) میں لٹکنے والی قندیل کے نیچے کھڑا ہو۔

(شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۴۱۶۸)

حضرت سیدنا جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین، اپنے والد گرامی سے وہ اپنے جد امجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ (یعنی سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ) جب رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کے لیے تشریف لاتے تو وہ باغ جنت (ریاض الجنۃ) سے متصل ستون شریف کے پاس کھڑے ہوتے پھر سلام عرض کرتے۔

اور فرماتے: رسالت مآب ﷺ کا سر مبارک یہاں (یعنی اس جانب) ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ کا تبصرہ:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

میں کہتا ہوں:

آج کل (مصنف علیہ الرحمہ کے زمانہ میں) یہاں نہایت واضح علامت موجود ہے۔ اور وہ ہے حجرۂ طیبہ کی دیوار شریف میں لگایا ہوا چاندی کا حلقہ۔ جب زائر اس حلقہ کے بعینہ سامنے کھڑا ہو تو وہ قندیل شریف اس کے سر کے اوپر لٹکی ہوگی۔ پھر اس زائر کو چاہیے کہ مواجہ شریفہ کے سامنے کھڑے ہو کر رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں سلام عرض کرے، پھر تھوڑا سا دائیں جانب ہو کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرے۔

پھر تھوڑا سا آگے چل کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ پھر وہاں سے واپس لوٹ کر اس طرح قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو کہ حجرۂ اقدس کو اپنی بائیں سمت رکھے اور پھر خوب اللہ تعالیٰ سے جو چاہے دعائیں مانگے۔

رحمتِ عالم ﷺ کا اپنے ایک عاشق کو حجرۂ طیبہ کے اندر سے "وَ عَلَیْكَ السَّلَامُ" فرما کر اس کے سلام کا جواب عنایت فرمانا:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں ابو الفرج بن علی فقیہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عمر بن ظفر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں جعفر بن احمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبد العزیز بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الحسن الہمدانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے محمد ابن حبان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا میں نے ابراہیم بن شیبان کو فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے کہا کہ: میں

نے ایک سال حج ادا کیا، ادائیگی حج کے بعد میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کے پاس حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔

فَسَمِعْتُ مِنْ دَاخِلِ الْحُجْرَةِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ

تو میں نے حجرۂ طیبہ کے اندر سے جواب سنا۔ "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ"

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، ص ۱۸۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک دیہاتی شخص کا قبر اطہر کے پاس آکر فریادیں کرنا:

(نیز حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں عبدالرحمٰن بن ابوالحسن نے اپنی کتاب میں خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالفرج بن احمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن نصر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن قاسم نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے علی بن غالب صوفی کو کہتے ہوئے سنا کہ، میں نے ابراہیم بن محمد کو کہتے ہوئے سنا کہ، میں نے ابوالحسن فقیہ سے سنا، وہ حکایت کرتے ہیں حسن بن محمد سے، از ابن فضیل نحوی، از محمد بن روح، از محمد بن حرب الہلالی، انہوں نے کہا: میں شہر مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کے پاس حاضر ہوا۔ اسی اثناء میں ایک دیہاتی آیا، اور اس نے قبر مبارک کی زیارت کی، پھر کہنے لگا:

اے رسولوں کے سردار! بلاشبہ اللہ عزوجل نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی، اور اس میں فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

(سورۃ النسآء:۶۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اور یقیناً میں آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اپنے رب کریم سے میرے گناہوں کے لئے استغفار کریں اور میں آپ کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

اس کے بعد وہ دیہاتی رونے لگا اور پھر ان اشعار میں اپنا حال دل عرض کرنے لگا:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ
أَنْتَ النَّبِيُّ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا مَا زَلَّتِ الْقَدَمُ

ترجمہ: اے وہ بہترین ہستی جن کے مبارک استخوان اس (بابرکت) زمین میں مدفون ہیں، پس ان (کے جسم انور) کی عمدہ خوشبو سے اس زمین کے ٹکڑے اور ٹیلے بھی معطر اور پاکیزہ ہیں، (یارسول اللہ ﷺ) میری جان اس روضہ اقدس پر قربان ہو جس میں حضور والا آرام فرما ہیں اور آپ اپنی اس قبر اطہر میں بھی (اپنی ظاہری حیات طیبہ کی طرح) پارسائی اور جود و کرم کا سرچشمہ اور منبع و مرکز ہیں، آپ ہی وہ اعلیٰ نبی ہیں کہ پل صراط پر جب قدم پھسلیں گے تو اس وقت آپ ہی کی شفاعت مبارکہ کی امید رکھی جائے گی۔

(راوی بیان کرتے ہیں کہ) پھر اس نے استغفار کیا اور واپس چلا گیا اسی دوران میری آنکھ لگ گئی۔ اور میں نے خواب میں رحمت عالم ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

اِلْحَقْ بِالرَّجُلِ فَبَشِّرْهُ بِأَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ غَفَرَ لَهُ بِشَفَاعَتِي

اس (اعرابی) شخص کے پاس جاؤ اور اسے یہ بشارت سنادو کہ بے شک اللہ عزوجل نے میری شفاعت کے صدقے اس کی بخشش فرمادی ہے۔

ا "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
"مختصر تاریخ دمشق" ج ۲ ص ۴۰۸، دار الفکر المعاصر دمشق
"مثیر العزم الساکن" ج ۲ ص ۳۰۱، رقم الحدیث ۴۷۷، مطبوعہ دار الرایۃ ریاض
"شعب الایمان للبیہقی" ج ۳ ص ۴۹۵، رقم الحدیث ۴۱۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
"القربۃ لرب العالمین لابن بشکوال" ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
"مصباح الظلام للمراکشی" ص ۲۱، مطبوعہ دار المدینۃ المنورۃ
"الایضاح للنووی" ص ۴۵۴، مطبوعہ دار الحدیث، بیروت
"تفسیر ابن کثیر" ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ دار طیبہ الریاض
"اتحاف الزائر لابن عساکر" ص ۶۸ مطبوعہ دار المدینۃ المنورۃ

"سبل الھدیٰ والرشاد للصالحی" ج ۱۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

"تحفۃ الزوار الی قبر النبی المختار لابن حجر" ص

"المغنی لابن قدامہ" ج ۳ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

"وفاء الوفاء للسمہودی" ج ۴ ص ۱۳۶۱

"المجموع شرح المھذب للنووی" ج ۹ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قبرانور کے اندر سے اذان اور اقامت سن کرنماز ادا کرنا:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں ذاکر بن کامل بن ابوغالب الخفاف نے اجازۃً خبر دی، انہوں نے کہا ابوعلی الحداد نے میری طرف لکھا، از ابونعیم اصبہانی، انہوں نے کہا ہمیں جعفر بن محمد بن نصیر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابویزید المخزومی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان، انہوں نے کہا مجھے کئی محدثین نے حدیث بیان کی، از عبدالعزیز بن ابوحازم، از عمر بن محمد، ان کا بیان ہے کہ:

حرہ (مدینہ طیبہ کے شمال مشرق میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں یزید پلید کے زمانہ میں بہت سارے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم الرضوان کو شہید کیا گیا تھا۔ والتفصیل فی المطولات۔ از تونسوی غفرلہ) کا جب واقعہ پیش آیا تو تین دن تک مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اذان معطل رہی، اور تمام لوگ "حرہ" چلے گئے تھے (ماسوائے سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ یا دیگر کچھ بزرگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے رہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَاسْتَوْحَشْتُ فَدَنَوْتُ مِنْ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ سَمِعْتُ الْاَذَانَ فِیْ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَمِعْتُ الْاِقَامَۃَ فَصَلَّیْتُ الظُّھْرَ ثُمَّ جَلَسْتُ حَتّٰی اُصَلِّیَ الْعَصْرِ فَسَمِعْتُ الْاَذَانَ فِیْ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ سَمِعْتُ الْاِقَامَۃَ ثُمَّ لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَۃَ فِیْ قَبْرِہٖ ﷺ حَتّٰی مَضَتِ الثَّلَاثُ وَقَفَلَ الْقَوْمُ وَدَخَلُوْا مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَعَادَ الْمُؤَذِّنُوْنَ فَاَذَّنُوْا فَتَسَمَّعْتُ الْاَذَانَ فِیْ قَبْرِہٖ ﷺ فَلَمْ اَسْمَعْہُ فَرَجَعْتُ اِلٰی مَجْلِسِی

الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ اَکُوْنُ

پس مجھے گھبراہٹ سی محسوس ہونے لگی، تو میں رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کے قریب ہو گیا، سو جب نماز کا وقت ہوا تو میں نے رسالت مآب ﷺ کی قبر انور کے اندر سے اذان کی آواز سنی تو میں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نے اقامت کی آواز سنی تو میں نے ظہر کی نماز ادا کی، پھر میں بیٹھ گیا اور میں نے کہا عصر کی نماز بھی پڑھوں گا، سو میں نے قبر انور کے اندر سے (عصر کی نماز کی) اذان سنی، پھر میں نے اقامت بھی سنی، پھر مسلسل تین دن تک رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے اندر سے میں اذان بھی سنتا رہا اور اقامت بھی سنتا رہا، یہاں تک کہ تین دن گذر گئے (تین دن کے بعد) جب اہلِ مدینہ طیبہ واپس آئے اور وہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوئے اور مؤذن بھی واپس آ کر اذانیں دینے لگے تو میں نے قبر شریف سے اذان سننے کی بھرپور کوشش کی مگر میں اذان نہ سن سکا، اس کے بعد میں اپنی اسی نشست کی طرف لوٹ گیا جہاں میں پہلے تھا۔

(غالباً آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کی اس جگہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جہاں آپ بیٹھ کر احادیثِ رسول "علی صاحبہا الف الف صلاۃ" پڑھایا کرتے تھے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ میں کہتا ہوں: اس واقعہ کو متعدد علماء نے اپنی تصانیف جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور علامہ عبدالعزیز الفرہاروی رحمہ اللہ نے "النبراس" میں لکھا ہے کہ متعدد کتب میں کسی بات کا ذکر تواتر کا فائدہ دیتا ہے۔ انظر: النبراس ص ۱۴۴ طبع پاکستان۔

فَتَفَکَّرْ وَ کُنْ مِنْ مُحِبِّیْ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ۔ از تونسوی غفرلہ)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام کو خواب میں روٹی شریف عطا فرمائی:

(حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں عبدالرحمٰن بن علی (الجوزی) نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الفضل فارسی نے خبر دی، از ابو بکر شیرازی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے ابو الخیر اقطع کو فرماتے ہوئے سنا:

دَخَلْتُ مَدِیْنَۃَ الرَّسُوْلِ ﷺ وَ اَنَا بِفَاقَۃٍ، فَبَقِیْتُ خَمْسَۃَ اَیَّامٍ مَا ذُقْتُ ذَوَاقًا، فَتَقَدَّمْتُ اِلَی الْقَبْرِ وَ سَلَّمْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا وَ قُلْتُ اَنَا ضَیْفُکَ اللَّیْلَۃَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَ تَنَحَّیْتُ فَنِمْتُ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی الْمَنَامِ وَ اَبُوْ بَکْرٍ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَ

عُمَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَعَلِیٌّ بَیْنَ یَدَیْهِ فَحَرَّکَنِیْ وَقَالَ لِیْ قُمْ قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَقُمْتُ اِلَیْهِ وَ

قَبَّلْتُ بَیْنَ عَیْنَیْهِ فَدَفَعَ اِلَیَّ رَغِیْفًا فَاَکَلْتُ نِصْفَهٗ وَانْتَبَهْتُ وَفِیْ یَدِیَ النِّصْفُ الْاٰخَرُ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر پاک مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔اس حال میں کہ میں بھوک اور فاقہ کی حالت میں تھا، پانچ دن سے میں نے کوئی چیز چکھی نہیں تھی، سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کیا، اور میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ عرض کر کے میں مواجہہ شریفہ سے ہٹ کر سو گیا، سو میں نے خواب میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اس حال میں کہ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں جانب اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب تھے، جبکہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھے۔پس مجھے سیدنا مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم نے حرکت دیتے ہوئے فرمایا: اٹھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا چکے ہیں، سو میں نے کھڑے ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشانی کا بوسہ لیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک روٹی مبارک عطا فرمائی ابھی میں نے آدھی روٹی شریف ہی کھائی تھی کہ میں نیند سے بیدار ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی مبارک میرے ہاتھ میں تھی۔

سیدنا خضر علیہ السلام کی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری:

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمیں عبد الوہاب بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں فاطمہ بنت ابو حکیم نے اجازۃً خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو منصور بن فضل نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبد اللہ کاتب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابن المـ[illegible]یرہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں احمد بن سعید دمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سری بن حارث نے خبر دی، از حضرت مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ رات اور دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، جبکہ دن کے وقت روزہ بھی رکھتے تھے۔آپ فرماتے ہیں: ایک رات سارے لوگ جب مسجد نبوی شریف سے عشاء کی نماز ادا کر کے واپس گھروں کو چلے گئے تو میں مسجد شریف میں ہی سو گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ طیبہ کے پاس آیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر عرض کرنے لگا: اے اللہ!

بلاشبہ تو جانتا ہے کہ میں گذشتہ کل روزہ سے تھا پھر شام ہوگئی اور مجھے روزہ کی افطاری کے لئے کچھ بھی نہ ملا، اے اللہ ابھی شام کو میرا دل ثرید (روٹی کو چور کر شوربے میں بھگو کر بنایا ہوا ایک قسم کا کھانا) کھانے کی خواہش کر رہا ہے۔لہٰذا تو مجھے اپنی طرف سے ثرید عطا فرما۔

فرماتے ہیں: پھر میں نے مینار کے روشندان سے ایک غلام کو دیکھا جو عام انسانوں کی طرح نہیں تھا، اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔اس نے وہ پیالہ اس دعا کرنے والے شخص کے آگے رکھ دیا۔وہ شخص بیٹھ کر کھانا شروع ہوا، اسی دوران اس نے مجھے کنکر ماری اور کہنے لگا: تم بھی آجاؤ اور کھالو۔

میں اس شخص کے پاس گیا اور میرا یہ خیال تھا کہ یہ کھانا جنت سے آیا ہے۔

میرا بھی دل کر گیا کہ ایک لقمہ میں بھی کھالوں۔سو جب میں نے وہ کھانا کھایا تو وہ اتنا لذیذ بنا ہوا تھا کہ دنیاوی کھانے اس کے آگے کچھ وقعت نہیں رکھتے تھے۔پھر میں شرما گیا (مراد یہ ہے کہ ادب کے پیش نظر تھوڑا سا کھایا) اور اٹھ کر اپنی نشست پر آکر بیٹھ گیا۔

پس جب وہ کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو اس غلام نے پیالہ اٹھالیا اور پھر وہ جدھر سے آیا تھا ادھر ہی چلا گیا۔

وَقَامَ الرَّجُلُ مُنْصَرِفًا فَتَبِعْتُهٗ لِاَعْرِفَهٗ فَلَا اَدْرِیْ اَیْنَ سَلَكَ فَظَنَنْتُهُ الْخَضِرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اور وہ شخص بھی (کھانا کھا کر) واپس چلا گیا پھر میں نے اسے پہچاننے کے لئے اس کا پیچھا کیا سو مجھے معلوم نہیں ہوسکا وہ کہاں چلا گیا، میرا خیال یہ ہے کہ وہ سیدنا حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے شوق میں ایک پارسا خاتون کا اپنی جان کا نذرانہ دے دینا:

مروی ہے کہ عبادت گذار خواتین میں سے ایک خاتون سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی:

اِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَشَفَتْ لَهَا فَبَكَتْ حَتّٰى مَاتَتْ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مجھے دکھائیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے دکھانے کیلئے جب قبر انور سے پردہ ہٹایا تو وہ (زیارت کر کے) اتنا روئی حتی کہ اس کا وصال ہو گیا۔

عُشاقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشعار کی صورت میں نذرانہ عقیدت:

حضرت مؤلف قدس سرۂ العزیز فرماتے ہیں:

میرے بعض مشائخ کرام علیہم الرحمہ نے ایک زائر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ اشعار پڑھے:

اَتَیْتُكَ زَائِرًا وَدِدْتُّ اَنِّیْ　　جَعَلْتُ سَوَادَ عَیْنِیْ اَمْتَطِیْهٖ

وَمَالِیْ لَآ اَسِیْرُ عَلَی الْاَمَاقِیْ　　اِلٰی قَبْرٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْهٖ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اپنی پلکیں بچھا کر جناب کے پاس حاضر ہوں، اور کیوں نہ ایسی عظمت والی قبر شریف کے پاس پلکیں بچھا کے (سر کے بل) حاضر ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس میں آپ آرام فرما ہیں۔

حضرت مؤلف قدس سرۂ العزیز فرماتے ہیں:

مجھے عبدالوہاب بن علی نے یہ (درج ذیل) اشعار سنائے، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبداللہ محمد بن محمد ادیب نے بذات خود اپنے کہے ہوئے وہ اشعار سنائے جن میں انہوں نے حج بیت اللہ اور زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوق کا تذکرہ کیا ہے۔

وہ اشعار درج ذیل ہیں:

اَحِنُّ مُشْتَاقًا وَلَوْ لا جوی　　أملك بی منی لم اطرب

وکل عام أتمنی المنی　　وهن قد سوفن بالوعد بی

ولیس فی القلب سوی وقفة　　فی حرم المدفون فی یثرب

❁❁❁

سترہواں باب

جنت البقیع اور اس کی فضیلت کے بیان میں:

(امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)

ہمیں قاسم بن علی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو محمد دارانی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو الفرج اسفرائینی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسین نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو طاہر قاضی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں محمد ابن عبدوس نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں سعد بن زیاد اور ابو عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع نے کہا، مجھے ام قیس بنت محصن نے حدیث بیان کی، انہوں نے فرمایا:

مجھے آج بھی یاد پڑتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی گلی مبارک میں میرا ہاتھ تھام کر مجھے بقیع شریف کی طرف لے گئے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے ام قیس! میں عرض گذار ہوئی یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔

ارشاد فرمایا:

کیا تم اس مقبرہ کو دیکھ رہی ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ ارشاد فرمایا:

یُبْعَثُ مِنہا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

بروز قیامت اس قبرستان سے ایسے ستر ہزار لوگ اٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک دمک رہے ہوں گے اور یہ لوگ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲۵ ص ۱۸۱، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ مجمع الزوائد، للہیثمی: ج ۴ ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(مستدرک للحاکم، ج ۴ ص ۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ تاریخ المدینۃ عمر بن شبہ: ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(کتاب الثقات لابن حبان: ج ۵ ص ۴۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہمیں محمد ابوالقاسم السوسی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں میرے جد امجد ابو محمد نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوالحسن ربعی نے اجازۃً خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں عبدالوہاب بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابوہاشم امام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں معاویہ بن محرز نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حسن بن جریر منصوری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عثمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، از عبدالرحمٰن بن ابوالزناد، از والد خود، از اعرج، از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنْهُ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّبْعَثُ فَاَخْرُجُ اَنَا وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبَقِيْعِ فَيُبْعَثُوْنَ ثُمَّ يُبْعَثُ اَهْلُ مَكَّةَ فَاُحْشَرُ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ۔

سب سے پہلے میں اپنی قبر انور سے باہر تشریف لاؤں گا، پھر میں اور ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) جنت البقیع کے قبرستان جائیں گے اور اہل بقیع اپنی قبور سے اٹھائے جائیں گے، بعد ازاں اہل مکہ اپنی قبور سے اٹھیں گے، اور میں حرمین والوں کے درمیان میں میدان محشر میں جاؤں گا۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۹۲، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۸۹۹، مستدرک للحاکم، ج ۲ ص ۴۶۵)

جنت البقیع شریف سورج کی طرح چمکتا ہے:

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالقاسم بن کامل نے خبر دی، از ابوعلی الحداد، از ابونعیم الحافظ، از ابو محمد خلدی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از محمد بن اسماعیل، از حکام ابوعبداللہ شامی، از ابوعبدالملک، انہوں نے مرفوعاً حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَقْبَرَتَانِ تُضِيْئَانِ لِاَهْلِ السَّمَآءِ كَمَا يُضِيْئُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا مَقْبَرَتُنَا بِالْبَقِيْعِ بَقِيْعُ الْمَدِيْنَةِ وَمَقْبَرَةٌ بِعَسْقَلَانَ

دو قبرستان آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسے دنیا والوں کے لئے سورج اور چاند چمکتے ہیں، ایک ہمارا

قبرستان (جنت البقیع شریف) اور دوسرا عسقلان (یہ ایک فلسطین میں شہر کا نام ہے) کا قبرستان۔

(حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:) اور سند سابق کے ساتھ ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عیسیٰ بن عبداللہ، از والد خود، ان کا بیان ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم نے بقیع شریف کا ذکر تورات میں بھی پایا ہے، وہاں لکھا ہے کہ بقیع ایک ایسا (زمین کا) ٹکڑا ہے جس کے اردگرد کھجوروں کے باغات ہیں اور اس جگہ کی حفاظت کے لئے فرشتے موکل کئے گئے ہیں، جب یہ بھر جاتا ہے تو فرشتے اس کے اطراف سے پکڑ کر اسے جنت میں ڈال دیتے ہیں۔

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) زمین کے ٹکڑے سے مراد "بقیع" ہے

اہل بقیع کے لئے خصوصی شفاعت:

(اور سند سابق کے ساتھ) ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عبداللہ بن نافع، از سلیمان بن زید، از شعیب اور ابو عبادہ، از حضرت ابی بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَفَنَّاهُ فِيْ مَقْبَرَتِنَا هٰذِهٖ شَفَّعْنَا لَهٗ اَوْ شَهِدْنَا لَهٗ

ہم نے جس شخص کو بھی اپنے اس قبرستان میں دفن کیا اس کے لیے ہم شفاعت کریں گے یا ہم (اس کے ایمان کیلئے بروز قیامت) گواہی دیں گے۔

جنت البقیع شریف کی تورات شریف میں صفت مبارکہ:

(اور سند سابق کے ساتھ) ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از محمد بن اسماعیل، از داود بن خالد، از مقبری یہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لئے یا عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے اس حال میں کہ ان کے ساتھ "ابن رأس الجالوت" نامی شخص بھی تھا۔ سو آپ رضی اللہ عنہ جنت البقیع کی طرف سے مدینہ طیبہ داخل ہوئے جب بقیع شریف کے پاس سے گذرے تو ابن رأس الجالوت نے کہا: یہی تو وہ جگہ ہے۔

یہ سن کر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا جگہ ہے؟ اس نے کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات شریف میں اس قبرستان کی یہ صفت ملی ہے کہ: اس کی مشرقی جانب کھجوروں کے باغات ہوں گے، جبکہ مغربی جانب گھر، اس قبرستان سے (بروزِ قیامت) ستر ہزار ایسے لوگ اٹھیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک دمک رہے ہونگے، میں نے روئے

زمین کے جتنے قبرستان دیکھے ہیں ان میں مجھے یہ صفت نہیں ملی، صرف اسی قبرستان میں ہی تورات میں بیان کردہ صفت ملی ہے۔

(تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج ۱ ص ۹۳)

(اور سند سابق کے ساتھ) ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از علاء بن اسماعیل، از عبداللہ بن جعفر، از والد خود، ان کا بیان ہے کہ ابن رأس جالوت (مدینہ طیبہ) آیا، جب وہ بقیع شریف کے قریب پہنچا تو کہنے لگا: یہ وہ جگہ ہے جس کا ذکر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب (تورات شریف) میں موجود پاتے ہیں، میں اس جگہ پر کبھی نہیں چلوں گا۔

راوی نے کہا وہ فوری طور پر اس جگہ کی عظمت و رفعت کے پیش نظر وہاں سے واپس مڑ کر چلا گیا۔

جنت البقیع میں داخل ہونے کی دعا:

امام مسلم بن حجاج اپنی صحیح میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ جب بھی میری باری ہوتی تو رسول اکرم ﷺ رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور یہ کلمات فرماتے:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔

اے مؤمنین کی جماعت! تم پر سلامتی ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ تمہارے پاس آچکی (یعنی موت) اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ جنت البقیع والوں کی بخشش فرما۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث ۹۷۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴ ص ۷۹۔ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۱۷۲۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۵۴۶)

اللہ رب العزت کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اہلِ بقیع کیلئے استغفار کرنے کا حکم:

نیز حدیث صحیح میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں: ایک رات رسول کریم ﷺ میرے پاس تشریف فرما تھے، اسی دوران آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اور نعلین شریف اتار کر اپنے قدموں کے پاس رکھ لئے، چادر شریف کا ایک کنارہ اپنے بستر مبارک پر بچھا کر لیٹ گئے، تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی اتنا کہ میری آنکھ لگی اور حضور ﷺ اٹھے اور چادر شریف کو لیا اور آہستہ سے دروازہ مبارک کھولا اور باہر کی طرف تشریف لے گئے اور دروازہ کو لاک کر کے چل گئے۔

میں نے بھی اٹھ کر سر پر چادر لی اور پردہ والی چادر پہن لی، پھر آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑی یہاں تک کہ آپ ﷺ جنت البقیع شریف کی طرف تشریف لے گئے۔

پھر وہاں کافی دیر تک ٹھہرے رہے۔ پھر تین مرتبہ اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھایا (دعا کے لئے)۔ پھر واپس گھر مبارک کی طرف مڑ آئے، میں بھی واپس گھر کی طرف آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ تیز تیز چلنے لگے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تیز تیز چلنے لگی، ادھر سے وہ گھر پہنچے، ادھر میں بھی پہنچ گئی، لیکن میں ان سے پہلے گھر پہنچ گئی، اور میں پہنچ کر فوراً لیٹ گئی، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا تمہاری سانس کیوں چڑھی ہوئی ہے؟ فرماتی ہیں، میں نے عرض کی کچھ بھی نہیں۔

آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَتُخْبِرُنِيْ اَوْ لَيُخْبِرُنِيْ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

تم خود بتاتی ہو یا مجھے لطیف وخبیر رب بتادے۔ سو میں نے سارا حال آپ ﷺ کو سنا دیا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے سامنے کالا سایہ کی طرح کوئی چیز نظر آ رہی تھی وہ تم ہی تھی؟

میں نے عرض کی، جی ہاں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر مارا جس سے مجھے تکلیف محسوس ہونے لگی۔

پھر فرمایا: کیا تمہارا یہی خیال ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ تم پر ظلم کریں گے؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: بہت دفعہ لوگ کسی بات کو چھپا لیتے ہیں لیکن اللہ عزوجل کو اس کا خوب علم ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بالکل ایسا ہے۔ اس وقت میرے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے جس وقت تم نے مجھے دیکھا۔

انہوں نے پست آواز سے مجھے ندا دی میں نے اس پر انہیں جواب دیا، پھر ہم بھی تمہارے حجرہ سے آہستہ آہستہ باہر چلے گئے۔ سیدنا جبریل علیہ السلام تمہارے پاس اندر اس لئے داخل نہیں ہوئے کیونکہ تمہارے جسم کے کپڑے صحیح حالت پر نہیں تھے۔

اور میں نے یہ خیال کیا تھا کہ تم سوچکی ہو اور تمہیں جگانا میں نے پسند نہیں کیا، کہ بعد میں تم تنہائی کی وحشت محسوس نہ کرو۔ تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا:

آپ ﷺ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ﷺ اہلِ بقیع کے پاس تشریف لے جائیں اور ان کے لئے استغفار فرمائیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ قبرستان والوں کے لئے میں استغفار کیسے کروں؟

ارشاد فرمایا: تم اس طرح کہا کرو:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔

مؤمنین اور مسلمانوں کی جماعت پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہمارے پچھلوں اور اگلوں پر رحم فرمائے اور بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۶۷۲۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴ ص ۷۹)

جنت البقیع شریف میں موجود چند اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور شریفہ کی نشاندہی:

خوب جان لو کہ جنت البقیع شریف میں اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان مدفون ہیں۔

اسی طرح ماسوائے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اور ماسوائے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے باقی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین، جنت البقیع میں مدفون ہیں، جبکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں (جنت المعلیٰ شریف میں) مدفون ہیں اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی مکہ مکرمہ میں (مقام سرِف میں) مدفون ہیں۔

نیز جنت البقیع شریف میں جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین، زہاد اور مشہور علماء کرام علیہم الرضوان مدفون ہیں۔ مگر آج ہمارے اس زمانے میں (حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز کے زمانے میں) ان کی قبور شریفہ معروف نہیں ہیں۔

فَمَنْ حَضَرَھَا وَسَلَّمَ عَلٰی مَنْ بِھَا فَقَدْ اَتٰی بِالْمَقْصُوْدِ

جو شخص بقیع شریف حاضر ہو اور وہاں مدفون سب کو سلام عرض کرے گا وہ مقصود کو ادا کرنے والا ہوگا۔

(یعنی اسے برکت اور فیض یا ان کے لئے دعاء خیر کا ثواب اس کو ان کی طرف سے حاصل ہو جائے گا)

(حضرت مصنف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:)

ہمارے اس زمانہ میں صرف نو (۹) قبریں معین ہیں۔

۱۔ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا جان ہیں۔ ان کی قبر شریف پر سادہ کچی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔

۲۔ سیدنا امام حسن بن علی بن ابوطالب المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

۳۔ ان کے بھتیجے سیدنا علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

۴۔ سیدنا ابوجعفر محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

۵۔ ان کے صاحبزادے سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک

۶۔ دو اور قبریں ایک بہت بڑے بلند و بالا گنبد شریف کے اندر ہیں، یہ گنبد نہایت قدیم ہے اور یہ گنبد جنت البقیع شریف کے شروع اور داخلی حصہ میں ہے۔ (حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:)

وَعَلَيْهَا بَابَانِ يُفْتَحُ اَحَدُهُمَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ لِلزِّيَارَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

اس گنبد شریف کے دو دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ روزانہ زیارت کے لئے کھولا جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مروی ہے کہ حضرت عبید اللہ بن علی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم نے وصیت فرمائی تھی کہ: مجھے میری والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع شریف میں دفن کیا جائے، چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا۔

حضرت سعید بن محمد بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے سیدنا حسن بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف دیکھی، اس گلی کے سامنے جو ''ذروان'' میں ''دار نبیہ'' کے درمیان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان تھی۔

اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہیں ان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں جنت البقیع کے اندر دفن کیا گیا تھا۔ اور عبادل کے غلام فائد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ایک قبر کھودنے والے شخص نے بتایا کہ اس نے کسی شخص کے لئے قبر کھودی تو اسے ایک قبر ملی اور یہ قبر میرے گھر کے روشن دان سے سات ہاتھ کے فاصلہ پر تھی، اس پر ایک تختی تھی جس پر لکھا ہوا تھا۔

هٰذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

قُلْتُ فَعَلٰی هٰذَا هِیَ مَعَ الْحَسَنِ فِی الْقُبَّةِ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّسَلَّمَ عَلَیْهَا هُنَالِكَ۔[1]

میں کہتا ہوں: اس بناء پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک گنبد شریف کے اندر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے ساتھ ہے، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ وہاں جا کر انہیں سلام عرض کیا جائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی محترمہ سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع شریف کے شروع میں ہے۔

شیخ محمد بن موسیٰ بن ابوعبداللہ فرماتے ہیں:

سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی قبر انور ''دار مغیرہ بن شعبہ'' کے زاویہ کے پاس ہے۔

اور حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ جو کہ سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے برادر محترم ہیں، ان کی قبر شریف بھی جنت البقیع شریف کے شروع شروع والے حصہ میں ہے۔ اور ان کے ساتھ ہی ان کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار جواد (سخی) مشہور رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ہے۔

اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کی قبور شریفہ میں سے چار ظاہر ہیں، لیکن کون سی قبر شریف میں کون سی زوجہ مطہرہ ہیں؟ اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن نہ کرنا، بلکہ مجھے دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کے ساتھ جنت البقیع شریف میں دفن کر دینا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۹۱)

عباد ل کے آزاد کردہ غلام فائد سے مروی ہے انہوں نے کہا: مجھے ایک منقذ نامی قبر کھودنے والے شخص نے کہا: قبرستان شریف میں دو قبریں پتھروں سے ڈھکی ہوئی ہیں ہم انہیں بالکل نہیں چھیڑتے۔

ان میں سے ایک سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی قبر شریف ہے اور دوسری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف ہے۔

(تاریخ المدینۃ لابن شبہ، ج۱ ص۱۰۶)

سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دورِ فاروقی میں وصال فرمایا اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی جنت البقیع شریف میں تدفین فرمائی۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن علی سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کی قبور شریفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کے خوخہ سے گلی شریف تک یعنی جنت البقیع تک ہیں۔

حضرت حسن بن علی بن عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابوطالب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ: انہوں نے "دار علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ" میں واقع اپنے مکان کو منہدم کیا، فرماتے ہیں: ہمیں وہاں ایک پتھر ملا جس پر لکھا ہوا تھا: هٰذَا قَبْرُ رَمْلَةَ بِنْ صَخْرٍ

یہ (سیدہ) رملہ بنت صخر رضی اللہ عنہا کی قبر شریف ہے۔

پھر ہم نے اس بارے میں عبادل کے غلام فائد رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

یہ ام المؤمنین سیدہ حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کی قبر شریف ہے۔

(تاریخ المدینۃ لابن شبہ، ج ۱ ص ۱۲۰)

حضرت ابراہیم بن علی رافعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ: حضرت محمد بن علی کے آزاد کردہ غلام سالم بابلی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کھودی گئی اس دوران ہمیں ایک طویل پتھر ملا اس پر لکھا ہوا تھا۔

یہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے۔ اور یہ قبر مبارک "ال غنیہ بن وہب" کے روشندان کے سامنے موجود تھی، سو اس قبر مبارک پر دوبارہ مٹی شریف رکھ دی گئی اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے لئے دوسری جگہ قبر تیار کی گئی۔

(تاریخ المدینۃ لابن شبہ، ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(حضرت مؤلف قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں:)

وَقَبْرُ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ قُبَّةٌ وَمُلَبَّنٌ سَاجٌ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بھی معروف ہے اور اس پر گنبد شریف ہے جسے سادہ کچی اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن قدامہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے جنت البقیع شریف میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تدفین فرمائی، پھر اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ان کے پہلو میں دفن فرمایا۔ اوران کی قبر شریف زاویہ عقیل بن ابوطالب کے سامنے ہے۔

سیدنا امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف ''دار سعید بن عثان'' کے مقابل ہے۔ اس دار سعید بن عثان کو آج کل (مصنف علیہ رحمہ کے دور میں) ''زوراء'' کہا جاتا ہے، یہ جنت البقیع شریف کے اندر واقع ہے اور راستہ سے تھوڑی اونچی جگہ واقع ہے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالقاسم ازجی نے خبر دی، از ابوعلی اصبہانی، از ابونعیم الحافظ، از ابومحمد خواص، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن مخزومی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں زبیر بن بکار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از صالح بن قدامہ، از والد خود، از عائشہ بنت قدامہ ان کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت عثان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے پاس کھڑا ہو کر رسول اللہ ﷺ کے حجرۂ شریفہ کو دیکھے تو اسے صاف صاف بغیر کسی رکاوٹ کے حجرۂ شریفہ نظر آئے گا۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(اور سندِ سابق کے ساتھ) ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں سلیمان بن سالم نے حدیث بیان کی، از عبدالرحمٰن بن حمید، از والد خود ان کا بیان ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے وصال مبارک کے وقت پیغام بھیجا:

هَلُمَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اِلٰی اِخْوَانِكَ فَقَالَ مَا كُنْتُ مُضَيِّقًا عَلَيْكِ بَيْتُكِ اِنِّي كُنْتُ عَاهَدْتُ ابْنَ مَظْعُوْنٍ اَيُّنَا مَاتَ دُفِنَ اِلٰی جَنْبِ صَاحِبِه۔

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ اور تمہارے بھائیوں (شیخین کریمین رضی اللہ عنہما) کے پہلو میں تدفین کی اجازت دیتی ہوں، یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں تم پر تمہارے حجرۂ طیبہ کو تنگ نہیں کرنا چاہتا میں نے اور حضرت عثان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہم میں سے جو پہلے فوت ہوگا تو دوسرا

اس کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔

(تاریخ المدینۃ عمر بن شبۃ، ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

قُلْتُ فَعَلٰی هٰذَا قَبْرُ ابْنِ مَظْعُوْنٍ وَابْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا عِنْدَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَیَنْبَغِیْ اَنْ یُّزَارَ هُنَاكَ۔

میں کہتا ہوں: اس بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی قبور شریفہ سید عالم ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس ہی ہیں، تو وہاں ان سب کی زیارت کرلینی چاہئے۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وَقَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ اُمِّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا فِیْ قُبَّةٍ فِیْ اٰخِرِ الْبَقِیْعِ

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر شریف جنت البقیع شریف کے آخر میں ایک گنبد میں ہے۔

حضرت عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد، از والد خود، از جد خود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا کو روحاء کے مقام میں ابو قطیفہ کے حمام کے مقابل خود دفن فرمایا ہے۔

اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے ہجرت بھی کی اور بیعت بھی کی۔

(تاریخ المدینہ لابن شبہ: ج ۱، ص ۱۲۳، طبع دار الفکر بیروت)

حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَالْیَوْمَ مُقَابِلُهَا نَخْلٌ یُّعْرَفُ بِالْحَمَّامِ وَقَبْرُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی الله عنه وَعَلَیْهِ قُبَّةٌ عَالِیَةٌ وَهُوَ قَبْلَ قُبَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ بِقَلِیْلٍ وَحَوْلَه نَخْلٌ۔

میں کہتا ہوں: آج کل سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے اردگرد کھجور کا باغ ہے جو حمام کے نام سے مشہور

ومعروف ہے۔اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر شریف جس پر بلند و بالا گنبد بنا ہوا ہے، وہ حضرت فاطمۃ بنت اسد رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے تھوڑا سا پہلے ہے اور اسکے اردگرد بھی کھجوروں کے درخت ہیں۔

امام ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہادت کے بعد ''حش کوکب'' میں دفن کیا گیا۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور انہوں نے مدینہ طیبہ پر مروان کو حاکم مقرر کیا تو مروان نے حش کوکب کو جنت البقیع میں شامل کر دیا، پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے اردگرد دوسری بھی قبریں بنائی گئیں۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حش کا معنیٰ ہے ''باغ''

سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی قبر شریف جنت البقیع شریف کے آغاز میں راستہ کے پاس واقع ہے پس یہ مشہور قبور شریفہ ہیں جبکہ ان کے علاوہ اصحابِ قبور کی تعیین انتہائی مشکل ہے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں ابوالقاسم بن سعد نے اپنے خط کے ساتھ خبر دی، از احمد بن عبداللہ، از جعفر بن محمد، انہوں نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی، از شریک، از عبداللہ بن ابوروق ان کا بیان ہے فرماتے ہیں، کہ سیدنا حسن بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کی تدفین شریف مدینہ منورہ میں جنت البقیع شریف میں ہوئی۔

نیز (سند سابق کے ساتھ) ہمیں محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، از عیسیٰ بن عبداللہ، از والد خود ان کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کی ہمشیرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کا مکان جو بقیع شریف میں واقع تھا پندرہ سو (۱۵۰۰) دینار کے بدلے خرید کر اس میں کمی بیشی فرما کے اسے جنت البقیع شریف میں شامل فرمالیا۔

اب اس جگہ کو مقبرۂ ال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔

نیز (سند سابق کے ساتھ) ہمیں محمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، از خالد، از عوسجہ ان کا بیان ہے کہ ایک رات میں دار عقیل بن ابوطالب کے زاویہ کے قریب جو باب الدار سے متصل ہے، دعا کر رہا تھا تو میرے پاس سے سیدنا جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما گذرے اور مجھے فرمایا:

یہاں کھڑے ہو کر دعا مانگنے کے بارے میں تم تک کوئی حدیث پہنچی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔

تو انھوں نے ارشاد فرمایا:

هذا موقف النبی ﷺ باللیل اذا جآء یستغفر له لِأهل البقیع۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ رات کو آ کر اہلِ بقیع کے لئے استغفار فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مؤلف قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں دار عقیل بن ابو طالب وہ جگہ ہے جہاں وہ خود حضرت عقیل رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔

اٹھارواں باب

ان صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام کے بیان میں جو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہوئے:

خوب جان لو! کہ جن صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام اور تبع تابعین رحمہم اللہ نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا ان کا حصر نہایت مشکل ہے، کیونکہ اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی، جبکہ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان تو شہر مدینہ ہی کے باشندے تھے۔

اسی طرح تابعین عظام بھی اکثر مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے، جبکہ باقی وہاں زیارت رسول ﷺ کے لیے تشریف لے گئے اور پھر وہاں کے ہو کر رہ گئے، اسی طرح بعد میں اکابر مشائخ علیہم الرضوان بھی زیارت کی خاطر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور پھر شہر مدینہ کو ہی اپنا مسکن بنالیا۔

ہم سر دست باب میں ان اکابر کے اسماء گرامی لکھیں گے جنہوں نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا تھا۔

ان میں سے بھی کچھ وہاں چند عرصہ کے لیے مقیم رہ کر واپس اپنے علاقوں کی طرف لوٹ گئے اور کچھ مدینہ طیبہ میں ہی مقیم ہو گئے اور ادھر ہی ان کا وصال ہوا۔

مشہور اصحابِ رسول ﷺ جنہوں نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا تھا:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ — سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ — سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ — سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ — سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ — سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

ان حضرات کو عشرہ مبشرہ بھی کہا جاتا ہے۔

اہلِ بیت میں سے چند حضرات یہ ہیں:

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
سیدنا عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ

اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ
سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ
سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ
سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
سیدنا ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ
سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔
سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ
سیدنا سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ
سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ
سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ
سیدنا علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ
سیدنا عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ
سیدنا مالک بن تیہان رضی اللہ عنہ
سیدنا محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ
سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ

سیدنا اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ

سیدنا ابورافع اسلم رضی اللہ عنہ، آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ

سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ

سیدنا بشیر بن سحیم رضی اللہ عنہ

سیدنا بشر بن سعد رضی اللہ عنہ

سیدنا ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ

سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

سیدنا جویبر بن خویلد اسلمی رضی اللہ عنہ

سیدنا حارث بن زیاد رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوسعید بن معلٰی رضی اللہ عنہ

سیدنا حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ

سیدنا حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ

سیدنا حمل بن مالک رضی اللہ عنہ

سیدنا حنظلہ کاتب رضی اللہ عنہ

سیدنا خلاد بن سائب رضی اللہ عنہ

سیدنا خفاف بن ایماء بن رخصہ رضی اللہ عنہ

سیدنا خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ

سیدنا ذؤیب ابوقبیصہ رضی اللہ عنہ

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

سیدنا رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ

سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ

سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ

سیدنا رفاعہ بن عرابہ رضی اللہ عنہ

سیدنا رکین بن ربیع رضی اللہ عنہ

سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ

سیدنا زید بن خطاب رضی اللہ عنہ

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ

سیدنا زید بن سہل رضی اللہ عنہ

سیدنا زید بن صامت رضی اللہ عنہ

سیدنا سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ

سیدنا سبرہ بن ابوسبرہ رضی اللہ عنہ

سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ

سیدنا سفیان بن ابوالعرجاء رضی اللہ عنہ

سیدنا سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ

سیدنا سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ

سیدنا شبل بن معبد رضی اللہ عنہ

سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن حراقہ رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ
سیدنا عبداللہ بن ازہر رضی اللہ عنہ
سیدنا عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ
سیدنا عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ
سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
سیدنا عمارہ بن معاذ رضی اللہ عنہ
سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ
سیدنا عمیر مولیٰ ابی اللحم رضی اللہ عنہ
سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ
سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ
سیدنا کعب بن عمرہ رضی اللہ عنہ
سیدنا مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ
سیدنا مالک بن ضمرہ رضی اللہ عنہ
سیدنا مجمع بن حارثہ رضی اللہ عنہ
سیدنا محمد بن عبدالرحمٰن بن جحش رضی اللہ عنہ
سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ
سیدنا مجر وکلی رضی اللہ عنہ
سیدنا معاویہ بن حکم اسلمی رضی اللہ عنہ
سیدنا معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
سیدنا ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ
سیدنا نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ
سیدنا ہزال اسلمی رضی اللہ عنہ
سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ
سیدنا یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ
سیدنا یزید ابوالسائب رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوجبیرہ رضی اللہ عنہ
سیدنا ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ
سیدنا ابومرلع انصاری رضی اللہ عنہ

کبار تابعین میں سے جن حضرات نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں:

حضرت ابوسعید مقبری رضی اللہ عنہ
حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ
حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ
حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ
حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہ
حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ
حضرت کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ

حضرت مقسم مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ
حضرت علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

حضرت نافع مولی عبداللہ بن عمر۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

تبعِ تابعین اور دیگر مشاہیر اسلاف کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
حضرت ابوبکر بن حزم زہری رضی اللہ عنہ

حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ
حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ

حضرت ابوالزناد رضی اللہ عنہ
حضرت ربیعہ رائی رضی اللہ عنہ

حضرت صفوان ابن سلیم رضی اللہ عنہ
حضرت ابوحازم اعرج رضی اللہ عنہ

حضرت یحییٰ بن سعید القطان رضی اللہ عنہ
حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
حضرت ابراہیم بن عقبہ رضی اللہ عنہ

حضرت محمد بن عقبہ رضی اللہ عنہ
حضرت موسیٰ بن عقبہ۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اور چند محدثین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا:

امام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ
امام مالک بن انس رحمہ اللہ

امام یوسف بن ماجشون رحمہ اللہ
امام عبدالعزیز دراوردی رحمہ اللہ

امام محمد بن عمر واقدی رحمہ اللہ۔

رحمہم اللہ ورضی عنہم ونفع بعلومہم۔

والحمدللہ و کفٰی وَسَلامٌ عَلٰی عِبادِہِ الذین اصطفٰی وَ حسبُنا اللہُ ونِعْمَ الْوَکِیْلُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اھ

کلماتِ اختتام:

یارب العالمین عزوجل اپنے پیارے حبیب مکرم سیدنا محمد مصطفی ﷺ کے طفیل فقیر راقم الحروف اور حضرت مصنف رحمہ اللہ کی اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بلند و بالا بارگاہ میں قبول و منظور فرما ۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ)

خادمِ کتاب ہذا ومترجم: العبد الضعیف الفقیر الی اللہ الغنی ابو احمد محمد اللہ بخش تونسوی قادری غفرلہ

سابق مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔

حال مدرس: جامعہ اسلامیہ لاہور

امام وخطیب جامع مسجد سید الکونین (۹۹) K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

بروز منگل 2016-30 اگست

۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ

بعد از نماز عشاء: بوقت 10:50 PM

رقم الجوال: 0333-4504953

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

مدینہ لائبریری
رقم المسلسل
جامعہ اسلامیہ لاہور

علامہ مفتی محمد اللہ بخش تونسوی قادری

کی دیگر اہم مطبوعہ تصانیف

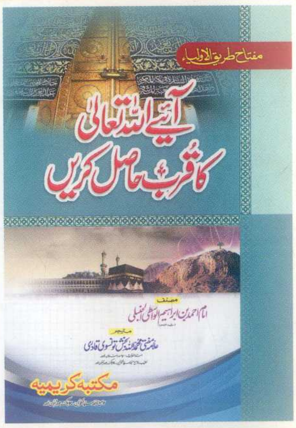

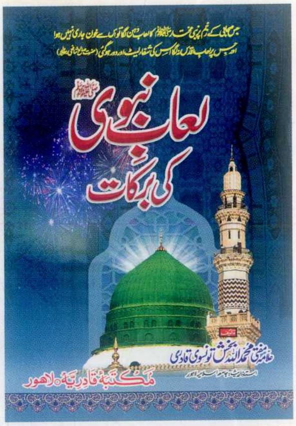

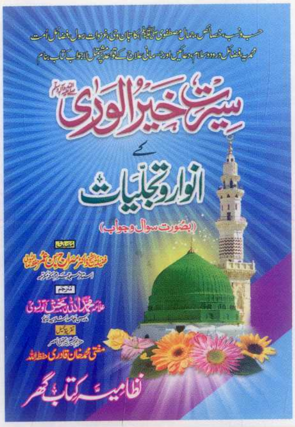

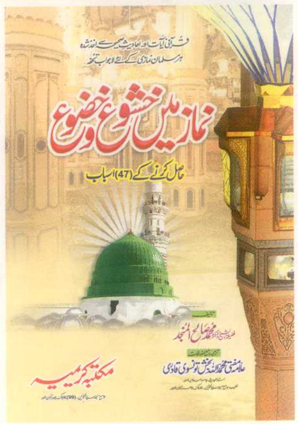

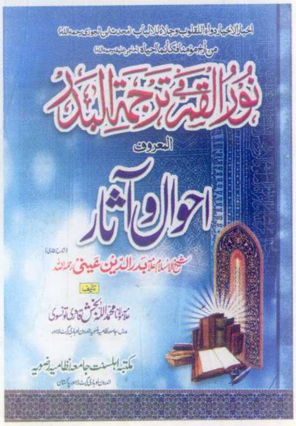

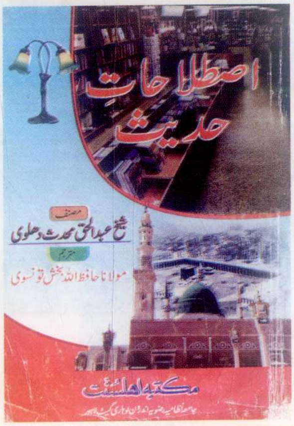

رابطہ برائے حصول کتب

مکتبہ کریمیہ

جامع مسجد سید الکونین۔ (99)K بلاک جوہر ٹاؤن لاہور
0333-4504953